تفسیر عروۃ الوثقیٰ از مولانا عبد الکریم اثری کے تفردات کا علمی جائزہ

ebooks.i360.pk

مقالہ نگار:

مہتاب حسین شاہ

تفسیر عروۃ الوثقیٰ از مولانا عبدالکریم اثریؒ کے تفردات کا علمی جائزہ

مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

(۲۰۱۴-۱۶ء)

مقالہ نگار

مہتاب حسین شاہ

رول نمبر ۲۰

نگران مقالہ

ڈاکٹر حافظ محمد نصر اللہ

اسسٹنٹ ڈائریکٹر ماڈرن سینٹر آف ایکسیلینس

شعبہ علوم اسلامیہ، فیکلٹی آف اسلامک لرننگ

دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

ebooks.i360.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

ebooks.i360.pk

ebooks.i360.pk

کِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوا

آیَاتِهِ وَلِیَتَذَکَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ

سورة ص آیت:۲۹

ebooks.i360.pk

حلف نامہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مقالے کا تحقیقی کام اپنی ذاتی کاوش سے کیا ہے اس موضوع پر اس سے پہلے کسی یونیورسٹی میں کسی بھی سطح کا تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔

مہتاب حسین شاہ
رول نمبر 20
ایم فل علوم اسلامیہ

ebooks.i360.pk

(تصدیق نامہ)

تصدیق کی جاتی ہے کہ طالب علم مہتاب حسین شاہ ولد محمد شاہ رول نمبر 20 نے سیشن (2016-2014) ایم فل (علوم اسلامیہ) میں با قاعدہ داخلہ لیا۔ طالب علم نے تحقیقی مقالہ بعنوان ''تفسیر عروۃ الوثقیٰ از مولانا عبدالکریم اثری کے تفردات کا علمی جائزہ'' میری زیر نگرانی مکمل کیا اور ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے تمام قواعد وضوابط پورے کئے ہیں۔ لہٰذا مذکور طالب علم کو مقالہ جمع کرانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد نصر اللہ صاحب

اسسٹنٹ ڈائریکٹر ماڈرن سینٹر آف ایکسیلینس

دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

ebooks.i360.pk

انتساب

اپنے بڑے بھائی **سید ممتاز حسین شاہ** مرحوم کے نام!

آج تک تعلیم کے میدان میں جو کچھ پایا وہ بھائی صاحب کی کاوشوں کی بدولت اور معاونت کا ثمر ہے، ہر طرح کے حالات میں ایک شفیق باپ کی طرح میری تعلیم کے لئے کوشاں رہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے

مہتاب حسین شاہ

ebooks.i360.pk

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، جس نے مجھے اپنے خاص فضل و کرم سے یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔
محترم عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صاحب چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ اور اپنے تمام اساتذہ کرام کا انتہائی شکر گزار ہوں جن کی شفقت اور قدم قدم پر رہنمائی کی بدولت اس تحقیق کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے۔
اور اس تحقیقی کاوش کے لئے اپنے سپروائزر جناب حافظ محمد نصر اللہ صاحب کا بہت شکر گزار ہوں جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران لمحہ بہ لمحہ نگرانی، معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے میری عاجزانہ محنت تکمیل کے مراحل تک پہنچی ہے۔
مقالہ کی تیاری کے دوران بہت سی صعوبتوں سے بھی گزرا دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ کئی ایک بار کمپیوٹر سے زیر تکمیل کام ضائع ہو گیا، پھر سے سب کچھ کرنا پڑا، اس لحاظ سے یہ عرصہ میرے لئے صبر و شکیبائی کے کسی امتحان سے کم نہیں تھا۔ خیر الحمد للہ اس دوران عملی زندگی کے لئے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔
ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنی اہلیہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے تکمیلی شب و روز میں مجھے گھریلو ذمہ داریوں سے قدرے فارغ رکھا اور میں نے بھی ان کی کڑوی کسیلی باتوں سے بے اعتنائی برتی۔
اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس مقالہ کی تیاری میں کسی بھی طرح سے ساتھ دیا۔
آمین

ebooks.i360.pk

فہرست ابواب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	۱
2	موضوع کا انتخاب و تعارف	۱
3	موضوع کی اہمیت	۱
4	مسئلہِ تحقیق	۲
5	مقاصدِ تحقیق	۲
6	منہج تحقیق	۲
7	سابقہ کام کا جائزہ	۲
8	Preface.	٦
9	باب اوّل مفسر مولانا عبدالکریم اثریؒ اور تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف	۱۲
10	فصل اوّل مولانا عبدالکریم اثریؒ کی حیات وخدمات	۱۳
11	(الف) حالات زندگی	۱۴
12	پیدائش	۱۴
13	ابتدائی تعلیم	۱۴
14	اثریؒ صاحب کے اساتذہ	۱۴
15	دینی تعلیم کے حصول کے لئے حافظ عنایت اللہ اثریؒ وزیر آبادی کی خدمت میں	۱۴
16	حافظ عنایت اللہ اثریؒ وزیر آبادی کا مسلک ومشرب	۱۴
17	مولانا عبدالکریم اثریؒ کا مسلک	۱۵
18	عصری ودینی تعلیم	۱۵
19	جذبہِ تحقیق کی آبیاری	۱۵
20	فن کتابت کا پیشہ	۱٦
21	عائلی زندگی	۱٦

ebooks.i360.pk

22	امامت وخطابت کی ذمہ داری	۱۶
23	ذریعۂ روزگار	۱۶
24	تفسیر قرآن کا کام	۱۷
25	طبیعت ومزاج	۱۷
26	اولاد واحفاد	۱۸
27	تلامذہ	۱۸
28	فریضہ حج کی ادائیگی	۱۹
29	حج سے واپسی پر علالت	۱۹
30	وفات حسرت آیات	۱۹
31	تجہیز وتدفین	۲۰
32	(ب) خدمات	۲۱
33	انجمن اشاعت اسلام	۲۱
34	جامعہ اشاعت اسلام للبنات	۲۱
35	جامعہ اشاعت اسلام ہائی سکول	۲۱
36	اشاعت اسلام فری ڈسپنسری	۲۱
37	تحریک ندائے قرآن	۲۱
38	جامع مسجد صدیقیہ	۲۲
39	ارقم کمپوزنگ سنٹر	۲۲
40	اشاعت اسلام کتاب گھر	۲۲
41	مکتبۃ الاثریہ	۲۲
42	جامع مسجد العنایہ	۲۲
43	فصل دوم تالیفات اورنظریات	۲۳
44	(الف) تصنیفات وتالیفات	۲۴
45	ڈاکٹر محسن نقوی صاحب کا علمی اعتراف اوران کی ایک کتاب پر تبصرہ	۲۶
46	اسلامی نظریاتی کونسل میں مذاکرہ:	۲۷

ebooks.i360.pk

47	(ب) مولانا اثریؒ کے معتقدات ونظریات	۲۸
48	معجزات کے متعلق مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نقطہ نظر	۲۸
49	جہاد کے متعلق علامہ عبدالکریم اثری رحمہ اللہ کا نظریہ	۲۹
50	سود کے متعلق مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نظریہ	۲۹
51	مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نظریہ حدیث	۲۹
52	فصل سوم تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف	۳۱
53	ماخذات تفسیر	۳۴
54	۱۔ابن کثیرؒ	۳۴
55	۲۔فخر الدین رازیؒ	۳۴
56	۳۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۳۴
57	۴۔شاہ عبدالقادر دہلویؒ	۳۴
58	۵۔شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ	۳۵
59	۶۔سر سید احمد خانؒ	۳۵
60	۷۔مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلویؒ	۳۵
61	۸۔شیخ الہند محمود الحسنؒ	۳۵
62	۹۔مولوی فتح محمد جالندھریؒ	۳۵
63	۱۰۔مرزا حیرت دہلویؒ	۳۶
64	۱۱۔مولانا وحید الزماںؒ	۳۶
65	۱۲۔حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ	۳۶
66	۱۳۔مولانا ابوالکلام آزادؒ	۳۶
67	۱۴۔مولانا اشرف علی تھانویؒ	۳۷
68	۱۵۔مولانا محمد جونا گڑھیؒ	۳۷
69	۱۶۔سید سلمان ندویؒ	۳۷
70	۱۷۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۳۷
71	۱۸۔مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ	۳۸

ebooks.i360.pk

72	۱۹۔مولانا امین احسن اصلاحیؒ	۳۸
73	۲۰۔مولانا احمد علی لاہوریؒ	۳۹
74	۲۱۔محمد علی لاہوری	۳۹
75	۲۲۔خواجہ احمد الدین امرتسریؒ	۳۹
76	۲۳۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہریؒ	۳۹
77	۲۴۔عبدالماجد دریا آبادیؒ	۳۹
78	تفسیر پر ایک طائرانہ نظر	۴۱
79	۱۔ترجمہ کا اسلوب	۴۱
80	۲۔مولانا ابوالکلام آزادؒ کا عکس	۴۱
81	۳۔قوسین کا استعمال	۴۱
82	۴۔ادبی ترجمہ	۴۱
83	۵۔عالمانہ انداز تفسیر	۴۱
84	۶۔عنوانِ موضوع	۴۲
85	۷۔قرآن حکیم سے تفسیر	۴۲
86	۸۔احادیث مبارکہ سے تفسیر	۴۲
87	۹۔اقوال صحابہؓ سے تفسیر	۴۲
88	۱۰۔اکابر مفسرین کے اقوال	۴۲
89	۱۱۔مسلک اہل حدیث کے مطابق بیان	۴۲
90	۱۲۔ترجمہ میں تفردات	۴۲
91	۱۳۔اشعار کا استعمال	۴۲
92	۱۴۔عقلی تفسیر	۴۳
93	۱۵۔اختصار وطوالت	۴۳
94	۱۶۔سورتوں کا آغاز واختتام	۴۳
95	۱۷۔ترجمانی کا فن	۴۳
96	۱۸۔بے موقع روایات سے اجتناب	۴۳

ebooks.i360.pk

97	۱۹۔سوچ وبچار کا نتیجہ	۴۳
98	۲۰۔محاورات عرب کا لحاظ	۴۴
99	حوالہ جات	۴۵
100	باب دوم تفسیر کا تاریخی جائزہ	۴۶
101	فصل اوّل تفسیر کا مفہوم اور تاریخی پس منظر	۴۷
102	(الف) تفسیر کا لغوی واصطلاحی مفہوم	۴۸
103	تفسیر کا لغوی معنی	۴۸
104	تفسیر کا اصطلاحی مفہوم	۴۸
105	تاویل	۵۰
106	متقدمین کی تعریف	۵۰
107	متاخرین کی تعریف	۵۰
108	(ب) تفسیر کا تاریخی پس منظر	۵۲
109	عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۵۲
110	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پورے قرآن کی وضاحت فرما دی تھی؟	۵۳
111	مصادر تفسیر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصحابہؓ میں	۵۳
112	عہدِ صحابہؓ	۵۳
113	مشہور مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۵۵
114	عہد صحابہؓ کی تفسیری خصوصیات	۵۵
115	تفسیر عہد تابعینؒ میں	۵۶
116	عہد تابعینؒ کے مشہور مفسرین	۵۶
117	عہد تابعینؒ کی تفسیری خصوصیات	۵۷
118	تفسیر عصر تدوین میں	۵۷
119	تفسیری خصوصیات	۵۸
120	تفسیر عصر تدوین کے بعد	۵۸
121	فصل دوم تفسیر کی مختلف اقسام	۵۹

ebooks.i360.pk

122	(ج) تفسیر کی اقسام	۶۰
123	تفسیر بالماثور	۶۱
124	تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں	۶۱
125	تفسیر بالرائے	۶۲
126	رائے محمود	۶۲
127	رائے مذموم	۶۲
128	تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کے متعلق ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کی رائے	۶۳
129	دیگر اقسام	۶۴
130	تفسیر اشاری، باطنی یا صوفیانہ تفسیر	۶۴
131	کلامی تفسیر	۶۴
132	فقہی تفسیر	۶۵
133	تاریخی تفسیر	۶۵
134	نحوی تفسیر	۶۵
135	لغوی تفسیر	۶۵
136	تقلیدی تفسیر	۶۵
137	ادبی تفسیر	۶۶
138	کونی تفسیر	۶۶
139	تجدد پسندانہ تفسیر	۶۶
140	فصل سوم تفسیر کے مختلف رجحانات اور تفردات	۶۷
141	تفسیر کی ضرورت ہر دور میں	۶۸
142	مختلف رجحانات کی تفاسیر	۶۸
143	تفسیری تفردات اور ان کی ناگزیریت	۶۹
144	تفردات کا پس منظر	۶۹
145	تفردات کا معنی و مفہوم	۶۹
146	لغوی معنی	۶۹

ebooks.i360.pk

147	اصطلاحی مفہوم	۷۰
148	تفردات کی تاریخ	۷۰
149	صحابہ کرامؓ کے تفردات	۷۰
150	حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تفردات	۷۰
151	حضرت عمر فاروقؓ کے تفردات	۷۱
152	حضرت عثمان غنیؓ کے تفردات	۷۱
153	حضرت علی کرم اللہ وجہ کے تفردات	۷۲
154	اکابرین کے تفردات	۷۲
155	تفسیر میں تفردات ممنوع نہیں ہیں لیکن تفسیر کی ایک بنیادی شرط ہے	۷۳
156	حوالہ جات	۷۴
157	باب سوم مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر کا جائزہ	۷۶
158	فصل اوّل مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر پر ایک نظر	۷۷
159	اصول تفسیر	۷۸
160	اصول تفسیر کی تاریخ	۷۸
161	تدوینِ اصول تفسیر	۷۹
162	اثریؒ صاحب کے اصول تفسیر پر ایک نظر	۷۹
163	اثریؒ صاحب کے اصول تفسیر کا ماخذ سرسید احمد خانؒ کے اصول تفسیر ہیں	۸۱
164	فصل دوم کیا قرآن کی کوئی آیت منسوخ ہے؟	۸۳
165	جمہور کا نظریہ نسخ	۸۴
166	منسوخ آیات اور شاہ ولی اللہؒ	۸۴
167	جمہور علمائے اہل سنت کے مطابق نسخ کی اقسام	۸۷
168	نسخ کی اقسام	۸۷
169	نسخ کی تین قسمیں ہیں	۸۷
170	ا۔حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں	۸۸
171	۲۔تلاوت منسوخ لیکن حکم باقی	۸۹

ebooks.i360.pk

172	۳۔حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی	۹۰
173	اثریؒ صاحب کا نسخ فی القرآن کے متعلق تصور	۹۲
174	آیت کا سیاق وسباق	۹۲
175	ناسخ ومنسوخ کا جھگڑا کیوں پیش آیا؟	۹۳
176	جائزہ	۹۳
177	نسخ فی القرآن کا انکار کرنے والے علماء ومحققین کی آراء	۹۳
178	منسوخ آیات کے متعلق مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا فتویٰ:	۹۳
179	مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا موقف	۹۳
180	علامہ محمد عبدہؒ مصری کی ''ما ننسخ'' کی تفسیر	۹۴
181	مولانا تقی امینیؒ کا نظریہ	۹۴
182	مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی رائے	۹۵
183	نسخ کے بارے میں شیخ حسین علیؒ کی رائے	۹۵
184	مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا منسوخ آیات کے متعلق موقف	۹۵
185	مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ کی رائے	۹۶
186	مولانا پروفیسر رفیق چوہدری کی رائے	۹۶
187	مکتب اہل بیتؑ کے ایک عالم علامہ سید شرف الدین موسوی کا موقف	۹۶
188	ابوالاعلیٰ مولانا سید مودودیؒ کا نسخ فی القرآن کے متعلق موقف	۹۷
189	ڈاکٹر شمس البصر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ایک مقالہ کا اقتباس	۹۷
190	نسخ فی القرآن کا تجزیہ	۹۷
191	فصل سوم معجزات اور قانون	۱۰۲
192	معجزہ کی تعریف	۱۰۳
193	معجزات کے متعلق تین موقف	۱۰۳
194	اثری صاحب کا معجزات کے متعلق موقف	۱۰۴
195	اثریؒ صاحب معجزات کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہیں؟	۱۰۵
196	جائزہ	۱۰۵

ebooks.i360.pk

197	کیا معجزات عقل اور قانون کے خلاف ہوتے ہیں؟	۱۰۵
198	قانون علت و معلول کا اقرار یا انکار؟	۱۰۵
199	قانون علیت کے دو معنی ہیں	۱۰۶
200	انسان کا علم اور تجربہ محدود ہے	۱۰۶
201	قانون علت کا ٹوٹنا یا نئی علت کا انکشاف؟	۱۰۷
202	وہ معجزات جن میں نیچر کی طاقتوں کا عمل معمول سے زیادہ تیز کیا جاتا ہے	۱۰۷
203	معجزات خلاف قانون نہیں ہوتے مختلف علماء کی آراء	۱۰۸
204	علامہ شبلی نعمانیؒ	۱۰۸
205	سید رشید رضا تلمیذ علامہ عبدہ مصریؒ	۱۰۸
206	ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی	۱۰۸
207	سید مناظر احسن گیلانی ؒ کا موقف	۱۰۹
208	منکرِ معجزات پرویز صاحب کا اعتراف	۱۰۹
209	تجزیہ	۱۱۰
210	حوالہ جات	۱۱۱
211	باب چہارم اثری صاحبؒ کے تفردات کا جائزہ	۱۱۵
212	فصل اوّل معجزات کی اثری تفسیر	۱۱۶
213	(۱) آتش نمرود	۱۱۷
214	جائزہ	۱۱۸
215	(۲) عصائے موسیٰ و ید بیضا	۱۱۹
216	اثری تفسیر	۱۲۰
217	تجزیہ :	۱۲۰
218	(۳) پیدائش مسیح علیہ السلام	۱۲۱
219	اثریؒ تفسیر	۱۲۲
220	تجزیہ	۱۲۲
221	(۴) معجزات مسیحؑ	۱۲۵

ebooks.i360.pk

222	اثری تفسیر	۱۲۵
223	تجزیہ	۱۲۵
224	(۵)بصارتِ یعقوبؑ	۱۲۶
225	اثری تفسیر	۱۲۷
226	جائزہ	۱۲۷
227	(۶)صاحب حوت حضرت یونسؑ	۱۲۷
228	اس کا عمومی ترجمہ	۱۲۸
229	اثری ترجمہ	۱۲۸
230	عمومی ترجمہ	۱۲۹
231	اثری ترجمہ	۱۲۹
232	اثری صاحبؒ کی تفسیر	۱۲۹
233	تجزیہ	۱۲۹
234	حضرت یونسؑ کا واقعہ اور اس سے متعلقہ جدید معلومات	۱۳۰
235	دورِ نبوی ﷺ میں دیو قامت مچھلی کا وجود	۱۳۱
236	مچھلی کے پیٹ میں جانے کے جدید واقعات	۱۳۲
237	(۷) طیر اور جنات کے لشکر اور منطق الطیر	۱۳۳
238	اثری تفسیر	۱۳۴
239	تجزیہ	۱۳۴
240	(۸) ہدہد ایک پرندہ یا سُراغ رساں افسر؟ اور منطق طیر کی تفسیر	۱۳۵
241	ترجمہ	۱۳۵
242	اثریؒ تفسیر	۱۳۵
243	تجزیہ	۱۳۵
244	(۹)نمل چیونٹی یا کوئی خاتون	۱۳۶
245	عمومی ترجمہ	۱۳۶
246	اثری ترجمہ	۱۳۶

ebooks.i360.pk

247	اثری تفسیر	۱۳۶
248	تجزیہ	۱۳۶
249	(۱۰) تختِ بلقیس	۱۳۸
250	عمومی ترجمہ	۱۳۸
251	اثری ترجمہ	۱۳۹
252	تجزیہ	۱۳۹
253	فصل دوم مختلف واقعات کی اثری تفسیر	۱۴۰
254	(۱) سلیمان کی کرسی پر جسد	۱۴۱
255	اثری تفسیر	۱۴۱
256	تجزیہ	۱۴۲
257	(۲) واقعہ ایوبؑ	۱۴۲
258	عمومی ترجمہ	۱۴۳
259	اثری ترجمہ	۱۴۳
260	اثری تفسیر	۱۴۳
261	تجزیہ:	۱۴۳
262	(۳) سرقہِ یوسفؑ	۱۴۴
263	اثری صاحب کا ترجمہ	۱۴۴
264	اثریؒ تفرد	۱۴۵
265	اثری تفسیر	۱۴۵
266	جائزہ	۱۴۵
267	(۴) سحر ہاروت و ماروت	۱۴۶
268	عمومی ترجمہ	۱۴۶
269	اثری ترجمہ	۱۴۶
270	اسرائیلی روایت اور ما نافیہ کی بحث	۱۴۷
271	اصل کہانی	۱۴۷

ebooks.i360.pk

272	تجزیہ	۱۴۸
273	(۵) واقعہ ہابیل وقابیل	۱۴۹
274	اثری ترجمہ	۱۵۱
275	اثری تفرد	۱۵۱
276	فصل سوم متفرق تفردات وامتیازات	۱۵۲
277	(۱)واؤ حرف قسم کا ترجمہ	۱۵۳
278	(۲)بسم اللہ کا ترجمہ	۱۵۳
279	(۳) یستحیون کا ترجمہ	۱۵۴
280	(۴)سجدہ ملائکہ کا مفہوم	۱۵۴
281	(۴) آدم سے مراد بنی نوع انسانی	۱۵۵
282	(۵) قادیانی مرزائی کو احمدی کہنا درست نہیں	۱۵۵
283	(۶)عابد کا ایک اور مفہوم	۱۵۵
284	(۶) امی وامیت کا ترجمہ	۱۵۶
285	(۷)ابابیل سے مراد؟	۱۵۶
286	(۸)حبل کا مفہوم	۱۵۶
287	عام ترجمہ	۱۵۶
288	اثریؒ ترجمہ	۱۵۷
289	تفسیر	۱۵۷
290	(۹) مکر کا مفہوم	۱۵۷
291	عام ترجمہ	۱۵۷
292	اثری ترجمہ	۱۵۷
293	تفسیر	۱۵۷
294	(۱۰) رفعِ طور	۱۵۸
295	اثری صاحبؒ کا ترجمہ وتفسیر	۱۵۸
296	۱۱)تسخیر اور تسبیح جبال وطور	۱۵۹

ebooks.i360.pk

297	اثری تفسیر	۱۵۹
298	(۱۲) قربانی کے وقت حضرت اسماعیلؑ کی عمر	۱۵۹
299	(۱۳) اسماعیلؑ ذبح ہوئے ہیں لیکن ان کے ذبح سے مراد کچھ اور ہے	۱۶۰
300	(۱۴) ضرب بالعصاء کے مطالب	۱۶۰
301	عمومی ترجمہ	۱۶۰
302	اثری ترجمہ	۱۶۱
303	اثری تفسیر	۱۶۱
304	(۱۵) خضرؑ کا لڑکے کو قتل کرنا	۱۶۱
305	(۱۶) بنی اسرائیل میں قتل کا ایک واقعہ	۱۶۲
306	اثریؒ تفسیر	۱۶۲
307	(۱۶) جن انسان بھی ہوتے ہیں؟	۱۶۳
308	(۱۷) سیدہ مریمؑ نبی تھیں	۱۶۳
309	حوالہ جات	۱۶۴
310	خلاصۃ البحث	۱۶۹
311	اشاریہ قرآنی آیات	۱۷۱
312	اشاریہ احادیث	۱۷۸
313	اشاریہ اعلام	۱۷۹
314	اشاریہ اماکن	۱۸۴
315	مصادر و مراجع	۱۸۵
316	Summary of Discussion	۱۸۸

ebooks.i360.pk

تفسیر عروۃ الوثقیٰ از مولانا عبدالکریم اثریؒ کے تفردات کا علمی جائزہ

An Analysis of the Uniques of Molana Abdul Kareem Asri in the Tafseer Urwa Tul Wusqa

Abstract

Moulana Abdul Kareem Asri was born on 1935 in district Gujrat.He,basically, belonged to maslak Ahl -e- Hadith.But he is known as a Hadith rejector.

Moulana Asri wrote around 200 books and research articles which all contain his research on different religious topics.His style was unique and different from traditional scholars in understanding Quran and Hadith.Thats why his opinions are not generally accepted by common religious scholars. However, he demanded Muslim scholars to adopt a different route and also think about lot of religious issues in this way. Islamic research,infact, is the modern equivalent to ijtehad.It is not to discover in Islam something essentially new or that which was unknown to our forefathers.It is not a mould Islam to the vagaries of time and place or to caprice of human emotions and passions.Ijtihad is simply an effort to extend the basic and inherent values of Islam to meet new situations and solve new problems.

The purpose of this article is to highlight the unique research work of Moulana Abdul Kareem Asri.This review article deals with his unique and wonderful ideas which give us a new horizon in understanding the core issues and concepts of islam.In this article Moulana's such ideas

ebooks.i360.pk

were analyzed from his tafseer Urwa tul Wusqa.One of his unique and famous researches is about miracles of prophets particularly birth of jesus without father.Moulana Asri rejects miracles in light of laws of nature.

ebooks.i360.pk

مقدمہ

قرآن کریم نوعِ انسانی کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے اور نبی کریم ﷺ کی صداقت پر دائمی معجزہ ، اس نے اپنے نزول کے ساتھ تاریخِ عالم کا دھارا بدل دیا اور پھر اپنی جامعیت اور گہرائی کے اعتبار سے ہر دور میں انسانی عقل وفکر کیلئے رہنما ہے۔اس کی زبان معجزانہ اور انداز بیان اچھوتا۔اس کی تفسیر وتاویل، اعجاز واعراب، تاریخ وجغرافیہ، اسلوبِ بیان وغیرہ پر جس قدر لکھا جاچکا ہے وہ بھی معجزہ سے کم نہیں۔

مفسرین کرامؒ نے ہر دور میں اپنے خصوصی ذوق اور ماحول کے مطابق اس کی خدمت کی ہے اور تفسیر کے لئے مخصوص مناہج اور اُصول اپنے سامنے رکھے ہیں۔دوسری صدی کے علماء کی تفاسیر پر نظر ڈالیں تو وہ قرآن کریم وسنت کی تفسیر کے ساتھ ساتھ اکثر طور پر صرف صحابہ وتابعین کے اقوال پر مشتمل نظر آئیں گی مگر اس کے بعد ہر دور میں علوم تفسیر میں اضافہ ہی نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانے یا کسی خاص نسل کے لئے نازل نہیں فرمایا بلکہ ہر زمانے اور ہر نسل کے لئے ہے، ہر زمانے اور قوم میں قرآن تازہ ہے اور اس کی تازگی کبھی ماند نہیں پڑتی۔اگر کوئی اسے ہزار دفعہ پڑھ لینے کے بعد ایک دفعہ پھر پڑھے تو اس کے لئے قرآن کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ آیت کل سمجھ لی تھی لہٰذا آج اس کے اندر کوئی جدید مطلب موجود نہیں ہے بلکہ قرآن تہہ بہ تہہ حقیقت ہے۔

موضوع کا انتخاب وتعارف:

قرآن مجید کے ایجاز اور اعجاز کو بہت سے اہل علم نے نمایاں کیا۔قرآن مجید ایک حیرت کدہ ہے۔جو بھی اس میں اترا کوئی عجیب بات دریافت کرلایا۔اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے عجائب قیامت تک ختم نہیں ہوں گے۔ ہمیں اس کے مظاہر تاریخ کے ہر دور میں دکھائی دیتے ہیں۔

عصر حاضر میں مولانا عبدالکریم اثریؒ صاحب نے ایک نئے رنگ میں تفسیر لکھی ہے ۔اثریؒ صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر وتبیین کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا۔قرآن مجید میں غور وفکر کے سلسلہ میں انہوں نے تفسیر القرآن بالقرآن کے ساتھ ساتھ قرآنی سیاق وسباق اور عربی زبان کی معرفت کو فیصلہ کن اہمیت دی ہے۔اس مقالہ میں اس تفسیر کے تفردات کا علمی جائزہ لیا گیا ہے۔

موضوع کی اہمیت :

قرآن مجید عالمین کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہے لیکن اس کی تفاسیر خاص زمانوں کے لئے ہیں یعنی ضروری ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے حالات کے مطابق قرآن کی تفسیر کریں۔قرآن میں فصاحت وبلاغت، حکمت اور اوصاف کلام کا ایک ایک چمن کھلا ہوا ہے۔اس کی جامعیت، ہمہ گیری اور وسعت کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔اس لئے اس کی عربی ذوق اور عربیت کے مطابق تشریح وتفسیر نہایت ضروری ہے۔

ebooks.i360.pk

مسئلہِ تحقیق:

تحقیق کا بنیادی سوال یہ ہے کہ مذکورہ تفسیر کے تفردات کس نوعیت کے ہیں؟ اوران کی علمی حیثیت کیا ہے؟

مقاصدِ تحقیق:

میں یہ چاہتا ہوں کہ مولانا عبدالکریم اثری کے اصول تفسیر اور تفسیر پر موجود کام کا اسلاف کے مناہج تفسیر سے تقابلی جائزہ لوں تا کہ واضح ہو سکے کہ کیا یہ ایک شے کے دورُخ ہیں یا ان میں اختلاف ہے؟ اور علمی نکات سامنے لائے جاسکیں۔

منہج تحقیق:

موضوع کے حوالہ سے حتی الامکان اصل مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ بنیادی مصادر کی عدم دستیابی کی صورت میں ثانوی مصادر سے بھی کام لیا گیا ہے۔ میرا منہج تحقیق بیانیہ اور کتابی نوعیت کا ہے اور اس مقصد کے لئے زیادہ تر لائبریریوں سے استفادہ کیا ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسے تحقیقی ذرائع بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ:

میری معلومات کے مطابق پاکستان کی کسی یونیورسٹی میں تفسیر عروۃ الوثقیٰ پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا جو کہ توجہ طلب امر ہے۔ جبکہ یہ تفسیر عصر حاضر کے حالات کے پیش نظر اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقالہ ہذا میں اس تفسیر کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں اس سلسلے مین جو کام کیا گیا ہے اس کا ایک سرسری جائزہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:

باب اوّل:

مفسر مولانا عبدالکریم اثریؒ اور تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف

یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے

فصل اوّل :

مولانا عبدالکریم اثریؒ کی حیات وخدمات

اس فصل میں مولانا اثریؒ کی پیدائش سے وفات تک کے حالات اوران کی خدمات کے بارے لکھا گیا ہے۔

فصل دوم:

تالیفات اور نظریات

اس فصل میں اثریؒ صاحب کی تصنیفات وتالیفات کا تعارف پیش کیا گیا ہے اوران کے نظریات اور مسلک کا بھی

ebooks.i360.pk

جائزہ لیا گیا ہے۔

فصل سوم :

تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف

اس فصل میں اثری صاحبؒ کی تفسیر کا تعارف پیش کیا گیا ہے تفسیر کے اہم ماخذات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن سے اس تفسیر کے لئے استفادہ کیا گیا ہے۔

باب دوم:

تفسیر کا تاریخی جائزہ:

فصل اول :

تفسیر کا مفہوم اور تاریخی پس منظر

اس فصل میں تفسیر کا معنی مفہوم اور تاریخی حوالے سے پس منظر بیان کی گیا ہے جس میں عہد رسالت ﷺ سے اب تک کے مختلف ادوار اور ان میں تفسیر کے بدلتے ہوئے مزاج کا ذکر کیا گیا ہے۔اور تفسیر کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

فصل دوم:

تفسیر کی اقسام

اس فصل میں تفسیر کی مختلف اقسام اور ان کا تعارف دیا گیا ہے۔

فصل سوم:

تفسیر کے مختلف رجحانات اور تفردات

اس فصل میں تفسیر کے ضمن میں کی جانے والی مساعی کے مختلف رجحانات اور تفردات کا ذکر کیا گیا ہے اور اکابرین کے تفردات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

باب سوم:

مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر کا جائزہ

گزشتہ ابواب کی طرح یہ باب بھی تین فصول پر ہی مشتمل ہے۔جن کی تفصیل یہ ہے:

ebooks.i360.pk

فصل اوّل :

مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر پر ایک نظر

اس فصل میں اثری صاحب کے بیان کردہ اصول تفسیر لکھے گئے ہیں جو کہ سرسید احمد خان کی تفسیر سے ہو بہو نقل کئے گئے ہیں جیسا کہ اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے۔

فصل دوم:

کیا قرآن کی کوئی آیت منسوخ ہے؟

اثری صاحبؒ کے اصول تفسیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن کی کوئی آیت بالکلیہ منسوخ نہیں ہے اس فصل میں قرآنی سیاق وسباق اور مختلف علماء کی آرا کی روشنی میں اسے پرکھا گیا ہے۔

فصل سوم :

معجزات اور قانون

اثری صاحب فروعی لحاظ سے مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن عقائد کو نظریات کے لحاظ سے انہیں نیچری یا عقلیت پرست کہا جا سکتا ہے۔اصول تفسیر میں ان کے بیان کردہ قانون علت ومعلول،سنت اللہ اور معجزات کے امکان کا عقل وفکر اور علماء کی آراء کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔

باب چہارم:

تفسیر عروۃ الوثقیٰؒ کے تفردات کا جائزہ

یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے جو یہ ہیں:

فصل اوّل:

معجزات کی اثریؒ تفسیر

اس فصل میں قرآن میں اثری صاحبؒ کی تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں بیان کردہ معجزات اور محیر العقول واقعات کی تفسیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

فصل دوم:

مختلف واقعات کی اثریؒ تفسیر

قرآن میں بیان کردہ مختلف واقعات کی عروۃ الوثقیٰ مین وارد تفسیر کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ebooks.i360.pk

فصل سوم:

متفرق تفردات اور امتیازات

اس فصل میں اثری صاحبؒ کے مختلف تفردات اور امتیازات کی نشاندہی کی گئی ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں بیان کئے ہیں۔

ebooks.i360.pk

Preface.

Islam is complete code of life for human beings and the eternal miracle of truth of Prophet (PBUH). Quran with its revelation has changed the discourse of world and its history and then remained the source of guidance in any age. Its language and style, miraculously untouched. Its Exegesis and interpretation, history, Geography, Style of statement, comprehension is not less than any miracle.

Exegetes have served according to their specific tastes and atmosphere at all times and specific and principles put forth its commentary. If you look at the interpretation of the second century scholars who interpret the Quran and Sunna ,As well as the often only be seen by the sayings of the Companions and their followers, but then increased in each round Sciences of Commentary.

Allah has not sent down Quran to any particular time or any particular ethnicity, instead it was revealed for every time and for every generation, in every age and nation, its refreshing sense never ends even you read it for thousand times. The person may never said that this verse I have understood last day and today there is no newness in it rather Quran has many folds of realities.

Selection and Introduction of topic.

Many scholars have put light on the brevity and miraculous nature of Quran. Quran is an amazing forum. Any person dive into it will discover something new from it all the time. The last messenger (PBUH) of Allah has said that its miracles will never ends and its

ebooks.i360.pk

reflections will be noticed in e very round of the time and ages.

In current times, Molana Abdul Karim Asri has written its commentary in such a new way that has shown us a new dimension of thinking. Asri has devotes his entire life for the study of Quran. In his commentary, he has given a decisive power to Tafseer Quran by Quran, reference to the context of verses and knowledge of Arabic language.

In this article, his work has been reviewed for knowledge.

Importance of topic.

Quran majeed is for universes and for every time but its commentary remains only for that time when it was written. It means it was the need of that time only to understand Quranic guidance. Quran is diversified in its oratory, rhetoric, wisdom and attributes of words. Quran has the comprehensiveness, versatility and breadth, that's the reason it is necessary to do its commentary and interpretation keeping in view all its aspects mentioned above.

The work in this context have been done, its overview of the main thesis is given below.

Research Problem.

The main question of the research is which kind of individuality is present in Tafseer Urwat ul Wosqa? And what is its cognitive status?

Objective of Research.

I would like to compare the principles of commentary set Molana A Karim Asri and work done on commentary by our predecessors, so that it could be clear either these two are the different sides of the

ebooks.i360.pk

same coin or there is really a massive difference, and the scientific points could bring into light.

Research Methodology.

With reference to the topic best possible effort practiced to use actual sources. In absence of primary resources, secondary resources used. My research methodology is descriptive and theoretical nature and for this purpose, mostly libraries visited and benefited. Computers and the Internet as research tools are brought into use.

Literature Review.

As for as my information is concerned, in any university of Pakistan, no research work has been done on tafseer Urwat Ul Wosqa at MA, M. Phil or PhD level, that is matter of concern, so I have chosen it. This commentary is more suitable for such purpose keeping in view the contemporary conditions of Pakistan. Keeping in mind its importance I have chosen this commentary for my thesis.

Chapter 1:

Introduction to Molana Abdul Karim Asri and its commentary "Urwat Ul Wosqa" that consist on 3 sub chapters.

Sub Chapter1:

Life and services of Molana A. Karim Asri. This subchapter covers his whole life, birth to death.

Sub Chapter2:

His writings and ideologies. This subchapter covers his whole publications and compilation, ideology and views.

Sub Chapter3:

ebooks.i360.pk

Introduction to Tafseer Urwat Ul Wosqa. This subchapter covers the introduction of his tafseer and the resources which he used to compile his work.

Chapter2:

Historical background of Commentary.

It also has 3 subchapters.

Sub chapter 1:

The meaning of commentary and historical background.

This subchapter covers all the meaning and interpretations, historical background since the time of Prophet Muhammad (PBUH) till to date with changing time and changing moods. Types of commentaries have also been mentioned.

Sub chapter 2:

Types of commentaries.

This covers Different types and their introduction.

Sub chapter 3:

Trends and individuality in commentaries.

This covers the efforts regarding Commentary that consist on Different trends and individuality. Elderly Scholars individuality was also mentioned.

Chapter 3:

Preview of Principles of Commentary written by Molana A Karim Asri.This chapter also consist of 3 subchapters. Detail is given below.

Sub chapter 1:

A review on principles of commentary of Molana A Karim

ebooks.i360.pk

Asri.

In this.

I have mentioned the principles of commentary set by Asri sb those are the ditto copy of Sir Syed Ahmad Khan that was proven in this thesis.

Subchapter 2:

Is there any verse which is canceled?

One principle of Asri sb is this that no one verse of Quran is canceled at all. This principle was analyzed in the light of Quranic reference to the context and different opinions of different scholars.

Sub chapter 3:

Miracles and law.

In terms of ideas Asri sb was Ahle Hadis but beliefs with reference to ideas we may say him as rationalist and naturist. In his principles of commentary there is one rule, cause and effect and act of God (Allah) and the possibility of occurrence of any miracles was judged by in the light of intelligence and consciousness as well as based on different opinions of different scholars.

Chapter 4:

Review of evidence of individuality in interpretation Urwat Ul Wosqa.There are 3 subchapters.

Subchapter 1:

Interpretation of miracles by Asri's view.

In this subchapter Miracle and all the other events beyond the consciousness was described.

Sub chapter 2:

Asri's veiw of interpretation of different events.

Different events of Quran was further described by Him was analyzed and reviewed.

Sub chapter 3:

Miscellaneous individualities and Distinctions.

In this subchapter, the individualities and Distinctions, what Asri sb has written in his Tafseer Urwat ul Wosqa were pointed out?

ebooks.i360.pk

باب اوّل
مفسر مولانا عبدالکریم اثریؒ
اور
تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف

ebooks.i360.pk

فصل اوّل
مولانا عبدالکریم اثریؒ
کی حیات وخدمات

ebooks.i360.pk

(الف) حالات زندگی

پیدائش

مولانا عبدالکریم اثریؒ کی پیدائش منڈی بہاؤالدین کے قریب گاؤں ٹبی مالوال میں خاندان جٹ سپرا میں ہوئی۔ خاندان ''جٹ سپرا'' کے کچھ لوگ دریائے چناب کے اِس پار اور کچھ دریا کے اُس پار آباد ہیں۔ اِس پار سے مراد ٹھٹھہ عالیہ ضلع گجرات جو اس وقت دو ضلعوں میں تقسیم ہو کر گجرات اور منڈی بہاؤالدین ہے اور اُس پار سے مراد حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ ہے۔ اس وقت دونوں اطراف کے زیادہ تر لوگ بڑے شہروں میں آباد ہو چکے ہیں جیسے کراچی، لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد وغیرہ۔ مولانا اثریؒ کے والد صاحب کا نام فضل کریم تھا، مولانا کے ایک بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ پیدائش خاندانی تحریرات کے مطابق اپریل ۱۹۳۴ء ہے اور سکول، شناختی کارڈ کے لحاظ سے مارچ ۱۹۳۵ء ہے۔

ابتدائی تعلیم

تقسیم ہند سے قبل پرائمری پاس کر کے ایک دیوبندی عالم دین علامہ عبدالمجید صاحبؒ کے ہاں دینی تعلیم کے حصول کا آغاز ہی کیا تھا کہ اسی دوران اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان معرض وجود میں آ گیا اور آپ کے والد فضل کریم اپنی زمینداری کے سلسلے میں اپنے سابقہ گاؤں ٹھٹھہ عالیہ جو دریائے چناب کے قریب واقعہ ہے آ بسے۔ یہاں اپنے قریبی قصبہ جوکالیاں سے ۱۹۴۹ء میں مڈل پاس کیا اور قصبہ ہیلاں سے ۱۹۵۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور دینی تعلیم کی تکمیل کے شوق میں گجرات شہر چلے آئے۔

اثریؒ صاحب کے اساتذہ

اثری صاحبؒ کے ابتدائی استاذ مولانا عبدالمجید صاحبؒ تھے ان کے بعد گجرات میں جامعہ امینیہ کے مہتمم مولانا محمد امینؒ کی خدمت میں رہے اور بعد ازاں گجرات ہی میں علامہ عنایت اللہ شاہ گجراتیؒ سے فیض حاصل کیا۔

دینی تعلیم کے حصول کے لئے حافظ عنایت اللہ اثریؒ وزیر آبادی کی خدمت میں

اس کے بعد بہت سے اداروں سے ہوتے ہوئے تحقیق و جستجو کا جذبہ انہیں ۱۹۵۳ء میں حافظ عنایت اللہ اثریؒ کے پاس لے آیا۔ ان کا تعلق وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے تھا یہاں حافظ صاحبؒ کے ہی ہو کر رہ گئے۔

حافظ عنایت اللہ اثریؒ وزیر آبادی کا مسلک و مشرب

حافظ صاحب مسلکاً اہل حدیث تھے لیکن روایتی انداز سے ذرا ہٹ کر تھے، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولوی فضل الٰہی وزیر آبادی کے شاگردوں میں سے تھے اور علامہ محمد اسماعیلؒ (ڈھونکی) ضلع گوجرانوالہ، علامہ ثناء اللہ

ebooks.i360.pk

امرتسریؒ، علامہ میر سیالکوٹیؒ، علامہ سید محمد داؤد غزنویؒ وغیرہ کے ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران ان کے آپس میں گہرے تعلقات تھے۔ بعد میں علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو جب جماعت نے بعض اختلافات کے باعث الگ کر دیا اور غزنوی اور روپڑی اور خانپوری خاندانوں نے مل کر موصوف کو سخت تنگ کیا۔ یہ بھی ان سب سے الگ ہو گئے اور تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو یہ لوگ مستقل دھڑوں میں تقسیم ہو گئے تو حافظ عنایت اللہؒ سب ساتھیوں کے ساتھ ملتے رہنے کے باوجود کسی بھی ایک گروہ کا ساتھ نہ دیا اور باقاعدہ کسی گروہ میں شامل نہ ہوئے۔(۱)

اپنے نام کے ساتھ اثری کا لفظ لگاتے تھے اور اس حوالے سے اپنی تصنیف القول المختار و بیان المختار صفحہ ۲۱۹ پر "اثری " کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اثر سے اصطلاحاً و لُغۃً حدیث اور اس کی روایت مُراد ہے اہل حدیث کو اہل اثر یا اثری کہا جاتا ہے اور کتب احادیث و آثار مشہور ہیں"۔

مولانا عبدالکریم اثریؒ کا مسلک

عبدالکریم اثریؒ صاحب بھی بنیادی طور پر اہل حدیث ہی تھے اور حافظ عنایت اللہ اثریؒ کی طرح اثری کا لاحقہ استعمال کرتے تھے ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

''میں اپنے نام کے ساتھ اثری کا لاحقہ استعمال کرتا ہوں، کیوں؟ معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ کے منقولات کو آثار کا نام دیا جاتا ہے اور جو لوگ صحابہ کرامؓ کے منقولات کا احترام کرتے ہوئے ان سے استفادہ کرتے ہیں وہ اس لاحقہ کو استعمال کر لیتے ہیں رواجاً یا اعتقاداً یہ بات مجھے پسند آئی اور استاذی حافظ عنایت اللہ رحمہ اللہ بھی اس کو اپنے نام کے ساتھ استعمال کرتے تھے اس دوہری نسبت سے میں نے اس عرف کو منتخب کر لیا جو معروف ہو گیا۔''(۲)

عصری و دینی تعلیم

مولانا عبدالکریم اثریؒ اپنے استاذ حافظ صاحبؒ کے پاس ۱۹۵۷ء میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۰ء میں منشی فاضل اور ۱۹۶۳ء میں عربی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے۔

جذبہ تحقیق کی آبیاری

۱۹۵۳ء میں جب مولانا اثری حافظ صاحب رحمہ اللہ کی شاگردی میں آئے اُس وقت حافظ صاحبؒ تصنیف تالیف کے کام میں مصروف تھے اور جماعتی رسائل یعنی فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ جیسے موضوعات پر تحریر کر رہے تھے لیکن اثری صاحبؒ کو جانفشانی سے تعلیم دی۔ دورانِ تعلیم ہر طالب علم کو جو شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں تو حافظ صاحب نے دِل کھول کر مکمل تحقیق کرنے کے بعد جوابات دیئے۔

ebooks.i360.pk

فن کتابت کا پیشہ

تعلیم کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں خوش نویسی کا فن بھی حاصل کر لیا بلکہ اپنی ضروریاتِ زندگی بھی اسی کام کے ذریعہ پورا کرتے رہے۔ حافظ صاحبؒ موصوف کے مشورہ سے ملازمت نہ کرنے کا فیصلہ کر کے کتابت کے کام میں لگ گئے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ ان کے خاندان کی کیلانی برادری کے اکثر لوگ اس فن سے وابستہ تھے۔ جیسا کہ مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ کا تعلق بھی اسی فن سے تھا۔ مولانا اثریؒ نے مسجد کو اور جمعہ کے خطبہ کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ معیشت کے لیے کتابت کا پیشہ اختیار کیا جس کے باعث انہیں فراغت کا وقت مطلق میسر نہیں آیا بلکہ اپنی ضروریات وحوائج کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ۱۵ سے ۱۸ گھنٹے تک روزانہ کام کیا اور یہ سلسلہ مسلسل ۵۸۔۱۹۵۷ء سے جاری ہو کر ۱۹۹۰ء تک چلتا رہا۔ (۳)

عائلی زندگی:

اثریؒ صاحب نے ۱۹۶۴ء میں شادی کی، ان کی زوجہ مشہور عالم دین مولانا عبد الرحمٰن کیلانیؒ کی بھانجی ہیں۔ اثریؒ صاحب کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں ایک بیٹی بچپن میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئی ان کی باقی اولاد بقید حیات ہے۔ (۴)

امامت وخطابت کی ذمہ داری:

دینی تعلیم حاصل کرنے کے دوران اور ازیں بعد ۱۹۷۵ء تک گوجرانوالہ کے لوگوں کے اصرار پر وہاں قصبہ کنجاہ کی پہلی جامع مسجد اہل حدیث میں مسلسل جمعہ کا خطبہ دیتے رہے۔ شروع میں یہاں مسجد نہیں تھی بلکہ محض ایک تھڑا (چبوترہ) ساتھا لیکن بعد میں وہاں ایک بڑی مسجد تعمیر ہوئی۔

ذریعہِ روزگار:

کتابت کے شعبہ سے وابستہ ہو کر انہوں نے براہِ راست مختلف اداروں سے کام حاصل کیا اور رات دن محنت کر کے اپنے نجی خاندان کی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا دیا۔ اس عرصہ میں مولانا نے ملک کے بڑے بڑے اشاعتی ادارے ہیں جیسے شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ایچ ایم سعید کمپنی، دار العلوم کورنگی، دار الاشاعت اردو بازار، دار القرآن لسبیلہ، قرآن محل، کلام کمپنی، نفیس اکیڈمی کراچی اور نور محمد کتب خانہ جیسے اداروں کا بیشتر کام خود کیا۔ اس سلسلے میں جب کراچی کے کسی مکتبہ کا کام ہوتا تو مہینہ مہینہ بھر وہاں قیام کرنا پڑ جاتا تھا۔ درس

نظامی کی تمام کتب بشمول صحاح ستہ ایک سے زیادہ بار مولانا کے ہاتھ سے مختلف حواشی کے ساتھ تحریر ہوئیں۔ اور معیشت کا سلسلہ کتابت ۱۹۹۰ء کے قریب آ کر ذرا سست روی کا شکار ہو گیا اُس وقت دار القرآن کراچی کے مالک

ebooks.i360.pk

مولوی نور احمد صاحب سے تجوید الحروف قرآنِ کریم کی کتابت کا ایک معاہدہ ہوا تھا کہ اچانک وفات پا گئے اُس وقت تقریباً آدھا کام مکمل ہو چکا تھا لیکن ان کے بیٹوں نے اس کی طباعت سے انکار کر دیا کہ مفتی عبدالرشید صاحب ناظم آباد کراچی نے فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ایسی طباعت جس میں اردو حروف میں قرآنِ کریم کا تلفظ تحریر کیا گیا ہے طباعت شرعاً ناجائز ہے۔ ان کے اس جواب کے بعد اثری صاحبؒ نے اس تجوید الحروف کے قرآنِ کریم کو مکتبہ الاثریہ جناح اسٹریٹ گجرات کے نام سے طبع کرایا اور علمائے کرام کی مخالفت کے باوجود یہ قرآنِ کریم اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مقبول ہوا اور اس وقت اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بہت سے ادارے اس کو طباعت کر رہے ہیں اور اردو خواں حضرات کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

تفسیر قرآن کا کام:

حافظ صاحبؒ کی وفات کے بعد مسجد کی توسیع کا کام ۱۹۸۵ء سے ۱۹۸۸ء تک مکمل ہوا چونکہ مسجد میں درس بھی باقاعدگی کے ساتھ جاری تھا لیکن اس محلہ سے لوگ آہستہ آہستہ اپنی جائیدایں فروخت کر کے دور دراز علاقوں اور کالونیوں میں بسنا شروع ہو گئے اور ہوتے ہوتے محلہ تقریباً بازار اور کاروباری مارکیٹ میں تبدیل ہو گیا جس کے باعث ظہر اور عصر کی نمازوں کے سوا باقی نمازوں میں حاضری کم ہونے لگی خصوصاً صبح کے درس میں لوگوں کا آنا مشکل ہونے لگا۔ جمعہ کے نمازیوں نے تقاضا کیا کہ قرآنِ کریم کی ایک تفسیر نظریات کے مطابق جو یہاں پیش کیے جاتے ہیں ضروری ہے تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ جمعہ کے نمازیوں کے اس تقاضا کے باعث مولانا اثریؒ نے ان سے وعدہ کر لیا اور اس طرح تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا کام شروع ہو گیا یہ کام ۱۹۹۳ء کے دسمبر میں شروع ہوا۔ اور جولائی ۱۹۹۸ء کو مکمل ہوا۔ یہ تمام کام آپؒ نے محض اللہ کی رضا کے لیے بغیر کسی اجرت و معاوضہ کے سرانجام دیا اور کتابت و طباعت کے دوسرے اخراجات اُس وقت کے ناظم انجمن جناب میر الطاف الرحمن کے زیر اہتمام تکمیل کو پہنچے اور یہ اخراجات مسجد کے جمعہ کے نمازیوں نے میر الطاف الرحمن کے ذریعہ پایہ تکمیل تک پہنچائے اور وہی اس تمام کام کے اصل روح رواں تھے۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ کی تکمیل میں آپ رحمہ اللہ کی اولاد نے اور خصوصاً عبدالمنان اثری اور آپ کی صاحبزادی عبیدہ پروین نے تن من دھن لگا کر مکمل دل جوئی سے کام کیا۔(۵)

طبیعت و مزاج:

آپ رحمہ اللہ انتہائی حلیم مزاج خوش الحان، خاموش طبیعت کے مالک تھے۔ میں نے آپ رحمہ اللہ کو پوری زندگی الگ تھلگ رہ کر ہمہ تن اپنے کام میں مشغول پایا۔ ان کے صاحبزادے عبدالمنان کلیم اثری کہتے ہیں:

''۱۹۹۳ء کے دسمبر سے ۲۰۱۵ء تک مجھے آپ رحمہ اللہ کے زیر سایہ کام کرنے کا موقع ملا تفسیر عروۃ الوثقی سے لے کر فروری ۲۰۱۵ کی آخری کتاب سوال اُٹھتا ہے حصہ دوم تک مکمل میں آپ رحمہ اللہ کے ساتھ رہا۔ آپ انتہائی ایماندار، صاف گو تھے۔ ہر چیز کو کہیں نا کہیں ایسے تحریری شکل میں رکھتے تھے کہ سب بھی بھول جائیں تو ان کے پاس کوئی

ebooks.i360.pk

نہ کوئی ایسا پرزا لکھا مل جاتا جس سے حقیقت واضح ہو جاتی۔آپ رحمہ اللہ ہر چیز کو الگ الگ خود ساختہ لفافے میں بند رکھتے اور ہر لفافے کو اپنے ایک تھیلہ میں رکھا کرتے تھے۔اور وہ تھیلہ آپ رحمہ اللہ کے آخری سانس تک آپ رحمہ اللہ کے ساتھ رہا۔''

اولاد واحفاد:

اثریؒ صاحب کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں ایک بیٹی بچپن میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئی ان کی باقی اولاد بقید حیات ہے۔بڑے بیٹے عبدالعلیم طاہر اسلامیات میں ایم فل ہیں اور گوجرانوالہ میں بطور ڈی۔ای۔ٹی تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں دوسرے بیٹے عبدالعظیم سلیم جو اسلامیہ طبیہ کالج فیصل آباد سے فاضل طب و جراحت ہیں اور گجرات میں اپنا مطب چلا رہے ہیں،تیسرے بیٹے مولانا عبدالمنان کلیم صاحب جو اشاعت الاسلام ہائی سکول ٹھٹھہ عالیہ گجرات کو چلا رہے ہیں اس کے علاوہ اثری صاحبؒ کی رحلت کے بعد جامعہ مسجد العنایہ گجرات کی جمعہ کی خطابت وامامت کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔

باقی بہن بھائیوں کی طرح تعلیم وتربیت اپنے والدمحترم اثریؒ صاحب سے ہی حاصل کی جبکہ ابتدائی تعلیم جامعہ اثریہ جہلم اور جامعہ تفہیم القرآن والحدیث گجرات میں بھی حاصل کرتے رہے۔یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت مولانا اثریؒ صاحب کے اہداف وخدمات کی تکمیل کے لئے عبدالمنان کلیم صاحب ہی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں۔چھوٹے بیٹے عبدالسلام شاہد منڈی بہاءوالدین میں محکمہ پولیس میں اے۔آئی۔ایس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔جبکہ بیٹیوں میں سب سے بڑی بیٹی طاہرہ جبیں جامعہ اشاعت الاسلام للبنات ٹھٹھہ عالیہ گجرات کی مہتمم ہیں۔دوسری بیٹی عبیدہ پروین ایم اے اسلامیات ہیں کراچی میں مقیم ہیں اور گھریلو خاتون ہیں۔اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حمیرا جبیں ہیں علوم اسلامیہ اور عربی میں ایم اے کیا ہوا ہے۔اس وقت آئی ایل ایم کالج گجرات سے ایم فل کر رہی ہیں علاوہ ازیں اشاعت اسلام ہائی سکول کی پرنسپل کے فرائض بھی انجام دے رہی ہیں۔

سارے بچے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم سے بقدر ہمت مزین ہیں۔آپؒ کی شفقت پدری سے نماز روزہ کے پابند اور بحمداللہ آپ کی پوری زندگی آپؒ کے فرمانبردار رہے اور آج بھی اس ہموم وغموم سے لبریز دنیا میں اپنا اپنا وقت خوش اسلوبی سے پاس کر رہے ہیں۔آپؒ کے احفاد میں چھ پوتے،آٹھ پوتیاں۔ایک نواسا اور تین نواسیاں۔اور پوتے کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور پوتی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔

تلامذہ:

اثری صاحبؒ کے تلامذہ میں مشہور نام مبشر احمد ربانی کا ہے ان کا تعلق جماعۃ الدعوہ سے ہے مفتی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔یہ لاہور کے رہنے والے اور ابوالحسن مسجد کے امام ہیں،بہت سی کتب کے مصنف ہیں کچھ کتب کے نام یہ ہیں۔

ebooks.i360.pk

آپ کے مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں تین جلد۔تفہیم دین۔مقالات ربانیہ۔احکام ومسائل دو جلد۔ اور ان کی سب سے مشہور ومعروف کتاب کلمہ گو مشرک ہے جس پر ہزار پابندیوں کے باوجود شائع کرنے سے روکا نہ جاسکا۔

دیگر تلامذہ میں ان کی اپنی اولاد میں عبدالمنان کلیم اور طاہرہ جبین جو اثری صاحب کے شعبہ تدریس وتالیف کے مہتمم ومنتظم ہیں۔

فریضہ حج کی ادائیگی:

اثری صاحبؒ کا آخری حج ۲۰۱۴ء میں۔جناب اثری صاحبؒ نے حج کا ارادہ فرمایا تو اپنی طبیعت کے مطابق کسی کو بھی کان وکان خبر نہ دی۔ان کے صاحبزادے عبدلمنان کلیم اثری کہتے ہیں:

''۱۹ ستمبر ۲۰۱۴ء کو جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد ہم دونوں گجرات سے واپس آرہے تھے میں گاڑی ڈرائیو کررہا تھا اور والد محترم رحمہ اللہ میرے ساتھ سیٹ پر تشریف فرما تھے بات چیت ہو رہی تھی کہ فرمایا''یار جانے سے پہلے بیت اللہ کی حاضری کو دل کر رہا ہے'' میں بات سن کر ذرا چوکنا ہوا تو فرمایا''اگر تجھے ایک امانت دوں تو؟'' میں نے کہا انشاء اللہ خیانت نہیں کروں گا۔ فرمایا''چلو پھر میں نے حج پر جانے کا ارادہ کیا ہے اور جب تک چلا نہ جاؤں کسی سے ذکر نہیں کرنا'' میں نے عرض کی درست ہے۔''

۲۸ ستمبر ۲۰۱۴ء کو کراچی سے حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو گئے۔آپؒ کو یہ حج جمعہ کے دن کا نصیب ہوا اور حج سے فراغت کے بعد ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو صبح ۵ بجے کراچی ائیر پورٹ پر آ پہنچے۔

حج سے واپسی پر علالت:

فریضہ حج سے واپسی پر طبیعت میں ناسازی سی رہنے لگی۔۱۸ اکتوبر کا جمعہ آپ نے خود ارشاد فرمایا لیکن کچھ کھانے پینے کا کبھی نام نہ لینے کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے۔پیٹ کی تکالیف اس قدر تھیں کہ کچھ کھائے پئے بغیر بھی پیٹ سے ہاتھ کم ہٹتا تھا مگر زبان پر کبھی بھی اس بات کو نہیں لائے تھے کہ میں کس کرب والم میں ہوں۔تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے سب گھر والے پریشان تھے مگر وہ اپنے کام میں ایسے لگے ہوئے تھے کہ جیسے وہ بالکل تندرست ہوں۔

وفات حسرت آیات:

طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو راولپنڈی الشفاء انٹرنیشنل میں تشریف لے جایا گیا وہاں کے باقی ریفرنس کے علاوہ جامعہ اشاعت اسلام کی ایک طالبہ آپؒ کی بھتیجی بھی اور شاگردہ بھی عمیرہ مریم نے آپ کے ہمراہ ہو کر تمام ٹیسٹوں کو مینج کرتے ہوئے کام کو کافی آسان بنا دیا۔ٹیسٹ رپورٹوں کے بعد آپ کی رپوٹس کو شوکت خانم لاہور اور CMH راولپنڈی میں بھی مختلف ڈاکٹرز حضرات سے کنسلٹ کیا گیا۔آپ کو مختلف مشوروں سے CMH راولپنڈی میں چیک اپ کے لیے لے جایا گیا جہاں سے آپ رحمہ اللہ کچھ مطمئن ہوئے اور خصوصاً اپنے ایک دوست محترم جناب قاسم صاحب اسلام آباد کے

ebooks.i360.pk

کہنے پر آپریشن کے تیار ہو گئے۔

آپریشن کے بعد بھی آپؒ کی کچھ تکالیف میں کمی ضرور ہوئی مگر دن بدن کمزوری بڑھتی گئی اور بیماری نے گھیرا بہت تنگ کر دیا۔ پھر بھی ہمت کر کے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کچھ نہ کچھ وہ اپنی طاقت اس انداز سے اکٹھی فرماتے کہ خطبہ احسن طریقے سے ادا ہوتا اور کسی بھی نمازی تک یہ بات نہ پہنچتی کہ جناب اس وقت کسی ایسی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

۱۱ مارچ ۲۰۱۵ء کو بہت زیادہ تکلیف بڑھی کہ آخر آپ کو ایک بار پھر CMH جانا پڑا۔ آپؒ آخر دم تک فرماتے رہے کہ موت کا وقت مقرر ہے لہٰذا مجھے کسی ایسی تکلیف میں مبتلا نہ کرنا کہ نالیاں لگا کر زندگی کو بڑھانے کی ناکام کوشش کرو بس وقت مشکل ہوتا ہے لہٰذا کوئی آسانی والی بات کہ وقت پورا ہو جائے۔ ۱۳ مارچ جمعہ کے روز صبح ڈسچارج کروا لیے گئے اور راستہ میں تقریباً پونے بارہ بجے کی قریب آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

تجہیز و تدفین:

آپؒ کے حکم کے مطابق جمعہ کا خطبہ عبدالمنان کلیم اثری نے گجرات میں دیا اور جمعہ کے بعد لوگوں کو مطلع کرتے ہوئے اپنے گھر کی راہ لی۔ حضرت کے حکم کے مطابق آپ کو جمعہ کے دن ہی رات ۹ بجے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کے گاؤں ٹھٹھہ عالیہ میں خاموش آنسوؤں کی برسات میں اُن کے والد محترم مولانا فضل کریمؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ ان کے صاحبزادے عبدالمنان کلیم نے پڑھائی۔ نماز جنازہ جامع مسجد صدیقیہ میں ادا کی گئی۔ مسجد جامعہ اشاعت اسلام اور جامعہ کے لان سے ہوتے ہوئے باہر روڈ تک عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ خواتین بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئیں۔ آپ کی طالبات بیٹیاں جنازہ میں شریک ہوئیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ شاید اس بستی ٹھٹھہ عالیہ میں کوئی مرد ایسا نہیں ہو گا کہ جو ٹھٹھہ عالیہ میں موجود ہو اور اُس نے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔ (۶)

ebooks.i360.pk

(ب) خدمات

انجمن اشاعت اسلام:

اثری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے گاؤں ٹھٹھہ عالیہ میں ۱۹۶۴ء میں جامعہ اشاعت اسلام کا قیام فرمایا جس میں طلبہ وطالبات کو قرآنِ کریم کی تلاوت تجوید اور حفظ قرآن کی سہولت دی گئی جس سے بے شمار مقامی اور بعض غیر مقامی بچیاں قرآن کریم کے زیور سے آراستہ ہوئیں۔ اور آج تک ہو رہی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں یہ ادارہ شب و روز مصروف ہے اور اس کی ذیلی شاخیں مختلف خدمات انجام دے رہی ہیں۔

جامعہ اشاعت اسلام للبنات:

اس ادارہ میں قرآن پاک حفظ کرایا جاتا ہے اور ترجمہ قرآن کی کلاسیں بھی لگتی ہیں، بہت سی بچیاں اس ادارہ میں قرآن کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اثریؒ صاحب کی صاحبزادی طاہرہ جبین اس کی مہتمم ہیں۔

جامعہ اشاعت اسلام ہائی سکول:

۲۰۰۰ء میں جامعہ اشاعت اسلام کو ہائی سکول کا درجہ دیا جس میں دینی علوم کے ساتھ عصری تعلیم کو بھی رواں دواں کیا اور اپنے علاقہ کی بچیوں کو خصوصاً عصری تعلیم میں بہت آگے جانے کے مواقع ملے آج الحمدللہ سینکڑوں کی تعداد میں اس علاقہ کی لڑکیاں میڈیکل میں جا کر خدمت میں کوشاں ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے گھروں کو بھی بہترین اور باعزت روزگار بہم پہنچا رہی ہیں۔ اثریؒ صاحب کی چھوٹی صاحبزادی حمیرا جبین اس سکول کی پرنسپل ہیں ٹھٹھہ عالیہ گجرات میں یہ ادارہ علم کی شمعیں روشن کئے ہوئے ہے۔

اشاعت اسلام فری ڈسپنسری:

۲۰۰۱ء میں آپ رحمہ اللہ نے اپنے گاؤں میں اشاعت اسلام فری ڈسپنسری کا قیام فرمایا جس سے پورا علاقہ مستفید ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے۔ اثری صاحبؒ نے گجرات میں اللہ والوں کا قومی دواخانہ کا قیام کیا جو آپ رحمہ اللہ کے بیٹے عبدالعظیم نے بہترین طریقے سے چلایا۔ جو شعبہ طب سے گہرا تعلق رکھتے ہیں انہوں نے ہی اشاعت اسلام فری ڈسپنسری کو سنبھالا دیا۔ یہاں ابتدائی طبی امداد پر مشتمل و دیگر ادویات و سامان موجود ہے۔ ان رفاہی کاموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اثریؒ صاحب خدمت خلق اور رفاہ عامہ کے جذبات سے معمور تھے اور درد دل رکھنے والے انسان تھے۔

تحریک ندائے قرآن:

تحریک ندائے قرآن کا مقصد تمام پاکستان کے لوگوں کو قرآنِ کریم سے روشناس کرانا ہے اور یہ اس کے سوا ممکن نہیں کہ

ebooks.i360.pk

پاکستان کے تمام لوگ اپنے اپنے فکر کی کتابوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف قرآنِ کریم کو اپنی قومی زبان میں سمجھنے کی طرف آئیں اور اپنی زندگی کے ہر پہلو میں قرآنِ کریم سے راہنمائی لینے کی سعی وکوشش کریں۔تحریک نے ازخود یہ ذمہ لیا ہے کہ پاکستان کے ہر گھر تک قرآنِ کریم اردو ترجمہ کے ساتھ پہنچایا جائے اور اس کو سمجھنے کا پیغام ان تک پہنچایا جائے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی اپیل کی جائے۔

جامع مسجد صدیقیہ:

۱۹۸۶ء میں ٹھٹھہ عالیہ جامع مسجد صدیقیہ کی بنیاد رکھی جس میں نہایت خاموشی کے ساتھ نماز کے فرائض کئے۔تہجد کے ساتھ پانچ وقتہ اذان اپنی زندگی میں آپ رحمہ اللہ نے ایسی ذمہ داری کے ساتھ دی کہ آج علاقہ اس کا معترف ہے۔ اذان کی آواز ایسی تھی کہ لوگ کھڑے ہو کر اذان سنتے۔آپ رحمہ اللہ نے پوری زندگی مسجد کو نہ تو ذریعہ معاش بنایا اور نہ ہی اسے کسی فرقہ پرستی کا شکار ہونے دیا۔ یہاں خطابت و امامت کے فرائض اثریؒ صاحب کے چھوٹے بھائی محمود عبد الرشید انجام دے رہے ہیں۔

ارقم کمپوزنگ سنٹر:

ارقم کمپوزنگ سنٹر کا قیام بھی اثری صاحب رحمہ نے فرمایا جس سے آپ کا تمام لٹریچر کمپوز ہوتا۔آپ چونکہ بہترین خطاط بھی تھے اس لیے کمپوزنگ کو پسند تو نہیں کرتے تھے لیکن وقت اور حالات کی ضرورت سمجھتے ہوئے جو نیا رسالہ، پمفلٹ یا کتاب ترتیب دیتے اپنی آنکھوں کے سامنے ہی اس کی کمپوزنگ بھی کراتے۔یہ نام انہوں نے اپنے ایک پوتے کے نام پہ تجویز کیا۔اثریؒ صاحب کے فرزند عبدالمنان کلیم صاحب کمپوزنگ کا کام کرتے ہیں۔

اشاعت اسلام کتاب گھر

یہ ایک کتاب گھر ہے جہاں سے اثریؒ صاحب کی جملہ کتب پمفلٹ ورسائل دستیاب ہیں۔

مکتبۃ الاثریہ

جناح سٹریٹ گجرات میں واقع یہ مکتبہ اسلامی کتب شائع کرتا ہے یہ ادارہ بھی اثریؒ صاحب کا قائم کردہ ہے۔

جامع مسجد العنایہ

مکتبۃ الاثریہ سے ملحق جامع مسجد العنایہ جو اثریؒ صاحب کے استاذ عنایت اللہ اثریؒ کے نام پر ہے۔اس مسجد کو جامع مسجد اہل حدیث بھی کہا جاتا ہے گجرات شہر میں واقع ہے۔اس مسجد میں تادم آخر اثریؒ صاحب جمعہ کی خطابت و امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔اس وقت ان کے صاحبزادے عبدالمنان کلیم خطابت و امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔(۷)

ebooks.i360.pk

فصل دوم

تالیفات اور نظریات

ebooks.i360.pk

(الف) تصنیفات وتالیفات

قرآنِ کریم کی اس تفسیر کے ساتھ مختلف موضوعات پر رسائل کتب کا سلسلہ بھی چلتا رہا اور تکمیل تفسیر کے بعد قرآنِ کریم کے متن کے ساتھ بامحاورہ ترجمہ طبع کرایا گیا تا کہ تفسیر کی ضخامت کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کرنے والے دوست و بزرگ بھی استفادہ کر سکیں اور ازیں بعد ایک قرآنِ کریم لفظی ترجمہ کے ساتھ بھی طبع کرایا گیا کہ بالکل مبتدی حضرات قرآنِ کریم کے متن کے ساتھ تحت لفظی ترجمہ جان سکیں اور ان کے لیے آسانی رہے۔ بحمداللہ یہ قرآنِ کریم بھی باقاعدہ طبع ہورہے ہیں۔

اثری صاحبؒ نے متعدد موضوعات پر علمی تحقیقی کتابیں اور کتابچے تحریر کئے، موصوف لگی لپٹی کہنے کے عادی نہیں تھے خشیت الٰہی اور خوف آخرت کے جذبات سے معمور تھے جو انہیں حق محسوس ہوا اسے ضبط تحریر میں لائے فرقہ واریت اور مسلک پرستی کے سخت خلاف تھے اگرچہ ان کی تحقیقات سے علمی اختلاف کیا جا سکتا ہے بہر حال وہ گرانقدر سرمایہ چھوڑ گئے۔

مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

۱۔تفسیر عروۃ الوثقیٰ ۹ (ضخیم جلدیں)	۲۸۔موت کی یاد
۲۔قرآن کریم تجوید الحروف	۲۹۔ندائے یا محمد یا رسول
۳۔قرآن کریم مترجم (لفظی ترجمہ مع تجوید الحروف)	۳۰۔قرآن کریم اور سبعہ احرف
۴۔قرآن کریم مترجم (لفظی ترجمہ)	۳۱۔سوال اٹھتا ہے
۵۔قرآن کریم مترجم (بامحاوہ ترجمہ)	۳۲۔عورت کا مقام اسلام کی نظر میں
۶۔مختصر المنار (اردو)	۳۳۔ہماری نمازیں اور ہم
۷۔القول المختار والبیان المختار	۳۴۔حلال کیا ہے اور حرام کیا؟
۸۔مجموعہ رسائل اثری	۳۵۔تعزیہ اور ماتم حسین
۹۔اوہام پرستی پر اصرار معجزات	۳۶۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کون ہیں؟
۱۰۔حج اور عمرہ (مکمل طریقہ مع ادعیہ)	۳۷۔خلافت کیوں اور کیسے؟
۱۱۔عربوں کے دور جاہلیت اور ہمارے دور علم وفکر کا تقابل	۳۸۔اولاد کی تربیت کیسے کریں؟
۱۲۔ایصال ثواب کیا ہے؟	۳۹۔فکر آخرت

ebooks.i360.pk

۱۳۔صلوٰۃ الرسول فقہ حنفی کی نظر میں	۴۰۔حدیث کیا ہے؟
۱۴۔قرۃ عینی فی الصلوٰۃ	۴۱۔سود کیا ہے؟
۱۵۔سارے گناہ معاف	۴۲۔ربا کیا ہے؟
۱۶۔رحمت سے مایوس نہ ہو	۴۳۔ صدائے قرآن
۱۷۔وہ ہم میں سے نہیں	۴۴۔قرآن کیا کہتا ہے؟
۱۸۔نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو	۴۵۔حدود اللہ کیا ہیں؟
۱۹ ۔شفاعت کیا ہے؟	۴۶۔بدعات مرگ
۲۰۔تقدیر کیا ہے؟	۴۷۔قربانی اور قربانی کرنے والے
۲۱۔اسلام کیا ہے؟	۴۸۔تقلید کیا ہے؟
۲۳۔جادو کیا ہے؟	۴۹۔المرجوفون فی الصلوٰۃ
۲۴۔طلاق کیوں او کیسے؟	۵۰۔قرآن کریم کا مسلمانوں سے پہلا خطاب
۲۵۔پہلا خطاب	۵۱۔وفات پا جانے والے نومولود
۲۶۔الربا پر اٹھنے والے سوالوں کا جواب	
۲۷ ۔سورہ یٰسین	

ebooks.i360.pk

ڈاکٹر محسن نقوی صاحب کا علمی اعتراف اور ان کی ایک کتاب پر تبصرہ

اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور نامور مذہبی سکالر اور دانشور ڈاکٹر محسن نقوی اثریؒ صاحب کے متعلق کہتے ہیں:

حضرت مولانا عبدالکریم اثری مدظلہ العالی سے پہلی مرتبہ نیاز اُس وقت حاصل ہوا جب یہ حقیر اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر تھا۔ پھر دوسری بالمشافہ ملاقات مرید کے میں ہوئی۔ مولانا سے غائبانہ تعارف اُن کی وقیع کتابوں اور تحریروں کے ذریعے سے پہلے ہی تھا خاص کر اُن کی تفسیر القرآن ''عروۃ الوثقیٰ'' بلاشبہ اردو زبان میں لکھی جانے والی ایک اہم تفسیر ہے اور اچھا خاصہ پڑھا لکھا طبقہ اس سے استفادہ کر رہا ہے۔ مولانا کی ایک اور اہم کتاب جہاد کے موضوع پر ہے (جہاد کیا ہے؟) سردست ہم مولانا عبدالکریم اثری کی ایک معرکۃ الآراء کتاب ''سود کیا ہے؟'' پر کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سود، سودی بینکاری اور غیر سودی بینکاری، اسلامی بینکاری یہ سب اصطلاحات اب خواص کے درمیان سے نکل کر عوام کی زبان پر بھی جاری ہیں اور ان کی مختلف صورتوں پر ''حلال وحرام'' نیز ''جائز اور ناجائز'' کے فتوے عام محفلوں میں بھی سننے میں آتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ''اسلامی بینکاری'' بالکل اسلامی اصولوں کے مطابق ہے جبکہ بعض متدین حضرات ''اسلامی بینکاری'' اور ''سودی بینکاری'' یا ''روایتی بینکاری'' میں کوئی فرق نہیں قرار دیتے بلکہ اُن کے نزدیک یہ ناک کو ہاتھ گھما کے پکڑنے کے مترادف ہے نیز یہ کہ اُن کے خیال میں ''اسلامی بینکاری'' کے نام پر قوم کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔

علامہ عبدالکریم اثری مدظلہ نے اپنی اس کتاب ''سود کیا ہے؟'' میں ''سود'' سے متعلق فقہاءؒ کے روایتی موقف کو بھی بیان کیا ہے اور جدید یا ماڈرن نقطہ ہائے نظر پر بھی گفتگو کی ہے جو ''اسلامی بینک'' قائم کرنے والے ''علماء ومفتیانِ کرام'' نے اختیار کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ مختلف نقطہ ہائے نظر کی فکری وعلمی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص سے استدلال بھی۔

اس کتاب میں مولانا اثری کے موقف کی دو بنیادیں بہت اہم ہیں۔

(۱) الفاظ کیوں کہ متعدد معنی میں استعمال ہوتے ہیں لہٰذا ہر مقام پر کسی لفظ کے معنی اُس کے سیاق وسباق سے متعین ہوتے ہیں۔ ''الربا'' کا لفظ بھی انہیں میں سے ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ''الربا'' میں ''الف لام'' کے داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ''ربا'' کو نہیں بلکہ ''الربا'' (خاص صورت) کو منع کیا گیا ہے۔

حضرت اثری مدظلہ العالی کے زورِ قلم اور جودتِ فہم سے ایک اور اہم بحث جو معرضِ وجود میں آئی ہے وہ ''مال'' کی تعریف سے متعلق ہے جس کے متعلق مولانا کا نظریہ ہے کہ ''مال'' کی ''شرعی'' تعریف ہر زمانے کے ''عرف'' کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ اگر ہم حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک میں ''مال'' کی تعریف پر نظر کریں

ebooks.i360.pk

(الموسوعۃ الفقہیۃ۔ط بالکویت۔ج ۳ص ۳۲،۳۱) تو ان میں سے کسی نے بھی ''مال'' کی تعریف میں ''عرف'' کو کوئی جگہ نہیں دی ہے۔حالانکہ یہ انتہائی اہم امر ہے۔زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے اور کن چیزوں پر نہیں یہ بحث بھی آیہ مبارکہ

''خُذۡمِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً'' (القرآن، التوبہ ۱۰۳)

میں اموال کو عرف کے مطابق طے کرنے سے ختم ہو جاتی ہے۔قابل مبارک باد ہیں مولانا اثری مدظلہ العالی کے اُن کے ''ذہن رسا'' نے قرآن وحدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے حرمت سود پر نئے زاویوں سے بحث وتحقیق فرمائی۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ڈاکٹر محسن نقوی ایم اے پی ایچ ڈی (۹)

اسلامی نظریاتی کونسل میں مذاکرہ:

نیز اسی موضوع پر آپ رحمہ اللہ کو اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرنے کا موقع بھی ملا۔اور آپ رحمہ اللہ نے اس پر خوب داد بھی حاصل کی۔جس کے لیے آج بھی اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے چیرمین جناب خان محمد شیرانی اور جناب خالد مسعود صاحب اور اسلامی نظریاتی کونسل کے اجتہاد کے ایڈیٹر جناب ذیشان سرور صاحب موجود ہیں۔ازیں بعد آپ رحمہ اللہ کو اسلامی نظریاتی کونسل میں مزید بھی مواقع میسر آئے جس میں آپ نے اپنے خیالات کو قرآن وسنت کی روشنی میں بھرپور طریقے سے پیش کیا۔ (۱۰)

ebooks.i360.pk

(ب) مولانا اثریؒ کے معتقدات ونظریات

تحقیق کے باب میں بالعموم اور قرآن فہمی کے باب میں بالخصوص مولانا عبدالکریم اثریؒ صاحب ایک منفرد محقق تھے۔خیالات نہایت اچھوتے اور جدت آپؒ کی فکر کی نمایاں خصوصیات ہیں۔روایت پسندی کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ہر بات کو قرآن وسنت کی نصوص میں دیکھتے ہیں۔اثری صاحبؒ کی تحریروں سے ہر قاری کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپؒ عصر خاضر کے تمام متنوع اور پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے براہِ راست قرآن وسنت سے رجوع کرنے کو ہی اوّلین ترجیح دیتے ہیں۔

آپؒ کی تحریروں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ گیر زواک میں ڈوبی امت کے لئے بھی واحد یہی سبیل ہے کہ تحقیق کے میدان میں صدیوں سے طاری جمود تعطل کو توڑ کر قرآن وحدیث سے ہی اخذ مسائل کا راستہ اختیار کرے۔ان کی بہت سی جزئیات اور استدلال سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر طرزِ تحقیق بلاشبہ ہمارے اسلاف کے اسلوب کے موافق ہے۔

اب اثریؒ صاحب کے کچھ نظریات وتصورات دیے جارہے ہیں

معجزات کے متعلق مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نقطہ نظر:

مولانا اثریؒ فرماتے ہیں:

معجزات کے متعلق آپ یوں سمجھیں کہ یہ نام ایک عرف عام ہے جب کہ قرآنِ کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس طرح کا کوئی ذکر موجود نہیں۔قرآنِ کریم نے انبیاءِ کرام کے قصص میں اور علاوہ ازیں بھی ایۃ، ایات، **مبصرہ، بینہ، بینات اور برھان** وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یا اکثر اور جگہ پر مترجمین نے معجزہ یا معجزات کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یہ لفظ بھی عربی زبان کا ہے لیکن ان معروف معنوں میں یہ نہیں بولا گیا۔جس کسی نے بھی اس طرح کی تحریر کی ہے تو علمائے کرام نے ایسے لوگوں پر یہ اعتراض خواہ مخواہ لگا دیا ہے کہ فلاں شخص معجزات کا منکر ہے۔حالانکہ جو شخص بھی کتاب اللہ کو اللہ کا کلام نبی اعظم وآخر ﷺ کو رسول اور خاتم النبیین تمام انبیاء ورسل، جنت، دوزخ اور آخرت کو مانتا اور تسلیم کرتا ہے اُس کے متعلق ایسی بات کہنا خلاف واقع ہے کیونکہ ان میں ہر ایک چیز ایک آیۃ، مبصرہ اور بینہ ہو کر معجزہ ہے اور آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل دنیا میں آئے اور ان کو بقول علمائے اسلام جتنے بھی معجزات عطا کیے گئے ان سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے جس میں دوسرے تمام معجزات کا ذکر موجود ہے۔اس سب کچھ ماننے اور تسلیم کرنے والوں کے متعلق معجزات کے انکار کا الزام کہاں درست ہے، خود ہی اندازہ کرلیں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر انبیاء کرام کا ذکر موجود ہے اور ہر نبی ورسول کے تذکرہ میں تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں ایک مقام پر الگ الگ جمع کر دیا ہے کسی ایک مقام کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی کہ فلاں جگہ پر ''فلاں'' معجزہ کا انکار کیا ہے،

ebooks.i360.pk

اگر نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ ہر مقام پر واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے معجزات محض وقتی نہیں تھے بلکہ حقیقت کے لحاظ سے وہ مستقل تھے، ہیں اور رہیں گے۔

ہاں! انبیاء کرام کے اکثر واقعات، استعارات، تشبیہات، تمثیلات، محاورات اور روزمرہ کے مطابق بیان کیے گئے ہیں اور یہ چیزیں ہر زبان کے ادب کی جان ہیں اور قرآنِ کریم میں بھی ان کا اکثر استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات اہل علم پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ان کے استعمال سے ہی دریا کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے اور قرآنِ کریم میں بھی ایسا کیا گیا ہے کہ ایک ایک اشارہ اور استعارہ اپنے اندر بحر ذخار رکھتا ہے۔ اس طرح کسی بھی نبی و رسول کا معجزہ کوئی شعبدہ نہیں تھا کہ اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی بلکہ ہر ایک معجزہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ (۱۱)

جہاد کے متعلق علامہ عبدالکریم اثری رحمہ اللہ کا نظریہ:

جہاد اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے جس کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم قتال بھی ہے اس وقت اغیار کی ریشہ دوانیوں نے مسلمانوں کو ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت قتال پر لگا دیا ہے جو جہاد کے نام سے معروف کر دیا گیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جز وکل کا حصہ ہونے کے باوجود کبھی کل نہیں ہوتا۔ اسلام نے جتنے فرائض مقرر کیے ہیں ان میں سے ہر ایک فرض کی الگ الگ شرائط ہیں اور جب تک کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے اس کی شرائط کو مکمل نہ کیا جائے تو فرض ادا نہیں ہوتا اسی طرح فرض جہاد کی بھی شرائط ہیں اس وقت جہاں جہاں بھی قتال جاری ہے وہ جہاد کی شرائط پوری نہیں کرتا۔ آپ رحمہ اللہ نے مکمل تفصیل اپنی کتاب ''جہاد کیا ہے؟'' میں کر دی ہے۔

سود کے متعلق مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نظریہ:

آپ رحمہ اللہ ''ربا'' اور ''الربا'' کو الگ الگ بیان فرماتے تھے کہ ''الربا'' میں ''ربا'' کی ایک خاص نوعیت ہے ہمارے علماء اور مفسرین کرام اور مترجمین قرآن نے الربا کا ترجمہ ''سود'' کر کے درست عمل نہیں کیا اور نہ ہی ''الربا'' کا تعلق ''بیع'' سے کرنا درست ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم ''الربا'' کو مٹانے کے لیے صدقات وخیرات کو بڑھانے کی دعوت دیتا ہے۔ نہ کہ بیع وشرا میں کمی بیشی کی۔ اس پر آپ رحمہ اللہ نے ایک کتابچہ ''الربا کیا ہے؟'' پھر ایک کتاب ''سود کیا ہے؟'' پھر سوالاً جواباً کتاب ''سوال اُٹھتا ہے؟'' میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

مولانا عبدالکریم اثریؒ کا نظریہ حدیث:

مولانا عبدالکریم اثریؒ اصلاً اہل حدیث تھے لیکن ان پر انکار حدیث کا الزام بھی ہے بلکہ کچھ لوگ انہیں منکر حدیث بھی کہتے ہیں۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مولانا اثریؒ قرآن کی حاکمیت کے قائل تھے کوئی روایت راویوں کی کسوٹی پر کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو اگر متنِ قرآن یا عقل کے خلاف محسوس ہوتی تو اس کی تاویل کرتے اگر تاویل ممکن نہ ہوتی تو اسے نہ مانتے۔ اور اس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ناممکن قرار دیتے۔

تاویل کی مثالیں اس تفسیر میں متعدد ملتی ہیں جیسے مشہور روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نہار ہے تھے اور ان کے

ebooks.i360.pk

کپڑے پتھر لے کر بھاگ گیا، اثری صاحبؒ نے یہاں حجر یعنی پتھر سے مراد گھوڑا لیا ہے۔

ebooks.i360.pk

فصل سوم
تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف

ebooks.i360.pk

تفسیر عروۃ الوثقیٰ کا تعارف

تفسیر عروۃ الوثقیٰ ۹ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اثریؒ نے یہ تفسیر دسمبر ۱۹۹۳ء میں لکھنی شروع کی اور ۱۹۹۸ء کو پایہ ءتکمیل کو پہنچی۔

جیسے جیسے ایک جلد مکمل ہوتی گئی ساتھ ساتھ طبع ہوتی گئی۔ ہر جلد کی تکمیل واشاعت کی تفصیل اس طرح سے ہے

جلد اوّل طباعت ۱۹۹۴ سورہ الفاتحہ تا سورہ البقرہ صفحات ۶۰

جلد دوم،طباعت جولائی ۱۹۹۵ء۔سورہ آل عمران تا سورہ النساء صفحات ۱۰۳۲

جلد سوم،طباعت فروری ۱۹۹۶ء،سورہ المائدہ تا سورہ الاعراف۔صفحات ۸۱۶

جلد چہارم،طباعت جولائی ۱۹۹۶ء،سورہ الانفال تا سورہ ابراہیم۔صفحات ۹۳۲

جلد پنجم،طباعت مارچ ۱۹۹۷ء،سورہ الحجر تا سورہ طٰہٰ صفحات ۸۴۸

جلد ششم،طباعت جولائی ۱۹۹۷ء،سورہ الانبیاء تا سورہ القصص۔صفحات ۱۰۱۲

جلد ہفتم طباعت سن ندارد،سورہ العنکبوت تا سورہ المومن۔صفحات ۹۳۶

جلد ہشتم،طباعت مئی ۱۹۹۸ء سورہ حٰم السجدہ تا سورہ الواقعہ۔صفحات ۹۳۶

جلد نہم،طباعت اگست ۱۹۹۸ء،سورہ الحدید تا سورہ الناس۔صفحات ۱۱۶۸

یہ تفسیر نو ہزار صفحات کے لگ بھگ ہے۔تکمیل تفسیر کے بعد قرآنِ کریم کے متن کے ساتھ بامحاورہ ترجمہ طبع کرایا گیا تاکہ تفسیر کی ضخامت کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کرنے والے بھی استفادہ کرسکیں اور ازیں بعد ایک قرآنِ کریم لفظی ترجمہ کے ساتھ بھی طبع کرایا گیا کہ بالکل مبتدی حضرات قرآنِ کریم کے متن کے ساتھ تحت لفظی ترجمہ جان سکیں اور ان کے لیے آسانی رہے۔یہ قرآنِ کریم بھی باقاعدہ طبع ہو رہے ہیں۔پھر عربی متن کے بغیر صرف اردو مین بھی قرآن مجید کا ترجمہ "المنار "کے نام سے چھپ چکا ہے۔

تفسیر کا نام شاید سید جمال الدین افغانیؒ کے رسالہ عروۃ الوثقیٰ سے متاثر ہو کر رکھا گیا ہو یہ نسبت اثری صاحب کے ترجمہءقرآن "المنار "میں بھی نظر آتی ہے جو سید افغانی کے شاگرد مفتی شیخ عبدہؒ کی تفسیر المنار کے نام پر ہے۔

تفسیر کے نام کے حوالہ سے اثریؒ صاحب فرماتے ہیں:

تفسیر القرآن کے نام عروۃ الوثقیٰ پر بعض دوستوں کو اعتراض ہے کہ یہ نام العروۃ الوثقیٰ ہونا چاہیے تھا چونکہ قرآنِ کریم کی (۲۵۶:۲) اور (۳۱:۲۲) میں بھی یہ لفظ العروۃ الوثقیٰ آیا ہے اس لیے اس معاملہ میں بہت کچھ مزید بھی سننے میں آیا لیکن بندہ کسی تفصیل میں گئے بغیر صرف ایسے تمام دوستوں اور بزرگوں سے عرض گزار ہے کہ جس طرح عروۃ الدلو عروۃ الکوز عروۃ القمیص درست ہے اسی طرح عروۃ الوثقیٰ کو بھی مان لیں اور میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ اس کو طول دینا

ebooks.i360.pk

مناسب نہیں اوراسی طرح یہ بھی کہ عروۃ الوثقیٰ بہت سی شخصیتوں اور تاریخ میں بہت سی کتابوں کے نام بھی معروف ہیں ویسے بھی ناموں پر بحث مناسب نہیں اور صاحب علم بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ جہاں مرکب عطفی گرائمر میں موجود ہیں (۱۲)

تفسیر لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس بارے میں اثریؒ صاحب فرماتے ہیں:

اس تفسیر کے لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اوپر میں نے اشارہ کر دیا ہے اور ویسے بھی یہ سوال کوئی معقول نہیں تاہم اس سلسلہ میں عرض ہے کہ تمام متداول تفاسیر خصوصاً ہماری قومی زبان اردو میں مخصوص مکتبہ فکر کی ترجمانی کرتی ہیں چونکہ فی زماننا تمام مسلمان خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں مختلف مکاتب ہائے فکر میں تقسیم ہو چکے ہیں اور تقسیم در تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے اور ہر مکتبہ فکر کے لوگ دوسرے مکتبہ فکر کی کوئی تحریر دیکھنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ ہر مکتبہ فکر کے علمائے گرامی قدر نے دوسرے فکر کی تردید اس طرح کی ہے کہ نفرت پیدا کر دی ہے اور یہ صورتِ حال سب کی آنکھوں کے سامنے ہے چونکہ میرا تعلق کسی بھی مخصوص مکتبہ فکر سے نہیں ہے۔ میں بالکل الگ اور صرف کتاب وسنت سے براہِ راست استفادہ کرنے والا انسان ہوں اس لیے اس مسجد میں جمعہ ادا کرنے والے دوستوں نے چاہا کہ ایسی تفسیر ہونا ضروری ہے جس پر کسی مکتبہ فکر کی چھاپ نہ ہو بلکہ فقط اسلام کی ترجمانی کرے جو اسلام کی وسعت کو زمانہ کے حالات کے پیش نظر رکھ کر مرتب کی جائے۔

اگر اس تفسیر کو تفسیر بالماثور نہ کہا جا سکے تو تفسیر بالرائے کے الزام سے بھی بری الذمہ ہو۔ اس طرح یہ بھی کہ آج تک جتنی تفاسیر عربی اردو لکھی جا چکی ہیں ان سب سے یکساں ایک جیسا استفادہ کرنے کے بعد اس کے مضامین منضبط کیے جائیں۔ گویا جس طرح میرا یعنی عبدالکریم اثری کا تعلق ملک عزیز کی کسی بھی سیاسی پارٹی یا مذہبی گروہ بندی سے نہیں بالکل اسی طرح تفسیر ''عروۃ الوثقیٰ'' بھی کسی سیاسی پارٹی یا مذہبی گروہ بندی کی ترجمانی نہیں کرتی اور یہی بات اس کے نام سے واضح اور ظاہر ہوتی ہے کہ جس کی طبیعت میں انقباض ہے وہ اس کے قریب نہیں جاتا۔'' (۱۳)

تفسیر اور مابعد مترجم قرآن اور المنار میں بعض مقامات پر ترجمہ میں فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اثری صاحبؒ کے فرزند عبدالمنان کلیم کے بقول اب نئی طباعت مین تفسیر میں نظر ثانی کی جائے گی اور بعض مقامات کے ترجمہ وتفسیر میں تبدیلی لائی جائے گی۔ (۱۴)

ebooks.i360.pk

ماخذات تفسیر

یوں تو مولانا اثریؒ صاحب نے جدید وقدیم سینکڑوں تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور بقول ان کے پھول چُن کر گلدستہ تیار کیا ہے۔ ۹۰ کتب کی فہرست انہوں نے دی ہے جن کتب تفاسیر واحادیث سے "پھول چُن کر " یہ تفسیر قلمبند کی گئی۔ کچھ مفسرین اور مصنفین کا تعارف ذیل میں دیا جا رہا ہے:

۱۔ابن کثیرؒ:

ابن کثیرؒ عالم اسلام کے معروف محدث، مفسر، فقیہہ اور مورخ تھے۔ پورا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر، لقب عماد الدین اور عرفیت ابن کثیر ہے۔آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔تفسیر القرآن العظیم جو تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے اور متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔جس کے متعلق حافظ سیوطی تصریح کرتے ہیں کہ اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی، یہ تفسیر بالروایہ میں سب سے زیادہ مفید ہے۔

۲۔فخر الدین رازیؒ:

محدث، فقیہ۔ فلسفی۔ پورا نام علامہ فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسینی تھا شافعی اور اشعری عقیدہ رکھتے تھے۔علم الکلام میں مشہور تصنیف اساس التقدیس ہے۔ دوسری متداول تصنیف کا نام مفاتیح الغیب ہے جو تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ مفتی محمد خان قادری نے فضلِ قدیر کے عنوان سے اس تفسیر کا مکمل اردو ترجمہ کر دیا ہے۔

۳۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

برصغیر میں جس زمانے میں علماءِ سو کی کثرت تھی اور دین محض رسم و رواج کا نام رہ گیا تھا، احادیث متروک ہو چکی تھیں، شرک خفی وجلی کا بازار گرم تھا ایسے میں آپ نے قرآن کا پہلا فارسی ترجمہ لکھا علاوہ حجۃ اللہ البالغہ جیسی انقلاب آفرین اور اصول تفسیر پر الفوز الکبیر کتابیں تصنیف فرمائیں اور صدیوں سے چھائے ہوئے جمود کو ضربات شدیدہ سے توڑ دیا۔

۴۔شاہ عبدالقادر دہلویؒ:

حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا اردو ترجمہ "موضح القرآن " اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے برصغیر کے مسلمانوں میں "الہامی ترجمہ " کے نام سے مشہور رہا ہے۔اور حقیقت میں یہ قرآن کریم کا واحد ترجمہ ہے جو اردو میں پہلا با محاورہ ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی الفاظ کی ترتیب اور اس کے معانی ومفہوم سے حیرت انگیز طور پر قریب ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس ترجمہ کی تکمیل میں تقریباً چالیس سال جو محنت شاقہ اٹھائی ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ebooks.i360.pk

۵۔شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلویؒ تاریخ اشاعت یا تکمیل :۱۷۷۶م

اردو زبان اوراس کے جملوں کے اسلوب وبناء کی طرف نظر کیے بغیر لفظی ترجمہ کی صورت میں ہرعربی لفظ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ لکھا گیا۔

۶۔سرسید احمد خانؒ:

سرسید احمد خانؒ کا نام برصغیر کے تجدد پسند یا معتزلہ جدید کے بانیان مفسرین ومترجمین قرآن میں آتا ہے۔زبان اگرچہ شستہ، انداز سہل ہے مگر مخصوص عقائد ونظریات کے باعث ان کا ترجمہ وتفسیر علماء کے یہاں ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنے رہے یہاں تک کہ متعدد علماء کرام نے ان کی تفسیر وترجمہ کی تردید میں مستقل کتابیں لکھیں۔تفسیر القرآن کے علاوہ "مقالات سرسید" میں ان کا تفسیری کام موجود ہے۔

۷۔مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلویؒ:

تفسیر فتح المنان المعروف بتفسیر حقانی از مولانا ابومحمد عبدالحق حقانی دہلوی ، یہ تفسیر اور ترجمہ بھی نہایت عمدہ اور عالمانہ ہے۔پہلی بار آٹھ جلدوں میں ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں شروع ہوئی ،متعدد بار چھپ چکی ہے۔

۸۔شیخ الہند محمود الحسنؒ:

حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمے سے استفادہ عام میں کچھ دشواریاں پیش آنے لگیں اس ترجمے کے بعض الفاظ اورمحاورات وقت گزرنے کے ساتھ یا تو متروک ہوگئے یا ان کا استعمال بہت کم ہوگیا اوراس ترجمے سے استفادکرنے میں مذکورہ بالا دشواریاں تھیں ان کو دور کرنے کا ارادہ فرمالیا اس للّٰہیت واخلاص اور احتیاط وتدبر کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ نے مذکورہ بالا دومقاصد سامنے رکھ کر حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمے موضح القرآن میں نظر ثانی اور ترمیم کا کام شروع فرمادیا۔اور آخر ۱۳۳۶ھ میں اس عظیم خدمت کو "موضح فرقان حمید" کے نام سے مکمل فرمایا۔

۹۔مولوی فتح محمد جالندھریؒ:

سادہ، سلیس اور عام فہم ترجمہ فتح الحمید کے نام سے مولوی فتح محمد خاں جالندھری نے کیا جو اپنی سادگی ،سلاست اورعوامی مذاق کا ہونے کے باعث بہت مشہور ہوا۔علماء وعوام نے اس کو بہت پسند کیا۔اس کا پہلا ایڈیشن تقریباً ۱۹۰۰ء میں رفاہ عام پریس امرتسر سے طبع ہوااور برابر چھپ رہا ہے۔یہ ترجمہ (۱۹۶۹م) میں عربی متن قرآن کے بغیر (نورالہدایہ) کے نام سے بھی شائع ہوا۔

ebooks.i360.pk

۱۰۔مرزا حیرت دہلویؒ:

مرزا حیرت دہلوی ادبی ذوق وشوق کے مالک تھے،تقلید جامد کو ناپسند کرتے تھے، بڑے جری اور صاحب علم تھے۔قرآن کا ترجمہ انگریزی وار دو دونوں میں کیا۔زبان شستہ رواں اور بامحاورہ ہے۔اخذ مطالب میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔بعض وجوہ سے ان کے ترجمہ پر بھی بعض علماء کی طرف سے اعتراضات ہوئے مگر انھوں نے ان کی طرف کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۱ء میں کرزن پریس دہلی میں طبع ہوا۔بعد میں بھی اس کے دو ایڈیشن نکلے، آج کل نایاب ہے۔

۱۱۔مولانا وحیدالزماںؒ:

تقریباً ۱۹۰۵ء میں ترجمہ موضح الفرقان اور حاشیہ پر تفسیر وحیدی کے نام سے ایک ترجمہ حضرت مولانا وحیدالزماں حیدرآبادی صاحب المتوفی نے شائع فرمایا۔اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔زبان شستہ رواں اور فصیح ہے۔ اسلوب عالمانہ مگر سلیس ہے۔جا بجا قوسین میں الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے معانی ومطالب کے بیان میں پوری وضاحت ہوگئی ہے۔تفسیر میں ائمہ محدثین کے طریق کو اختیار فرمایا گیا ہے۔

۱۲۔حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ:

ایک آسان،مختصر اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل تفسیر،تفسیر ثنائی کے نام سے حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ (المتوفی ۱۹۴۸ء) نے بھی لکھی۔یہ سات جلدوں میں تیار ہوئی اور پہلا ایڈیشن ۱۸۹۵ء میں طبع ہوا جس کے بعد بار بار طبع ہوئی اور ہو رہی ہے۔مولانا ہی کے ترجمہ کو بنیاد بنا کر اور اس پر منتخب حواشی کا اضافہ کر کے حضرت مولانا محمد داؤد رازؒ صاحب نے ایک نیا ایڈیشن چھاپا۔

۱۳۔مولانا ابوالکلام آزادؒ:

مولانا ابوالکلام آزادؒ متوفی ۱۹۵۸ء کا ترجمہ وتفسیر ترجمان القرآن کے نام سے ان کی شخصیت کی طرح نہایت باوقار اور معتبر ہے۔ادبی چاشنی،شستگی،شگفتگی اور سلاست اس ترجمہ کی خاص خصوصیت ہے،صاحب ترجمہ کی علمیت کا شاہکار ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۱ء میں جید برقی پریس دہلی میں طبع ہوا۔بعد میں ساہتیہ اکاڈمی اس کو چھاپتی رہی پھر مکتبہ جمال لاہور نے چھاپا یہ تین جلدوں میں سورہ المومنون تک تھا چونکہ بعض وجوہ سے یہ نامکمل تھا جس کو حضرت مولانا غلام رسول مہر اور مولانا محمد عبدہ نے مکمل کر دیا ہے۔اس کا نیا ایڈیشن حال ہی میں چھپا ہے۔

ebooks.i360.pk

۱۴۔مولانا اشرف علی تھانوی ؒ:

ترجمہ وتفسیر بیان القرآن یہ ترجمہ وتفسیر مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۹۴۳ء کا ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۸ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے بارہ جلدوں میں طبع ہوا تب سے برابر چھپتا رہتا ہے۔بعض ایڈیشن میں صرف ترجمہ ہی چھپتا ہے۔قرآن شریف کے جو تراجم سب سے زیادہ چھپتے ہیں ان میں اس کا بہت اونچا مقام ہے۔ترجمہ سلیس،سہل اور آسان ہے۔تفسیر میں جن نواحی کو شامل کیا ہے اس سے عوام کم علماء زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۱۵۔مولانا محمد جونا گڑھیؒ:

حضرت مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۴۱) کا ترجمہ وتفسیر محمدی جو دراصل تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہے۔شستہ،شگفتہ،سہل اور آسان ہونے کے سبب بڑا مقبول ہوا۔اپنوں اور پرائیوں سب نے اس کو نہ صرف پسند کیا بلکہ چھاپا اور اس کی اشاعت کی۔۔ترجمہ کی مقبولیت اور معتبریت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس پر مولانا کو داد وتحسین سے نوازا۔جونا گڑھی صاحب نے پہلے اپنے اخبار محمدی دہلی میں ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک اس کو چھاپا تھا اور پھر اس کو الگ چھاپ دیا۔آج کل مشہور فاضل حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے حواشی بنام احسن البیان کے ساتھ جونا گڑھی صاحب کا ترجمہ بڑی آن وبان سے چھپ رہا ہے،مدینہ کا شاہی مطبع مجمع الملک فہد لطباعۃ القرآن الکریم اس کی اشاعت بڑے پیمانے پر کر رہا ہے۔

۱۶۔سید سلمان ندویؒ:

۱۶۔مولانا سید سلمان ندویؒ اردو ادب کے نامور سیرت نگار،عالم،مورخ اور چند کتابوں کے مصنف تھے جن میں سیرت النبی ﷺ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔عالمِ اسلام کو جن علماء پر ناز ہے ان میں مولانا سید سلمان ندویؒ بھی شامل ہیں ،ان کی علمی وادبی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے استاد مولانا شبلی نعمانیؒ سیرت النبی ﷺ کی پہلی دو جلدیں لکھ کر انتقال فرما گئے تو باقی چار جلدیں سید سلمان ندویؒ نے مکمل کیں،دارالمصنفین اعظم گڑھ قائم کیا اور ایک ماہنامہ معارف جاری کیا۔

۱۷۔مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ:

اوسط درجہ کے تعلیم یافتہ حضرات اس ترجمہ اور تفسیر کے مخاطب ہیں۔مولانا مودودی صاحب نے اپنی علمی قابلیت،تجربہ اور علوم وافکار جدیدہ سے اپنی واقفیت اور ادب وانشاء کی مہارت کا پورا پورا استعمال اپنی اس تفسیر تفہیم القرآن میں کیا ہے۔ترجمہ بجائے ترجمہ کے ترجمانی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔۱۹۷۲ء میں یہ عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔اس کی کل چھ ضخیم جلدیں ہیں۔ترجمہ وتفسیر علماء کے مقابلہ جدید تعلیم یافتہ اشخاص میں زیادہ مقبول ہوا۔تفسیر کے بغیر صرف ترجمہ

ebooks.i360.pk

بھی چھپ چکا ہے۔اس کے علاوہ مولانا کی کتب "تفہیمات" اور "رسائل ومسائل" سے بھی اثری صاحب نے استفادہ کیا ہے۔

۱۸۔مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ:

مفتی محمد شفیع عثمانی تحریک پاکستان کے ایک اہم رہنما اور مفتی اعظم پاکستان تھے۔آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی دعوت پر اپنا آبائی وطن دیو بند چھوڑ کر پاکستان ہجرت کی۔آپ کا شمار دارالعلوم دیو بند کے اہم استازہ میں ہوتا تھا۔پاکستان آکر سب سے پہلے پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں شریک ہوئے اور قائداعظم کے وعدوں کے مطابق پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے راہ ہموار کیں۔آپ نے کراچی کے علاقے کورنگی میں ایک وسیع وعریض مدرسہ جامع دارالعلوم کراچی قائم کیا جو آج پاکستان کا سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔تفسیر معارف القرآن اردوزبان کی ایک مایہ ناز تفسیر ہے جو کہ مفتی اعظم پاکستان کے قلم کا شاہکار ہے۔

دورحاضر میں معارف القرآن کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں عام فہم انداز اختیار کیا گیا ہے اور عصر حاضر کے مسائل کا شرعی حل پیش کرتے ہوئے نئی نسل کی بھرپور راہنمائی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔مفتی شفیع صاحب نے اس تفسیر میں جہاں تفسیری نکات وتشریحات درج کی ہیں وہاں جدید فقہی مسائل اور احکام کے قرآن مجید سے استنباط پر بھی خاص توجہ دی ہے،قرآن مجید کی تاریخی تحقیقات اور مذاہب باطلہ کا مدلل جواب اس پر مستزاد ہے۔

۱۹۔مولانا امین احسن اصلاحیؒ:

مولانا امین احسن اصلاحیؒ مدرسہ فراہی کے ایک جلیل القدر عالم دین،مفسر قرآن اور ممتاز ریسرچ سکالر تھے آپ امام حمید الدین فراہیؒ کے آخری عمر کے تلمیذ خاص اور انکے افکار ونظریات کے ارتقاء کی پہلی کرن ثابت ہوئے مولانا فراہی کی محنتوں کا نتیجہ تھا کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے ایک ایسی تفسیر قرآن لکھی جو حقیقی معنوں میں فکر فراہی کی غمازی تھی،تفسیر میں صرف ہونے والی اپنی اور استاد کی محنتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

’’تفسیر تدبر قرآن پر میں نے اپنی زندگی کے پورے ۵۵ سال صرف کیے ہیں جن میں ۲۳ سال صرف کتاب کی تحریر وتسوید کی نظر ہوئے ہیں اگر اسکے ساتھ وہ مدت بھی ملا دی جائے جو استاذ امام نے قرآن کے غور وتدبر پر صرف کی ہے اور جس کو میں نے اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی ہے تو یہ کم وبیش ایک صدی کا قرآنی فکر ہے جو آپ کے سامنے تفسیر تدبر قرآن کی صورت میں آیا ہے،اگرچہ میں اپنے فکر کو حضرت الاستاذ کے فکر کے ساتھ ملانا بے ادبی خیال کرتا ہوں،لیکن چونکہ واقعہ یہی ہے کہ میں نے عمر بھر استاذ کے سر میں اپنا سر ملانے کی کوشش کی ہے اور میرا فکر انکے فکر کے قدرتی نتیجہ ہی کے طور پر ظہور میں آیا،اس وجہ سے یہ جوڑ ملانے کی جسارت بھی کر رہا ہوں،اگر یہ بے ادبی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے

ebooks.i360.pk

۔تفسیر تدبر قرآن اگست ۱۹۸۰ء میں مکمل ہوئی۔

۲۰۔مولانا احمد علی لاہوریؒ:

ان کا تعلق علمائے حق کی اس جماعت سے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے نسبت رکھتا ہے جس کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی تھے۔جس کی بنیادیں حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیلؒ نے اُٹھائیں ایک صاف ستھرا سلسلہ ہے جو شروع سے اب تک چلا آ رہا ہے اور جن لوگوں نے اس راہ کو اختیار کیا ہے۔وہ کہیں بھی ہٹے محسوس نہیں ہوتے بلکہ جوانمردوں کا ایک قافلہ ہے جو فکر وتضرع کے ہمرکاب حق گوئی کے سائے میں بڑھتا چلا آ رہا ہے مولانا احمد علی لاہوریؒ اسی جوانمرد،فکری ونظریاتی قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔

۲۱۔محمد علی لاہوری:

محمد علی لاہوری جو دراصل قادیانوں کے ایک فرقے کے نمائیدہ تھے ان کی تفسیر بیان القرآن جو پہلے انگریزی میں شائع ہوئی اور بعد میں اردو زبان میں چھپی ۔بعض خصوصیات کی وجہ سے مسلمانوں میں بھی مقبول ہے اور بہت سے علماء نے استفادہ کیا ہے۔

۲۲۔خواجہ احمد الدین امرتسریؒ:

ان کا تعلق مسلک اہل قرآن سے تھا۔ان کی مشہور تفسیر بیان للناس ۷ جلدوں میں ہے۔جو ۱۹۱۵ء میں امرتسر کے دفتر امت مسلمہ سے شائع ہوئی۔جو بالاقساط ماہنامہ البلاغ میں بھی چھپتی رہی ۔پاکستان میں دوست ایسوسی ایٹس نے چار ضخیم حصوں میں شائع کیا ہے۔یہ ایک نیچری تفسیر ہے۔

۲۳۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہریؒ:

ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ایک عظیم صوفی وروحانی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز مفسر، سیرت نگار، ماہر تعلیم،صحافی، صاحب طرز ادیب اور دیگر بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔تفسیر ضیاء القرآن،سیرت طیبہ کے موضوع پر ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاجواب تصانیف ہیں۔تفسیر ضیاء القرآن ۳۵۰۰ صفحات اور ۵ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر آپ نے ۱۹ سال کے طویل عرصہ میں مکمل کی۔

۲۴۔عبدالماجد دریا آبادیؒ:

عبدالماجد دریابادی ۱۶ مارچ ۱۸۹۲ء کو دریاباد،ضلع بارہ بنکی، بھارت میں ایک قدوائی خاندان میں پیدا ہوئے آپ ہندوستانی مسلمان محقق اور مفسر قرآن تھے۔آپ بہت سے تنظیموں سے منسلک رہے۔اور بہت سی اسلامی اور ادبی انجمنوں کے رکن تھے۔عبدالماجد دریا آبادی نے انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی ایک جامع تفسیر قرآن لکھی ہے۔

ebooks.i360.pk

اُن کی اردو اور انگریزی تفسیر کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ تفاسیر اسلام پر عیسائیت کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی ہے، مزید ان تفاسیر میں عیسائیت کے اعتراضات رد کرتے ہوئے بائبل اور دوسرے مغربی مستشرقین کی کتابوں سے دلائل دیئے ہیں۔ آپ نے ۶ جنوری ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔

ebooks.i360.pk

تفسیر پر ایک طائرانہ نظر

۱۔ترجمہ کا اسلوب:

ترجمہ قرآن کا اسلوب بیان کرتے ہوئے اثری صاحب لکھتے ہیں:

زیر نظر ترجمہ کو دیکھ لینے اور پڑھ لینے کے بعد آپ انشاءاللہ یہ بات نہیں کہیں گے کہ اس ترجمہ کی ضرورت کیا تھی؟ بلکہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ لاریب اس ترجمہ کی ضرورت تھی تب ہی یہ ترجمہ شائع کیا گیا۔سلاست سے بھرپور اور نظمِ قرآن کا خیال رکھا گیا ہے۔کہیں لفظی ترجمہ کہیں بامحاورہ اور کہیں کہیں تفسیری ترجمہ ملتا ہے۔بقول اثریؒ صاحب کے یہ ترجمہ بیک وقت ترجمہ بھی ہے اور ترجمانی بھی(۱۵)

۲۔مولانا ابوالکلام آزادؒ کا عکس:

مولانا آزادؒ چونکہ ایک صاحب طرز ادیب تھے،اس بنا پر ترجمان القرآن ان کے انشا کا بھرپور مظہر ہے،اثری صاحبؒ نے اقرآن مجید کے ترجمے میں خصوصی استفادہ مولانا ابوالکلام آزادؒ سے کیا ہے جس کا ذکر اپنی تفسیر کیا ہے اور مترجم قرآن کے سرورق پر لکھا ہے ''از افادات ابوالکلام آزادؒ'' ۔متعدد مقامات پر بغیر کسی کمی بیشی کے مولانا آزادؒ کا ترجمہ اختیار کیا۔اسی وجہ سے ان کا ترجمہ پڑھتے ہوئے قاری کو گمان ہوتا ہے کہ جیسے ترجمان القرآن پڑھ رہا ہو۔

۳۔قوسین کا استعمال:

قوسین کا استعمال کیا گیا ہے۔اگرچہ قرآن کے ترجمہ میں تفسیری انداز بھی موجود ہے پھر بھی جا بجا قوسین کا استعمال کیا گیا ہے۔ بسم اللہ کے ترجمہ میں قوسین لگا کر پڑھو کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔پہلی نازل ہونے والی آیت اقراء کو ہر بسم اللہ میں محذوف سمجھتے ہیں۔

۴۔ادبی ترجمہ:

ترجمہ قرآن میں ادبی رنگ اور چاشنی بھی جا بجا موجود ہے جس سے قاری دلچسپی کے ساتھ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ مولانا آزادؒ کا ادیبانہ رنگ اس ترجمہ میں جھلکتا ہے۔

۵۔عالمانہ انداز تفسیر:

تفسیر کا انداز عالمانہ قسم کا ہے اگرچہ عام فہم اور سادہ انداز بیان ہے۔دلائل اور نحوی وصرفی مباحث کی وجہ سے عربی سے نابلد شخص کے اس تفسیر کا مطالعہ قدرے سہل نہیں ہے۔

ebooks.i360.pk

۶۔عنوانِ موضوع:

تفسیری نوٹ میں سب سے پہلے آیت کا عنوان قائم کرتے ہیں اس سے اس آیت کا بنیادی موضوع قاری کے سامنے آجاتا ہے۔اس کے بعد ضرورت کے مطابق گرامر،لغات،احادیث اور اقوال صحابہ کے حوالوں کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں۔

۷۔قرآن حکیم سے تفسیر:

اصل اور بنیادی طریق تفسیر بالقرآن ہی ہے اکثر مقامات پر مفسر موصوف دیگر آیات قرآنیہ سے کسی آیت کی وضاحت کرتے ہیں۔یہ تفسیر قرآن کریم کے متن کے اردگرد گھومتی ہے اور گھوم پھر کر اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

۸۔احادیث مبارکہ سے تفسیر:

اگرچہ اثریؒ صاحب پر انکار حدیث کا الزام ہے لیکن قرآن حکیم کے بعد احادیث نبویہ سے ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔اس کی بے شمار مثالیں عروۃ الوثقیٰ میں ملتی ہیں بلکہ کہیں کہیں منکرین حدیث پر شدید تنقید کرتے ہیں۔

۹۔اقوال صحابہؓ سے تفسیر:

مفسر موصوف مسائل شرعیہ کے بیان میں اقوال صحابہ ؓ کو بھی بوقت ضرورت بیان کرتے اور ان سے استشہاد کرتے ہیں،اس طرح آثار سے استفادہ کیا ہے۔

۱۰۔اکابر مفسرین کے اقوال:

مولانا عبدالکریم اثریؒ استنباط احکام میں اکابر مفسرین کی آراء کا ذکر بھی کرتے ہیں۔اور اکابرین کے اقوال سے استشہاد اور استفادہ کرتے ہیں۔

۱۱۔مسلک اہل حدیث کے مطابق بیان:

اثریؒ صاحب بنیادی طور پر اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے عام طور پر مسائل قرآن کے بعد احادیث خصوصاً صحاح ستہ سے اخذ کرتے ہیں۔

۱۲۔ترجمہ میں تفردات:

بعض مقامات پر اثری صاحب نے بالکل نیا مفہوم پیش کیا ہے۔مثلاً بشر کا ترجمہ خاوند کیا ہے۔جیسے قصہ مریم صدیقہؓ میں خوشخبری لے کر آنے والے فرستادہ کو جواباً فرماتی ہیں: حالانکہ خاوند نے مجھے چھوا تک نہیں'' (۱۶)

۱۳۔اشعار کا استعمال:

ebooks.i360.pk

موقع کی مناسبت سے عربی، اردو، فارسی اور بلکہ کہیں کہیں پنجابی کے اشعار کا استعمال بھی کیا گیا ہے اس سے توضیح میں معاونت ملتی ہے اور ادبی حظ بھی۔ جیسے ایک جگہ لکھتے ہیں:

جس کام کو جہان میں آیا تھا تو نظیر
خانہ خراب ! تجھ سے وہی کام رہ گیا

۱۴۔ عقلی تفسیر:

اس تفسیر کو عقلی تفسیر کہا جا سکتا ہے مختلف واقعات کی تشریح میں عقلی توجیہات جا بجا ملتی ہیں۔ جدید وقدیم معتزلہ سے بھر پور رنگ لیا ہے جیسے ماضی قریب کے سرسید احمد خانؒ اور خواجہ احمد الدین امرتسریؒ کی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۵۔ اختصار وطوالت:

آیات کی تفسیر مین کہیں اختصار سے کام لیا گیا ہے اور کہیں کہیں بہت طوالت سے لکھا گیا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں غیر ضروری تفصیل اور تکرار بھی پایا جاتا ہے۔

۱۶۔ سورتوں کا آغاز واختتام:

ہر سورت کے شروع میں اس سورت اور اس کے مضامین کا تعارف بیان کیا گیا ہے۔ اور اختتام پر وہ تاریخ لکھی گئی ہے جب اس کی تفسیر لکھی گئی اور مفسر نے اپنا نام بھی لکھا ہے مثلاً سورہ نور کے آخر میں لکھا ہے:" عبدالکریم اثری ۷ مارچ ۱۹۹۷ء" (۱۷)

۱۷۔ ترجمانی کا فن:

تفسیر عروۃ الوثقیٰ قرآن کی ترجمانی کا فن سکھاتی ہے۔ اردو زبان میں ترجمانی کے خاص طرزِ سخن کی ایجاد کا سہرا بلا شبہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے سر ہے۔ اس تفسیر میں بھی یہی انداز کارفرما ہے۔

۱۸۔ بے موقع روایات سے اجتناب:

تفسیر میں روایات کے بے موقع استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عام تفاسیر میں سورتوں کے فضائل اور فوائد کی احادیث لکھ دی جاتی ہیں یہ باتیں اپنی جگہ صحیح ہوتی ہیں لیکن قرآنی مقام سے اس کا تعلق بہت کم ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا۔

۱۹۔ سوچ وبچار کا نتیجہ:

ایک ایک بات چھان پھٹک اور سوچ بچار کے بعد کہی گئی ہے۔ اثریؒ صاحب نے عمیق تدبر کے بعد پورے شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ جو بات صحیح سمجھی ہے وہ بلا خوف ومصلحت بیان کر دی ہے۔

ebooks.i360.pk

۲۰۔محاورات عرب کالحاظ:

کسی زبان سے دوسری زبان میں ترجمے کرتے وقت اصل زبان کے محاورات وضرب الامثال پر آگاہی صحیح ترجمہ میں کامیاب ٹھہراتی ہے۔اثریؒ صاحب نے محاورات عرب کو مدنظر رکھ کر انکے ترجمے کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ebooks.i360.pk

حوالہ جات (باب اوّل)

۱۔ انٹرویو مولانا عبدالکریم اثریؒ

۲۔ ایضاً

۳۔ انٹرویو عبدالمنان کلیم فرزندِ اثریؒ

۴۔ ایضاً

۵۔ اثریؒ، مولانا عبدالکریم، مختصر المنار اردو، سن اشاعت مارچ ۲۰۱۳ء، انجمن اشاعت اسلام ٹھٹھہ عالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین، ص ۵

۶۔ انٹرویو عبدالمنان کلیم فرزندِ اثریؒ صاحب

۷۔ ایضاً

۸۔ فہرست کتب، تحریک ندائے قرآن، گجرات

۹۔ آن لائن برقی لنک:

ttps://www.facebook.com/pages/Anjuman-Ashateislam/791502650865415?fref=nf

۱۰۔ انٹرویو عبدالمنان کلیم

۱۱۔ انٹرویو مولانا عبدالکریم اثریؒ

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ انٹرویو عبدالمنان کلیم

۱۵۔ اثریؒ، مولانا عبدالکریم، القرآن الکریم مترجم، المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، ص ۴

۱۶۔ اثریؒ، مولانا عبدالکریم، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، سن اشاعت ۱۹۹۵ء، المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، ج ۵، ص ۶۰۶

۱۷۔ ایضاً ج ۶، ص ۶۴۳

ebooks.i360.pk

باب دوم
تفسیر کا تاریخی جائزہ

ebooks.i360.pk

فصل اوّل

تفسیر کا مفہوم اور تاریخی پس منظر

ebooks.i360.pk

(الف) تفسیر کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

تفسیر کا لغوی معنی:

لفظ تفسیر کا مادہ فسر (ف،س،ر) ہے اور یہ باب تفعیل سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، کشف کرنا، بند چیز کو کھولنا، بے حجاب کرنا، ننگا کرنا، تشریح کرنا، توضیح و تفصیل کرنا اور کسی عبارت کے مطلب کو واضح اور بیان کرنا۔ (۱)

قرآن مجید سورہ الفرقان میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا (۲)

''اور (مشرکین) آپ ﷺ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم آپ ﷺ کے پاس سچا اور سیدھا جواب لاتے ہیں جو بیان کے لحاظ سے بہتر اور مفصل ہے۔''

علامہ محمد بن جریر الطبری ؒ نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تفسیر سے مراد '' تفصیل'' اور حضرت مجاہد کی روایت میں تفسیر سے مراد ''بیان'' لیا ہے۔ (۳)

بعض علماء کا کہنا ہے کہ لفظ تفسیر کی اصل سفر ہے جیسا کہ کشف الباری میں الاتقان کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سفر سے ماخوذ ہے اور اس کا قلب کر کے سفر بنایا گیا پھر اس سے تفسیر مشتق ہے، سفر کے معنی بھی کھولنے کے آتے ہیں، سفر کو سفر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت سے مخفی امور کے لئے کاشف ہوتا ہے (۴)

قاضی محمد زاہد الحسینی نے لغوی اعتبار سے تفسیر کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

" تفسیر کا لفظی معنی وہ طریق کار ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت پورے غور و فکر سے کام لیا جاتا ہے "(۵)

مشہور مفسر اور نحوی ابوحیان البحر المحیط میں لکھتے ہیں:

''سواری کا پالان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنے کو بھی تفسیر کہتے ہیں۔ ثعلب نحوی کا بھی یہی قول ہے، ظاہر ہے ننگا کرنے میں کشف و اظہار کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لئے کہ زین اتارنے سے پیٹھ کھل کر سامنے آ جاتی ہے "(٦)

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں تفسیر کے معنی ہیں (مقررہ قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے) قرآن مجید کی تشریح و توضیح اور تفصیل کرنا۔ اس کے مشکل الفاظ اور جملوں کے مفہوم و مطلب کو ظاہر کرنا۔

علماء نے تفسیر کی کئی تعریفیں کی ہیں:

ا۔ امام بدرالدین زرکشیؒ نے علم تفسیر کی تعریف البرھان میں یوں بیان کی ہے:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ فَهْمُ كِتَابِ اللهِ الْمُنَزَّلِ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ

ebooks.i360.pk

مَعَانِيْهِ وَاسْتَخْرَاجِ أَحْكَامِهِ وَحِكَمِهِ

تفسیر ایسا علم ہے جس کی مدد سے اللہ کی کتاب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی کا فہم حاصل ہو، اس کے معانی سے واقفیت ہو، اس کے احکام نکالے جائیں اور حکمتیں بیان کی جائیں۔(۷)

علامہ ابوحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:

تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق وتلفظ، ان کے مدلولات، ان کے مفرد اور مرکب ہونے کے احکام، حالت ترکیب میں ان کے معانی اور ان کے تتمات سے بحث کی جاتی ہے۔(۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تعریف میں مزید عموم پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"وَعِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، وَمَدْلُوْلَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا الْإِفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيْبِيَّةِ، وَمَعَانِيْهَا الَّتِيْ تُحْمَلُ عَلَيْهَا حَالَةِ التَّرْكِيْبِ، وَتَتِمَّاتٌ لِذَٰلِكَ"

"وہ علم ہے کہ جس میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے اور ان کے مفہوم اور ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہو جو کہ ان الفاظ سے جوڑنے کی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں اور ان معانی کا تکملہ جو ناسخ ومنسوخ اور شان نزول اور غیر واضح مضمون کی وضاحت میں بیان کیا جائے۔ "(۹)

الاتقان میں علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے علم تفسیر کی حسب ذیل تعریف بیان کی ہے

تفسیر ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول، اسباب النزول، آیات مکی ومدنی، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، خاص و عام، مطلق ومقید، مجمل ومفصل، حلال وحرام، وعد وعید، امر ونہی، عبرت و امثال وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔(۱۰)۔تفسیر کی مفسرین نے مختلف تعریفیں کیں ہیں جن میں زیادہ مشہور یہ ہے

تفسیر ایسا علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن مجید کے احوال کے بارے میں اس طرح بحث کی جائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد حاصل ہو جائے۔(۱۱)

جبکہ بعض علماءؒ کے نزدیک تفسیر کی کوئی جامع تعریف ہو ہی نہیں ہو سکتی جیسا کہ غلام احمد حریریؒ لکھتے ہیں:

بعض علماءؒ کے نزدیک تفسیر کا شمار ان علوم میں نہیں کیا جاتا جن کے لئے کسی جامع مانع تعریف کی ضرورت ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ علم تفسیر دیگر علوم کی طرح کچھ بندھے ٹکے قواعد اور خاص ملکہ کا نام نہیں جو کسی علم کی کثرت و تکرار سے پیدا ہوتا ہے اس لئے عقلی علوم اور تفسیر کے مابین کوئی خاص مماثلت نہیں پائی جاتی اس لئے علم تفسیر کی تعریف کی ضرورت نہیں۔صرف یہ کہنا کافی ہے کہ کلام الٰہی کے ایضاع وتشریح کا نام تفسیر ہے یا یہ کہ تفسیر ایک ایسا علم ہے جو قرآن کے الفاظ ومعانی کو واضح کرتا ہے۔(۱۲)

مختصراً تفسیر ایسا علم ہے جس کی مدد سے انسانی استطاعت کی حد تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کلام الٰہی یعنی

ebooks.i360.pk

قرآن مجید کے معانی، مطالب، احکام اور مسائل کو واضح کرنے کی اور مرادالٰہی تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تاویل:

یہ لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں۔"اول یوول تاویلا "

اصطلاحی تعریف : تاویل کی تعریف میں متقدمین ومتاخرین کا اختلاف ہے۔

متقدمین کی تعریف:

متقدمین سے دو تعریفیں منقول ہیں :

" تاویل اور تفسیر دونوں مترادف ہیں۔"

یعنی جو تعریف تفسیر کی ہے وہی تاویل کی ہے۔ان مفسرین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَمَا یَعۡلَمُ تَأۡوِیۡلَهٗۤ إِلاَّ اللہ

ان (محکمات اور متشابہات) کا مفہوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔(۱۳)

کسی کلام سے جو مفہوم اخذ کیا گیا ہوا سے تاویل کہتے ہیں۔تاویل کا معنی کسی بات کو ظاہر مطلب سے پھیر دینا ہے۔متقدمین کے نزدیک تفسیر اور تاویل میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ امام ابوعبیدہؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں لفظ بالکل مرادف ہیں۔(۱۴)

متاخرین کی تعریف:

امام ذھبیؒ فرماتے ہیں:

" کسی دلیل کے پیش نظر لفظ کے راجح معنی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لے لینا تاویل کہلاتا ہے۔"(۱۵)

نوٹ :

اصول فقہ اور اختلافی مسائل میں تاویل کا معنی متاخرین والا مراد لیا جاتا ہے۔اس میں تاویل کرنے والا دو چیزوں کا پابند ہوتا ہے

☆ جو معنی وہ مراد لے رہا ہو لفظ اس کا احتمال بھی رکھتا ہو۔

☆ وہ دلیل یا قرینہ بیان کرے جس کی وجہ سے اس نے راجح معنی چھوڑ کر مرجوح معنی مراد لیا ہے' ورنہ وہ تاویل فاسد ہوگی بلکہ تحریف کے زمرہ میں آئے گی۔

متاخرین علماء نے دونوں کے درمیان فرق بتانے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں مثلاً کچھ اقوال یہ ہیں:

i ۔ تفسیر نام ہے بیان المراد باللفظ کا اور تاویل نام ہے بیان المراد بالمعنی کا۔

ebooks.i360.pk

ii ۔ تفسیر کا تعلق نقل و روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق عقل و درایت سے ہے۔

ii ۔ تفسیر اس لفظ کی تشریح ہے جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال نہ ہو اور تاویل کا مطلب ہی لفظ کے جو مختلف معانی متحمل ہیں قرائن اور دلائل سے کسی ایک معنی کو اختیار کرنا۔

iv ۔ تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو۔

v ۔ تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کر دینے کا نام ہے اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے والے نتائج کی توضیح۔

ebooks.i360.pk

(ب) تفسیر کا تاریخی پس منظر

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تفسیر قرآن کا آغاز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں ہو چکا تھا۔قرآن کی زبان چونکہ عربی ہے اور اس وقت جو لوگ موجود تھے عربی ان کی مادری زبان تھی اس لئے انہیں قرآن کے معانی و مطالب معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی البتہ جہاں زیادہ اجمال ہوتا یا کسی کو قرآن فہمی میں کوئی مشکل پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تشریح فرما دیتے۔قرآن نے اپنی تفسیر خود بھی کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قرآن کے اولین مفسر و شارح تھے۔زبانی تفسیر کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل میں بھی ان آیات کو سمو یا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و سیرت بھی تفسیر قرآن تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان حصوں کی تفسیر فرمائی جنہیں سمجھنا صحابہؓ کیلئے مشکل تھا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفسر اوّل ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر مناصبِ جلیلہ پر فائز کیا وہاں ایک منصب قرآن کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی تھا۔ارشاد فرمایا

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لوگوں کے لئے واضح کر دیں

پروفیسر مولانا محمد رفیق آسان علوم القرآن میں عہد نبوی میں تفسیر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں :

"حضور کا طریقہ یہ نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر آیت کی زبانی تفسیر فرمائیں بلکہ آپ جہاں مناسب سمجھتے یا صحابہ کرامؓ کو قرآن کا کوئی مقام سمجھنے میں مشکل ہوتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مقام کی تفسیر دریافت کر لیتے مثال کے طور پر جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ :

الاالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ (۱۶)

(جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا،صرف انہی کے لئے امن و سلامتی ہے اور وہی ہدایت پر ہیں) تو صحابہ کرامؓ گھبرا اٹھے کہ ہم میں سے کون ہے جس سے تھوڑا بہت ظلم نہ ہوا ہو تو کیا ہم جنت میں نہیں جا سکتے ؟

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا؟

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (۱۷)

(بے شک شرک بڑا ظلم ہے)

یہ سن کر صحابہ کرام کو اطمینان ہوا کہ انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا تھا "(۱۸)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے قرآن کی وضاحت فرمادی تھی؟

اس بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، امام ابن تیمیہؒ کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے قرآن کی توضیح و تشریح فرمادی تھی۔ جبکہ امام جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے کچھ حصہ کی تفسیر بیان فرمائی تھی۔ غلام احمد حریریؒ اپنی مشہور تصنیف تاریخ تفسیر ومفسرین میں دونوں فریقین کے دلائل نقل کر کے آخر میں اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر فریق نے مبالغہ سے کام لیا ہے اور افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ اس ضمن میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر لکھتے ہیں جو یقیناً مبنی حق نظر آتا ہے:

"یہ ایک بدیہی امر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے اس حصے کی تفسیر بیان نہیں کی تھی جس کا تعلق کلامِ عرب کی معرفت وادراک کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ قرآن خود ان کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حصے کی تفسیر بھی توضیح نہیں فرمائی تھی جو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اور اس کے نہ جاننے کی بنا پر کسی کو معذور قرار نہیں دیا جا سکتا، اس لئے کہ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں پر بھی روشنی نہیں ڈالی جن کا علم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ مثلاً قیامِ قیامت، حقیقتِ روح اور دیگر غیبی حقائق جن سے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع نہیں کیا تھا البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بعض غیبی حقائق کی توضیح فرمائی تھی جو لوگوں سے پوشیدہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے باخبر کر دیا تھا۔ اسی طرح۔۔ مجمل کی تبیین، عام کی تخصیص اور مشکل کی توضیح کے بارے میں واضح بیانات دیے اور جہاں جہاں الفاظِ قرآن کے معانی میں پوشیدگی اور التباس رہا اس کو دور فرمایا"(۱۹)

مصادر تفسیر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہؓ میں

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہؓ میں تفسیر کے مصادر مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ قرآن کریم

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۳۔ اجتہاد

۴۔ اہل کتاب (یہود ونصاری)

عہدِ صحابہؓ:

صحابہؓ کا یہی منہج رہا کہ وہ سب سے پہلے تفسیر کے لئے اقوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ورنہ وہ خود اس کے مطالب بیان کرتے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

ebooks.i360.pk

"آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے" (۲۰)

اور ابن جرجانی کا قول ہے کہ:

''جس قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی اصل بجنسہ یا قریب قریب قرآن میں موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کی تصدیق وتوثیق کے لئے آیت پڑھتے۔''(۲۱)

تطابق حدیث اور آیات کے عنوان کے تحت قاضی عبدالصمد صارم نے اپنی کتاب تبیان الراسخ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے کچھ اقوال بھی اس ضمن نقل کئے ہیں۔صحابہ کرام قرآن کی تفسیر قرآن سے کیا کرتے تھے یا پھر اقوال رسول ﷺ کی روشنی میں کیا کرتے تھے اس کے علاوہ اشعار عرب اور لغت سے بھی استشہاد کرتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ بجا طور پر خیر امت کہلانے کے مستحق ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن کریم کی تعلیم وتربیت حاصل کی ،ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی پوری زندگی اس کام کے لیے وقف کردیں کہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر وتاویل کو بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کریں ،اہل زبان ہونے کے باوجود ان کو صرف زبان دانی پر بھروسہ نہ تھا؛ چنانچہ بعض صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقاً سبقاً قرآن کریم کو پڑھا۔

مشہور تابعی ابوعبدالرحمن سلمیؒ فرماتے ہیں:

"صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو قرآن کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا کرتے تھے،مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ،عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ وہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تو ان آیتوں سے آگے نہ بڑھتے جب تک ان آیتوں کی تمام علمی وعملی باتوں کو نہ جان لیتے۔ "(۲۲)

عہد صحابہؓ میں حضرت علیؓ ،حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ،حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جلیل القدر مفسرین تھے۔اس دور میں باقاعدہ تدوین وتالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا،تاہم مورخین نے "تفسیر ابی کعب" اور تفسیر عباسی کا ذکر کیا ہے۔اس عہد کی دوسری چھوٹی کتابوں اور رسالوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔خلفاء راشدین میں سب سے زیادہ تفسیری روایات حضرت علیؓ سے مروی ہیں،مگر بحیثیت مجموعی تمام صحابہؓ میں سے زیادہ تفسیری روایات حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں اور انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے ترجمان القرآن کا لقب بھی ملا تھا،ان کے حلقۂ درس نے نہایت وسعت اختیار کی اور ہزاروں شاگرد پیدا ہوئے۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے تفسیری اقوال میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایتیں ملتی ہیں تو اس بارے میں اہل اصول نے کچھ ہدایات دی ہیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ میں ہے کہ:

۱۔ ان اقوال کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کئے جانے سے پہلے اصول حدیث کے اعتبار سے انکی جانچ ضروری ہے۔

۲۔ نیز دوسرے یہ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تفسیر اسی وقت حجت ،دلیل سمجھے جائیں گے جبکہ آپ ﷺ سے آیت شریفہ کی کوئی صریح تفسیر مستند طور پر ثابت نہ ہو؛ چنانچہ اگر آپ ﷺ سے تفسیر منقول ہو تو

ebooks.i360.pk

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اقوال محض اس تفسیر کی تائید شمار کئے جائینگے اور اگر آپ ﷺ کے معارض کوئی قول صحابی رضی اللہ عنہ ہوتو اس کو قبول نہ کیا جائیگا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تفسیر میں اگر تعارض اور ٹکراؤ ہوتو جہاں تک ہو سکے انکے اقوال میں مطابقت پیدا کی جائیگی اگر مطابقت نہ ہوسکے تو پھر مجتہد کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ دلائل کی روشنی میں جس صحابی رضی اللہ عنہ کا قول مضبوط ہے اسکو اختیار کر لے۔(۲۳)

مشہور مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

شمع رسالت ﷺ سے براہ راست وحی الٰہی کا علم پانے والے تو تمام صحابہ کرامؓ ہیں لیکن تفسیر کے باب میں جو بہت نمایاں ہیں وہ یہ ہیں:

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

☆ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

درج بالا اصحاب رسول ﷺ دیگر اصحابؓ کی نسبت کچھ امتیازی خصوصیات کے حامل تھے جس کی وجہ سے تفسیر قرآن میں ان کا نام انفرادیت رکھتا ہے مثلاً عربی زبان میں مہارت اور اس کے اسالیبِ بیان سے گہری مناسبت، قوت اجتہاد واستنباط اور رفاقت نبوی ﷺ کا زیادہ میسر آنا۔

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور بھی کچھ نام تفسیر کے سلسلہ میں منقول ہیں مثلاً زید بن ثابتؓ، معاذ بن جبلؓ، عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عائشہؓ، جابرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، انسؓ اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہم۔

عہد صحابہؓ کی تفسیری خصوصیات:

اس دور کے تفسیری خدوخال حسب ذیل ہیں

☆ مکمل قرآن کی تفسیر نہیں کی گئی جس قدر دقت پائی جاتی تھی اسی پر غور وتدبر کیا جاتا تھا۔

☆ اس دور میں تفسیری اختلاف بہت کم تھا۔

☆ صحابہ کرامؓ قرآن مجید کے اجمالی معانی پر اکتفا کرتے تھے اور تفصیلات کی طلب وتلاش کو ضروری خیال نہیں کرتے تھے۔

☆ مختصر ترین الفاظ میں لغوی معنیٰ کی تشریح کرنے کو کافی سمجھتے تھے۔

☆ قرآنی آیات سے فقہی مسائل کا استنباط شاذ ونادر ہی کرتے تھے۔

ebooks.i360.pk

☆ اس دور میں تفسیر کی تدوین نہیں ہوئی تھی البتہ بعض صحابہؓ نے آسانی کے لئے اپنے مصاحف میں تفسیری الفاظ تحریر کر لئے تھے۔

تفسیر عہد تابعینؒ میں:

دور تابعین کرامؒ میں تفسیر کی ضرورت اور بڑھ گئی۔اس نسل نے بالمشافہ صحابہ کرامؓ سے تفسیر کا علم سیکھا۔ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ آیات کی تفسیر کرتے وقت سب سے پہلے احادیث نبویہ ﷺ کو دیکھتے۔پھر اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے اور آخری درجے پر اپنے اجتہاد سے کام لیتے۔اس دور میں تفسیر کے پہلو بہ پہلو بہت سی موقوف و اسرائیلی روایات بھی شامل ہوگئیں۔ایسی بحثیں شروع ہوگئیں جنہیں صحابہ کرامؓ نے غیر ضروری ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔صحابہ کرامؓ کی طرح تابعین میں بھی بڑے نامور مفسر پیدا ہوئے۔

ان میں مجاہدؒ، عطا بن ابی ریاحؒ، سعید بن جبیرؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ اور قتادہؒ بہت ممتاز ہیں۔خلیفہ عبدالملک ابن مروان نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے قرآن کی تفسیر لکھوائی تھی جو شاہی خزانہ میں محفوظ رہی، بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ پہلی باقاعدہ تفسیر تھی جو بعد میں عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہوئی۔

مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ اس وقت تفسیر کے اہم مراکز تھے۔مکہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے اصحاب و تلامذہ کا فیض جاری تھا۔ان میں مجاہدؒ کا پایا بلند تھا۔مدینہ میں تفسیری مکتب حضرت ابی بن کعبؓ کا مرہونِ منت تھا اکثر تابعینؒ نے آپؓ سے کسب فیض کیا اور بکثرت تفسیری اقوال ان سے سن کر آگے پہنچائے ان میں زید بن اسلمؒ، ابوالعالیہؒ اور محمد بن کعب القرظیؒ کے نام سرفہرست ہیں۔

کوفہ کے مکتبِ تفسیر کی بنا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے ہاتھوں پڑی، اس مدرسہ کے وابستگانِ دامن میں سے علقمہ بن قیسؒ، مسروق اسود بن زیدؒ اور عامر شعبیؒ نے بہت شہرت حاصل کی۔بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ کی ذات تفسیر قرآن میں مرجع خلائق تھی تبع تابعین کا دور آیا تو اسرائیلیات کی بھرمار ہوگئی۔فرقہ بندی نے جنم لیا مختلف افکار ونظریات نے تفسیری اختلافات کا دروازہ اور کشادہ کر دیا، تفسیر میں جعلی روایات کی کثرت ہوئی مگر صحیح نقل و روایت کا سلسلہ بھی اپنی آن بان کے ساتھ جاری رہا۔عدم احتیاط سے جعلی روایات کی دیومالائی کہانیاں اور داستانیں جزو تفسیر بن گئیں۔انہی روایات کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ کو یہ کہنا پڑا تین علوم ایسے ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں۔تفسیر، جنگیں اور غزوات۔ان تفاسیر میں کلبی اور مقاتل بن سلیمان کی تفاسیر سرفہرست ہیں۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا کہنا ہے:

''اسرائیلی روایات ہمارے دین میں درآئی سازش ہے۔'' (۲۴)

عہد تابعینؒ کے مشہور مفسرین:

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے چونکہ مختلف علاقوں اور مقامات میں پھیل کر قرآن کریم کی خدمت کا سلسلہ شروع

ebooks.i360.pk

کیا، جس کی وجہ سے تابعین کی ایک بڑی جماعت اس کام کے لیے تیار ہوئی، جس نے علم تفسیر کو محفوظ رکھنے میں نمایاں خدمات انجام دیں، ان میں سے کچھ برائے تعارف پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت مجاہدؒ (یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، پورا نام ہے ابوالحجاج مجاہد بن جبر المخزومی ہے)

(۲) حضرت سعید بن جبیرؒ

(۳) حضرت عکرمہؒ

(۴) حضرت طاؤسؒ

(۵) حضرت عطاء بن ابی رباحؒ

(۶) حضرت سعید بن المسیبؒ

(۷) محمد بن سیرینؒ

(۸) حضرت زید بن اسلمؒ، وغیرہ۔

عہد تابعینؒ کی تفسیری خصوصیات

اس دور کی تفسیر میں یہ خصوصیات تھیں

☆ اسرائیلیات کی آمیزش

☆ نقل و روایت کی چھاپ لیکن یہ عہد صحابہؓ کی طرح عمومی نہ تھی بلکہ ہر شہر کے رہنے والے اپنے علاقہ کے مفسرین سے تفسیری اقوال نقل کرتے تھے۔

☆ مذہبی اختلافات پیدا ہوئے مثلاً قتادہ بن دعامہؒ میں قدریت کے اثرات تھے، جس کی جھلک ان کی تفسیر میں بھی تھی، جبکہ اس کے برخلاف حسن بصریؒ کی تفسیر میں اثبات تقدیر کا رنگ نمایاں تھا۔

☆ عہد صحابہؓ میں تفسیری اختلاف نہ ہونے کے برابر تھا۔ تابعینؒ کے دور میں اختلاف کی خلیج وسیع ہوگئی۔ تاہم تابعینؒ کا تفسیری اختلاف متاخرین کی نسبت بہت کم تھا۔

تفسیر عصر تدوین میں:

صحیح معنوں میں جس دور سے تفسیر نگاری شروع ہوئی، اسے عصر تدوین کا نام دیا جاسکتا ہے، یہ دور اموی خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت عباسیہ کے اوائل تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عہد میں تفسیر نے باقاعدہ ایک فن کی حیثیت حاصل کرلی۔ اس لئے اب ہر آیت اور سورت کی تفسیر قرآنی ترتیب کے مطابق مرتب کی جانے لگی۔

اس دور میں تفسیر بالماثور ہی مروج رہی۔ اس دور کی جس تفسیر کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ ابن جریر طبریؒ کی تفسیر جامع البیان ہے جو تفسیر بالماثور کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ابن ماجہؒ، ابن ابی حاتمؒ، امام مالکؒ اور دیگر محدثینؒ کا تفسیری کام قابل

ذکر ہے۔

تفسیری خصوصیات:

اس دور کی تفسیری خصوصیات یہ تھیں

☆ تفسیر،تفسیر بالماثور کے دائرے تک محدود رہی۔

☆ حدیث نبوی ﷺ مختلف ابواب میں منقسم ہوگئی اور ایک باب تفسیری روایات پر مشتمل ہونے لگا۔

☆ بلا سند اقوال نقل کرنے سے بہت سے من گھڑت اقوال نے تفسیر میں جگہ پالی۔

تفسیر عصر تدوین کے بعد:

یہ تفسیر کا طویل ترین دور ہے یہ دور عباسی خلافت سے شروع ہوکر عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے اس دور میں عقل ونقل میں امتزاج واختلاط کا آغاز ہوا۔صرف ونحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے،فقہی مسالک منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل کا چرچا ہوا،منطق وفلسفہ سے متعلق یونانی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے۔جو شخص کسی علم وفن میں کمال رکھتا تھا اس کی تفسیر اسی علم تک محدود ہوکر رہ گئی زجاج،واحدی اور ابوحیان کی نحوی تفاسیر،رازی کی کلامی تفسیر اور جصاص اور قرطبی اسی دور کی یادگار ہیں۔اس دور میں لغوی اور عقلی زاویہ نظر سے ابوعبید قاسم بن سلامؒ نے،شیعی نقطہ نظر سے علی بن حسن بن فضالؒ نے،سہل بن عبداللہ تستریؒ نے صوفیانہ رنگ میں،ابوعلی الجبائیؒ نے معتزلی نقطہ نظر سے،ابوالحسن اشعریؒ نے اشعری اور ابومنصور ماتریدی نے ماتریدی زاویہ نگاہ سے قرآن کی تفسیریں لکھیں۔

جو شخص جس فن یا مذہب میں ممتاز تھا اس نے قرآن کو اپنے فن کے قالب میں ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی۔تفسیر کے علاوہ قرآن کے خاص خاص مباحث پر جداگانہ اور مستقل تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔یہ تصانیف اگرچہ بے شمار ہیں لیکن ان سب کو چھ اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؛فقہی،ادبی،تاریخی،نحوی،لغوی اور کلامی۔عہد رسالت سے موجودہ دور تک ہزاروں تفاسیر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں مگر فرمان رسول ﷺ کے مطابق قرآنی نکات واسرار ختم ہونے میں نہیں آتے۔

ebooks.i360.pk

فصل دوم
تفسیر کی مختلف اقسام

ebooks.i360.pk

(ج) تفسیر کی اقسام

موجودہ دور میں تعلیم کی غرض سے بعض جامعات میں تفسیر کی تقسیم دو طرح سے کی گئی ہے۔

۱۔ جدید تقسیم

۲۔ مشہور تقسیم

جدید تقسیم کے مطابق تفسیر کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ **تفسیر تحلیلی:**

اس میں قرآنی آیات کو گرائمر کے ضابطوں کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے اور صرفی ونحوی مباحث سے قرآنی آیات والفاظ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ **تفسیر موضوعی:**

اس قسم میں ایک ہی موضوع سے متعلق قرآنی آیات کو جمع کر کے ان کی تفسیر کی جاتی ہے۔ جیسے احکام کی آیات کو اکٹھا کر کے ان کی تفسیر کرنا اسی طرح آیات ایمانیات، آیات توحید، آیات اخلاق، آیات معاشرت، آیات معیشت وغیرہ۔

۳۔ **تفسیر مقارن:**

اس قسم میں قرآن مجید کی بعض مخصوص آیات کو لے کر مختلف مفسرین کی لکھی ہوئی تفسیری آراء کا باہمی موازنہ کیا جاتا ہے جن میں بنیادی طور پر ان آیات کے بارے میں ہر مفسر کے عقیدہ، مذہبی میلان اور اس کے موقف ودلائل کو سمجھا جاتا ہے۔

مشہور تقسیم کے مطابق بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

۱۔ **تفسیر بالماثور**

۲۔ **تفسیر بالرائے**

بعض کے نزدیک تین اقسام ہیں اور تیسری قسم تفسیر اشاری یا باطنی تفسیر ہے

جیسا کہ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ تفسیر بالروایہ جس کا دوسرا نام تفسیر بالماثور ہے

۲۔ تفسیر بالدرایہ جس کو تفسیر بالرائے بھی کہتے ہیں

۳۔ تفسیر بالاشارہ جس کا ایک اور نام تفسیر اشاری بھی ہے۔ (۲۵)

ebooks.i360.pk

اور بعض نے تفسیر بالماثور کے مقابلے میں تفسیر کلامی کا ذکر کیا ہے۔

مولانا عبدالصمد صارم تبیان الراسخ میں تفسیر کی اقسام ایک اور انداز سے بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"اس وقت تک جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں وہ تین قسم کی ہیں

۱ جن میں صرف روایت ہے۔

۲ جن میں درایت کی کثرت اور روایت کی قلت ہے

۳ جامع بین الروایۃ والدرایۃ''

لیکن بنیادی طور پر دو اقسام ہی ہیں یعنی تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے۔ ذیل میں ان کا تعارف دیا جا رہا ہے

تفسیر بالماثور:

قرآن مجید کی تفسیر کا پہلا اسلوب (رجحان) تفسیر بالماثور کے نام سے مشہور ہے اسے ہی عربی میں تفسیر بالروایۃ یا تفسیر بالنقل کہتے ہیں اور اردو میں ماثوری یا اثری یا روایتی یا نقلی اسلوب کہتے ہیں۔

ماثور کا لفظ اثر سے ماخوذ ہے جس کا مطلب اسلاف کا وہ تفسیری منہج ہے جو آثار یعنی آیات، احادیث اور اقوال صحابہؓ سے لیا گیا ہو اسے تفسیر منقول بھی کہتے ہیں۔

امین الخولیؒ لکھتے ہیں :

پہلی چیز جو تفسیر کی صورت میں ظاہر ہوئی وہ مبنی بروایت تھی جسے تفسیر ماثور یا تفسیر اثری کہتے ہیں۔ اس لئے علماء حدیث و روایت ہی وہ پہلے حضرات ہیں جو تفسیر کے میدان میں نمایاں نظر آتے ہیں۔(۲۶) یعنی اس اسلوب کے بانی و موسس محدثین اور راوی حضرات ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اسی اسلوب کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''مفسرین کی مختلف جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت (تفسیر میں) آیات سے مناسبت رکھنے والے آثار روایت کرتی ہے۔ خواہ وہ مرفوع حدیث یا موقوف، کسی تابعی کا قول ہو یا اسرائیلی روایت۔ یہ محدثین کا مسلک ہے۔''(۲۷)

محمد حسین ذہبی کے نزدیک قرآن مجید کی اثری تفسیر چار امور پر مشتمل ہے اپنی مشہور تصنیف التفسیر والمفسرون میں رقم طراز ہیں: قرآنی آیات، احادیث رسول ا، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین رحمہم اللہ (۲۸)

تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ تفسیر جس میں صحت اور قبولیت کے بکثرت دلائل ہوں۔

۲۔ وہ تفسیر جس میں صحت اور قبولیت کے دلائل بکثرت نہ ہوں۔ اس کا سبب مذاہب باطلہ کا وضعی اور انحرافی کردار، نیز اصحابؓ رسول ﷺ کے اقوال کا بلا سند روایت ہونا جس سے روایت خلط ملط ہوگئی اور صحیح و غیر صحیح میں تمیز کرنا مفسر کے لئے مشکل ہو گیا۔ اس لئے ایسی تفسیر کو قبول نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی کوئی پایہ کا مفسر اسے سوائے تحقیق کرنے یا

ebooks.i360.pk

اس کی ضلالت سے آ گاہ کرنے کے بیان کرے گا۔

تفسیر بالرائے :

تفسیر کی یہ دوسری قسم اجتہادی تفسیر کہلاتی ہے۔ یا اسے تفسیر درایت یا تفسیر معقول بھی کہتے ہیں۔اس سے مراد قرآن کی تفسیر، احادیث اوراقوال صحابہؓ وتابعینؒ کی بجائے زیادہ تر اپنے اجتہاداوررائے کی بنا پر کرنا ہے۔ یہ رائے دو قسم کی ہوسکتی ہے۔

رائے محمود:

اس سے مراد وہ تفسیر ہے جو قرآن وسنت سے مستند ہو۔یعنی جس میں مفسر، اپنی رائے کا اظہار کرنے سے قبل تفسیر بالماثور کی طرف رجوع کر چکا ہو اس نے کوشش کی ہو کہ اولاً قرآن کی تفسیر قرآن میں ڈھونڈے، وہاں نہ ملے تو اسے احادیث صحیحہ میں تلاش کرے۔ پھر بھی تفسیر نہ ملے تو یکے بعد دیگرے اقوال صحابہؓ اور اقوال تابعینؒ کی طرف رجوع کرے۔ جہاں کوئی ایسا صحیح قول مل گیا جو اس آیت کی تفسیر میں ہو، اسے لے لے۔جب کہیں بھی اس آیت کی تفسیر نہ ملے تو پھر قرآن وسنت کے مطالب، مفاہیم اور مقاصد کی روشنی میں آیات کی تفسیر کرے اور اپنی عقل ورائے سے کام لے کر تفسیر کر ڈالے۔ یہ تفسیر محمود یعنی پسندیدہ کہلائے گی اس لئے کہ مقصد قرآن کو وہ پورا کر رہی ہوتی ہے۔اسے تفسیر بالدرایہ بھی کہتے ہیں۔علماء ایسی تفسیر کو جائز سمجھتے ہیں۔ان کے دلائل یہ ہیں:

☆ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا(۲۹)

’’ کیا یہ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے۔خود قرآن نے عقل سے کام لینے کی ہدایت کی ہے اس لئے مفسر قرآن اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے قرآن میں غور وفکر کرتا ہے۔اسی کے نتیجے میں تفقہ فی الدین حاصل ہوتا ہے۔ یہ غور وفکر اور تدبر بغیر اسلامی مفاہیم کے نہ ہو اور نہ ہی مقاصد شریعت سے ہٹا ہوا ہو۔ایسی صورت میں یہ محمود رائے ہوگی۔

☆ آپ ﷺ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی

’’اللہ انہیں دین کی سمجھ اور قرآن کا معنی سکھادے۔‘‘ یہ بھی محمود رائے کی طرف اشارہ ہے۔

☆ صحابہ رسول بھی تفسیر میں اختلاف رکھتے تھے۔اس کی وجہ ان کا معنی ومفہوم سمجھنے میں اپنا اپنا اجتہاد تھا۔

رائے مذموم:

جو مفسر، تفسیر کے لئے نہ قرآن سے رجوع کرے، نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ سے، تو پھر اس کے ذہن میں کیا ہوسکتا ہے؟ یا تو وہ خود پسندی، خواہش نفس، بدعت وخرافات اور تعلّی کا شکار ہے یا پھر جاہل وعدم صلاحیت کا

ebooks.i360.pk

مالک ہے۔ایسے افراد کا عقیدہ غلط اور بلا سند ہوتا ہے۔اپنا مخصوص ذہن لے کر، مخصوص آیات کا انتخاب کر کے اپنی دل پسند تفسیر کرتے ہیں تاکہ ان کے مذموم مقاصد کو سند شرعی مل سکے۔ایسی تفسیر میں عربی زبان کے معروف قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔یہ تفسیر، تفسیر مذموم اور حرام ہے۔

ایسا مفسر قابل مذمت ہے اور اللہ کے ہاں عذاب کا مستحق ہے۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ :

''تفسیر قرآن محض رائے سے کرنا حرام ہے۔''

اس کی مثال موجودہ دور میں ڈاکٹر قمر زمان کا تفسیری کام ہے مثلاً ارکان اسلام کے ساتھ ساتھ نکاح ،اور محرمات نکاح کا تصور ہی ختم کر دیا ہے اور زنا کا مفہوم جنسی اختلاط کی بجائے محض نافرمانی قرار دیا گیا ہے اور بے شمار عجیب عجیب معانی نکالے ہیں جن کا قرآن اور عربی زبان ولغت سے دور پرے کا واسطہ بھی نہیں۔شریعت کا کوئی صحیح عالم اسے پسند نہیں کر سکتا۔کیونکہ یہ اللہ تعالی پر ایسی بات کہنا ہے جو اس نے نہیں کہی۔اور جس کا اس مفسر کو علم ہی نہیں۔آپ ﷺ نے بڑے سخت الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے:مَن قَالَ فِي القُرآنِ بِغَيرِ عِلمٍ فَليَتَبَوأ مَقعَدَهُ مِنَ النَارِ جو قرآن پاک میں بغیر علم کے کوئی بات کہتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔(سنن ترمذی)

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کے متعلق ڈاکٹر طفیل ہاشمی صاحب کی رائے

عام طور پر منقول یا تفسیر القرآن بالقرآن والحدیث کو تفسیر بالماثور سمجھا جاتا ھے اور باقی مناہج تفسیر کو تفسیر بالرائے ۔پھر نظریہ ضرورت کے تحت رائے محمود اور مذموم کا فرق کیا جاتا ھے۔لیکن مجھے الجھن یہ ھے کہ اگر منقول ہی تفسیر ماثور اور مقبول ھے تو یہ کہنا پڑے گا کہ قرآن ایک خاص ماحول معاشرے وقت اور حالات سے وابستہ ھے اب اس کی حیثیت مقدس آثار قدیمہ کی ھے۔اگر وہ زندہ کتاب اور تا ابد رہنما ھے تو اس کی تفسیر کو زمان ومکان سے وابستہ کرنا درست نہیں۔نیز اس نقطہ نظر کے حوالے سے تمام دیگر مناہج اور ان سے متعلق تفاسیر رائے پر مبنی قرار پائیں گی جو مذموم بھی ہوسکتی ہیں۔جیسا کہ فقہی تفاسیر اور اشاری تفاسیر اور علمی تفاسیر کے بارے میں کہا جاتا ھے۔میری رائے یہ ھے کہ قرآن نے دین وشریعت کی کچھ اصطلاحات دی ہیں اور ان کے مفاہیم خود صاحب کتاب ﷺ نے متعین فرمائے ہیں مثلاً توحید شرک ملائکہ جنت دوزخ قیامت صلاہ زکاہ صوم حج وغیرہ وغیرہ ان اصطلاحات کی تفسیر رسول اللہ کے بیان کردہ معانی کے مطابق کرنا تفسیر بالماثور ھے اور محض لغت زبان اور معاشرتی استعمال کے پیش نظر اس سے مختلف تفسیر کرنا تفسیر بالرائے ھے۔اس لئے میری رائے میں رازی ہوں خواہ کشاف فراہی ہوں خواہ اصلاحی ان کی تفاسیر تفسیر بالماثور کے زمرے میں آتی ہیں البتہ جناب پرویز نے مصطلحات قرآن کے مفاہیم صرف لغت سے لئے ھیں جو صاحب کتاب ﷺ کی تفسیر سے ھم آھنگ نہیں ھیں اس لئے وہ تفسیر بالرائے کہلائے گی۔(فیس بک اقتباس ڈاکٹر طفیل ہاشمی پروفیسر ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا)

ebooks.i360.pk

دیگر اقسام:

اس کے علاوہ طرزِ تحریر اور اندازِ بیان کے لحاظ سے تفسیر کی کچھ اور اقسام بھی بیان کی جاتی ہیں اس تقسیم کو طبقاتِ تفسیر کا نام دیا جاتا ہے۔ان کا تعارف ذیل میں دیا جا رہا ہے:

تفسیر اشاری، باطنی یا صوفیانہ تفسیر:

اس قسم کی تفسیر میں رموزِ معرفت و اسرار بیان کئے جاتے ہیں اور قرآنی آیات کی تشریح تصوف کے حوالے سے کی جاتی ہے اس قسم کے مفسرین کا دعویٰ ہے کہ وہ روح قرآن کو اجاگر کر رہے ہیں ،بعض نے تفسیر اشاری اور باطنی یا صوفیانہ تفسیر کو الگ الگ شمار کیا ہے ان میں کسی حد تک فرق بھی ہے جیسے صوفیانہ تفسیر ان مقدمات پر مشتمل ہوتی ہے جو جو پہلے صوفی کے ذہن میں آتے ہیں اور اس کے بعد وہ قرآن کو ان پر محمول کرتا ہے۔جبکہ تفسیر اشاری روحانی ریاضت سے منسوب ہوتی ہے اس میں صوفی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ریاضت کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اس پر اشارات قدسیہ منکشف ہونے لگے ہیں اور آیات کے حقائق و معارف ابرِ غیب سے اس پر برس پڑے ہیں ۔تفسیر باطنی کا کام زیادہ تر اسماعیلیہ،قرامطہ اور غالی صوفیاء نے انجام دیا۔

خلیل الرحمٰن چشتی تفسیر اشاری کے متعلق لکھتے ہیں :

’’ تفسیر اشاری کی ایک قسم جائز ہے،ایک مکروہ اور ایک حرام ۔تفسیر اشاری بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دی جاتی ہے اگر مفہوم کسی دوسری آیت کے خلاف نہ ہو،کسی صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو،عربی زبان کے معروف قواعد کے عین مطابق ہو اور بے جا تکلف اور دور از تاویلات سے پاک ہو تفسیر اشاری کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ قاری کو تلملا کر کہنا پڑتا ہے:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں صاف چھپتے بھی نہیں،سامنے آتے بھی نہیں‘‘(۳۰)

چند کتب تفسیر اشاری و باطنی کے نام یہ ہیں

تفسیر الفتوحات المکیہ : محی الدین ابن عربیؒ

تفسیر تستری: محمد بن سہل بن عبداللہ التستریؒ

تفسیر نیشا بوری یہ دراصل امام رازی کی تفسیر کا اختصار ہے جس میں صوفی تفسیر اور ان کی وجدانیات کو نمایاں کیا گیا ہے۔

کلامی تفسیر:

جو تفسیر علم الکلام کے حوالے سے لکھی جاتی ہے اور مسائل کا حل عقلی دلائل سے کیا جاتا ہے کلامی تفسیر کہلاتی ہے۔ اس قسم کی تفاسیر میں تفسیر کشاف از علامہ زمخشری اور تفسیر کبیر از فخر الدین رازی مشہور تفاسیر ہیں۔

ebooks.i360.pk

فقہی تفسیر:

اس قسم کی تفاسیر میں صرف ان آیات کی تفسیر کی جاتی ہے جن سے کوئی فقہی مسئلہ اخذ ہوتا ہو۔ مسائل کی تشریح کیلئے قرآن، سنت اور اجماع کے علاوہ قیاس سے بھی کام لیا جاتا ہے اس قسم کی تفاسیر میں مندرجہ ذیل مشہور ہیں :

احکام القرآن از ابوبکر رازی

احکام القرآن از قاضی یحییٰ ابن اکثم

التفسیرات الاحمدیہ فی آیات شریعہ از شیخ ملا جیون

تاریخی تفسیر:

تاریخی تفاسیر میں ان حالات و واقعات اور قصص کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ۔ کچھ مفسرین نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر میں تاریخی عناصر کی تشریحی بیان کی ہے۔ بعضوں نے صرف قرآنی قصص اور حالات و واقعات ہی کو تاریخی حوالے سے بالتفصیل بیان کیا ہے اکثر مفسرین نے قصص الانبیاء کی تفصیل بیان کرنے کیلئے اسرائیلیات کو بنیاد بنایا ہے۔ قصص القرآن کے نام سے علیحدہ کتابیں بھی چھپ چکی ہیں مثلاً: قصص القرآن (حفیظ الرحمن) اور قصص النبیین (ابوالحسن ندویؒ)

نحوی تفسیر:

بعض مفسرین نے قرآن مجید کی آیات کی تشریح کرتے ہوئے زبان و بیان کے اصول وقواعد یعنی صرف ونحو کے اصولوں کو بھی اپنایا ہے اور بعضوں نے قرآن کے نحوی مسائل پر علیحدہ کتابوں میں بھی بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں فخر الدین رازیؒ کی کتاب اعراب القرآن بہت مشہور ہے۔

لغوی تفسیر:

کچھ مفسرین مشکل الفاظ کے معنی بیان کرنے پر زور دیتے ہیں اور مختلف لغات کے حوالے سے ہر لفظ کے معانی درج کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قرآن کے الفاظ کی تشریح کیلئے علیحدہ کتابیں بھی لکھی ہیں مثلاً لغات القرآن (ابو عبیدہؒ)، مفردات القرآن (امام راغبؒ)۔ موجودہ دور میں لغات القرآن پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔

تقلیدی تفسیر:

اس قسم کی تفسیر میں پہلے سے کسی مصنف کی لکھی ہوئی تفسیر کی تقلید کی جاتی ہے ۔ اس طرح کی تفسیر میں مفسر کا اپنا کوئی خاص حصہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کوئی نیا رنگ اختیار کرتا ہے صرف متقدمین کے اقتباسات لے کر اپنی ترتیب دے دیتا ہے یا ان کے خیالات کو اپنے الفاظ دے دیتا ہے ایسی تفسیر کو ماقبل کی تفسیر کی تلخیص بھی کہا جا سکتا ہے۔ تقلیدی تفسیر کی مثال

ebooks.i360.pk

تفسیر ابن کثیر ہے جو تفسیر طبری کا چربہ یا خلاصہ ہے۔

ادبی تفسیر:

اس قسم کی تفسیر میں ادبی چاشنی موجود ہوتی ہے اور آیات کی تفسیر میں فصاحت و بلاغت بیان کی جاتی ہے ادبی تفاسیر کے حوالے سے جاحظ، عبدالقادر جرجانی، امام رازی اور قاضی باقلانی کے نام نمایاں ہیں۔

کونی تفسیر:

افلاکیات، طبیعات اور مختلف سائنسی علوم کے موضوعات پر قرآن کی روشنی میں لکھی جانے والی تفاسیر کونی تفاسیر کہلاتی ہیں اور ایسی تفاسیر میں سائنسی ایجادات کو قرآن سے مطابقت دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس قسم کی تفسیر الجواہر فی تفسیر القرآن (طنطاوی) ہے۔

تجدد پسندانہ تفسیر:

ایسی تفاسیر جو قرآن کو جدید نظریات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔مفسر کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جدید نظریات کی صداقت ثابت کرنے کیلئے کسی نہ کسی آیت کا حوالہ کردے۔سر سید احمد خانؒ اور علامہ غلام احمد پرویز مرحوم کی تفسیر تجدد پسندی کی مثال ہیں۔

ebooks.i360.pk

فصل سوم

تفسیر کے مختلف رجحانات اور تفردات

ebooks.i360.pk

تفسیر کی ضرورت ہر دور میں

خداوند تبارک وتعالٰی نے قرآن کو کسی خاص زمانے یا کسی خاص نسل کے لئے نازل نہیں فرمایا بلکہ ہر زمانے اور ہر نسل کے لئے ہے، ہر زمانے اور قوم میں قرآن تازہ ہے اور اس کی تازگی کبھی ماند نہیں پڑتی۔ اگر کوئی اسے ہزار دفعہ پڑھ لینے کے بعد ایک دفعہ پھر پڑھے تو اس کے لئے قرآن کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ آیت کل سمجھ لی تھی لہٰذا آج اس کے اندر کوئی جدید مطلب موجود نہیں ہے بلکہ قرآن تہہ بہ تہہ حقیقت ہے۔

قرآن مجید عالمین کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہے لیکن اس کی تفاسیر خاص زمانوں کے لئے ہیں یعنی ضروری ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے حالات کے مطابق قرآن کی تفسیر کریں۔ قرآن میں فصاحت و بلاغت، حکمت اور اوصاف کلام کا ایک ایک چمن کھلا ہوا ہے۔ اس کی جامعیت، ہمہ گیری اور وسعت کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ اس لئے اس کی عربی ذوق اور عربیت کے مطابق تشریح وتفسیر نہایت ضروری ہے۔ عصر حاضر میں جب عجمی مسلمان زیادہ تعداد میں ہیں اور عربی زبان وادب سے واقفیت کم ہو چکی ہے۔ تو اس دور میں تفسیر کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے تاکہ کتاب الٰہی کے احکامات اور الفاظ کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے عجمی مسلمانوں کی رہنمائی کی جا سکے۔ مذاہب باطلہ اور منحرفین نے تحریف اور تضلیل سے احادیث گھڑ کے تفسیر میں شامل کر دی ہیں اور ان کے عجیب وغریب مطالب بیان کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو متہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ایسی تفاسیر سے آگاہ ہونا اور صحیح منہج کو سمجھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

مولانا محمد رفیق چوہدری کے بقول اگرچہ تفسیر کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے لیکن آج پہلے سے اس کی زیادہ ضرورت ہے(۳۱)

مختلف رجحانات کی تفاسیر

ہر دور کے ہر مفسر نے اپنے ذوق اور رجحان کے تحت قرآن کی تفسیر کی ہے اور اس وقت تک متعدد رجحانات کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں:

"یہ تعین تو قطعی طور پر کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کل کتنے رجحانات پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ جب تک ذہن انسانی کام کرتا رہے گا نئے نئے رجحانات پیدا ہوتے رہیں گے۔۔ جب تک انسان روئے زمین پر موجود ہے اور قرآن کے ماننے والے موجود ہیں وہ قرآن مجید کے نئے نئے مطالب اور معانی پر غور کرتے رہیں گے اور یوں علم تفسیر کے نئے نئے اسالیب، نئے نئے مناہج اور نئے نئے رجحانات سامنے آتے رہیں گے۔"(۳۲)

بلکہ غازی صاحب کے نزدیک مختلف رجحان کی تفسیر کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوا ہے اور اس ضمن میں حضرت عبد

ebooks.i360.pk

اللہؓ ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کا ذکر خصوصیت سے کرتے ہیں۔ اور مزید لکھتے ہیں:

''یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ قرآن مجید کے جتنے رجحانات اور اسالیب مختلف اوقات میں سامنے آئے ہیں ان میں سے کسی اسلوب کے بارے میں یہ تصور کرنا درست نہیں ہوگا کہ وہ صحابہ کرامؓ سے مروی ان روایات کے تسلسل سے ہٹ کر کوئی نئی چیز ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان تمام رجحانات کی سند صحابہ کرامؓ سے مروی روایات اور ان اجتہادات میں موجود ہیں جو صحابہ کرام نے قرآن کے بارے میں کئے۔'' (۳۳)

تفسیری تفردات اور ان کی ناگزیریت

تفردات کا پس منظر:

قرآن مجید کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے یہ عدیم النظیر ہی نظر آئے گا مختلف ادوار میں مختلف فکری، علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کے حامل لوگوں نے اپنی اپنی کوششیں قرآن مجید کی شرح وتوضیح کے میدان مین صرف کی ہیں لیکن قریباً ہر ایک نے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کیا اور کہا کہ اس بحر زخار سے چند موتی ہی نکال سکا ہے۔ تفسیر قرآنی کے چمن ہائے رنگا رنگ پر نگاہ دوڑائی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ہر کسی نے اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق نکتہ آفرینی کی ہے اور بعض ایسی خصوصیات ہر ایک کے کلام میں پائی جاتی ہیں جو دوسروں کے ہاں مفقود ہیں یہی اس کے تفردات کہلاتے ہیں۔

شذوذ آراء یا تفردات کا کسی صاحبِ علم سے صدور کوئی عجوبہ نہیں۔ ابتدا میں ہر نئی بات شاذ ہی ہوتی ہے۔ اگر استدلال میں وزن ہو تو کسی آنے والے دور میں خود کو منوا لیتی ہے۔ اگر بات ہی کمزور ہو تو پھر تاریخ خود عدالت ہے جو رد و قبولیت کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ اس لئے علم کی دینا میں کسی رائے کا شاد یا منفرد ہونا عیب نہیں، البتہ دلیل کا نہ ہونا اور محض تقلید کی بنیاد پر کسی رائے پر اصرار عیب ہے جسے علم کی دنیا میں گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

تفردات کا معنی و مفہوم

لغوی معنی:

تفرد فرد سے نکلا ہے جس کے معنی اکیلے اور واحد کے ہیں، اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے۔ اور فرد طاق کو بھی کہتے ہیں اسی سے فرید آتا ہے، اپنی نوعیت میں اکیلا ہونے کی وجہ سے اسے فرید کہتے ہیں یعنی مستقل رائے اور حیثیت رکھنے کو تفرد کہا جاتا ہے۔

تفرد کو شاذ بھی کہتے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے لکھا ہے :

"لوگوں سے منفرد اور الگ ہونا شذوذ کہلاتا ہے اور اپنے ساتھیوں سے منفرد ہونے والے کو کہتے ہیں شذ الرجل اور

ebooks.i360.pk

اسی طرح ہر منفرد چیز شاذ کہلاتی ہے"۔(۳۴)

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں تفردات سے مراد کسی صاحب تحقیق کی ذہنی کاوش، غور وفکر، تلاش اور تجربہ وعلم کے نتیجے میں قائم ہونے والی وہ آراء ہیں جن میں وہ ممتاز نظر آتا ہے۔

اور تفسیری تفردات کی تعریف یوں کر سکتے ہیں :

تفسیری تفردات سے مراد مختلف آیات قرآنی سے وہ منفرد استنباط واستخراج ہے جو اصول تفسیر کے عین مطابق ہو مگر کسی ایک مفسر کا خاصہ ہو اور وہ اس کی اپنی تحقیق ہو جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتا ہو اور حقیقتاً ایسا ثابت بھی ہو جائے کہ ان نکات کو کسی دوسرے مفسر نے بیان نہیں کیا تو وہ اس کا تفرد کہلاتا ہے۔

تفردات کی تاریخ:

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر تا حال، اہل علم وفکر کے درمیان اختلافِ رائے کی متعدد مثالیں اور نظائر موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ صحابہ کرامؓ کے جذبہء فکر کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ اسی لئے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی مواقع پر یہ پوچھتے نظر آتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی رائے ہے یا اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے؟

کوئی امتی خواہ کتنا ہی بڑا مجتہد اور امام کیوں نہ ہو، اس کو شارع کا مرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔ اور کسی امام ومجتہد کی تحقیق حرفِ آخر نہیں ہوتی اسی لئے تاریخ اسلامی کے روز اوّل ہی سے مختلف مسائل میں ائمہِ دینؒ کا زاویہ نظر مختلف رہا ہے لیکن کبھی بھی کسی نے دوسروں پر اپنی رائے بلا دلیل، بالجبر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی۔ تفردات صاحب علم کا حق ہے اس کا احترام کیا جانا چاہئے۔ لیکن کسی تفرد کو جمہور کی رائے کے علی الرغم سوسائٹی پر مسلط کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ فکری انتشار اور ایک نئے مکتب فکر کے قیام کا سبب بنتا ہے

تفردات صحابہ کرامؓ کے بھی تھے اور ہر دور کے علماء کے تفردات ملتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے تفردات

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تفردات:

☆ سرکاری اراضی کو وسیع پیمانے پر اس علاقے کے باشندوں کو بطور جاگیر دینے کے قائل تھے۔

☆ صبح کی اذان نماز کا وقت شروع ہونے پر دینے کے قائل تھے۔

☆ جنگی قیدیوں کو قتل کر دینے کی رائے رکھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

ebooks.i360.pk

☆ اگر امام وقت نے کسی شخص کی تادیب میں اگر حد سے تجاوز کر کر لیا ہو تو اسے چاہیئے کہ اس شخص کو اپنا بدلہ لینے کا موقع دے۔

☆ کان کاٹ لینے کی دیت پندرہ اونٹ ہے۔

☆ آپؓ نے ایسے لوگوں کو کوئی سزا نہیں دی جو قاضی کی عدالت میں گالی گلوچ پر اتر آئے۔

☆ اگر سونے سے پہلے وتر پڑھ لیتے اور پھر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے تو وتر کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

☆ میت کے نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق مام المسلمین کو پہنچتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص اپنی اولاد مین سے بعض کو زیادہ عطیات دے اور بعض کو کم تو یہ درست ہے۔

☆ کلالہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی رائے یہ تھی کہ کلالہ وہ شخص ہے جو لا ولد بھی ہو اور جس کے باپ دادا بھی نہ ہوں۔

☆ شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے مقرر کی تھی۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تفردات میں سے مشہور و معروف مانعین زکوٰۃ سے قتال ہے۔(۳۵)

حضرت عمر فاروقؓ کے تفردات:

حضرت عمر فاروقؓ کے متعدد تفردات جو اولیات عمر کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں بہت مشہور ہیں چند کا ذکر ذیل میں دیا جا رہا ہے:

☆ فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من نوم'' کا اضافہ کیا۔

☆ شراب نوشی کی حد ۸۰ کوڑے مقرر کی۔

☆ تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دیا۔

☆ اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

☆ با جماعت تراویح کا اہتمام کیا۔

☆ نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کرا دیا۔

☆ فرائض مین عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے تفردات:

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فقہی اجتہادات میں ایک اجتہاد دوران احرام نکاح کی حرمت سے متعلق ہے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک تھا کہ دوران احرام نکاح کرنا جائز ہے البتہ اپنی بیوی سے ملاقات جائز نہیں۔ اس سلسلے میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی

ebooks.i360.pk

اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اوران کے ہم خیال علماء کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کھولنے کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔

☆ اگر خاوند بیمار ہواور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے پھر اس سے قبل کہ اس کی عدت گزرے۔اسکا اسی بیماری سے انتقال ہو جائے تو آیا اس کی بیوی اس کی وراثت میں شریک ہوگی یا نہیں۔چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ الکلبیہ کو طلاق بائن دی پھر ابھی وہ عدت میں تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو وراثت میں حصہ دیا جبکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کی۔

☆ احرام کی حالت میں قرآن مجید میں رفث سے منع کیا گیا ہے چونکہ ایسے افعال میں بھی رفث پایا جاتا ہے جو اس کے دواعی اوراس کے اسباب بن سکتے ہیں اور محرم کا نکاح کرنا یا کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دینا اس کا سبب اور داعیہ بن سکتا ہے لہذا محرم کو اس سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فقہی اجتہادات میں ایک اہم ترین اجتہاد حج تمتع کی ممانعت سے متعلق ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تمتع کیا تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں لیکن ہمیں اس وقت (دشمنوں کا) خوف تھا۔جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمتع کیا تھا اس وقت راستے پر خطر تھے اور لوگوں کے سروں پر خطرات منڈلاتے رہتے تھے مگر اب ایسا نہیں ہے۔(۳۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تفردات:

☆ شراب نوشی کی سزا پراسی کوڑے کی سزا آپ ہی کے مشورہ سے طے پائی۔

☆ بعض وجوہ کی بنا پر ایک خاص قبیلہ کے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی ممانعت کا حکم دیا۔

☆ غالی شیعوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔

☆ عہد صدیقیؓ میں حضرت علیؓ کی تجویز پر لواطت کے مرتکب افراد کی سزا آگ میں ڈالنا مقرر کی گئی۔

اکابرین کے تفردات:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے تفردات ہیں جن کو امت کے اوّل سے لے کر آخر تک کسی نے بھی نہیں کہا۔اوراس میں عقیدے کے بھی بہت سے مسائل ہیں۔یہ اہل علم کی شان کے منافی نہیں مجموعی منہج میں متفرد ہونا غلط ہے۔برصغیر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مولانا مودودیؒ کے تفردات قابل ذکر ہیں۔

ebooks.i360.pk

تفسیر میں تفردات ممنوع نہیں ہیں لیکن تفسیر کی ایک بنیادی شرط ہے

سب سے بنیادی اور اوّلین شرط تقوی ، صحیح نیت اور اخلاص قلبی جیسی معنوی صفات شامل ہیں اس کے بعد عربی علوم، ادب، بلاغت، نحو و صرف، لغت اور اسالیب قرآن کا مطالعہ اور ادب جاہلی ادب پر عبور ہے۔ اِس کے علاوہ تفسیری روایات، احادیث کے ذخیرہ سے گہری واقفیت وغیرہ شامل ہیں۔

ebooks.i360.pk

حوالہ جات (باب دوم)

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب ،نشر ادب الحوزہ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ، ج ۲، ص ۱۳۶

۲۔ سورہ الفرقان: ۲۵ ۳۳

۳۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ج ۱۹، ص ۱۱

۴۔ مولانا سلیم اللہ خان، کشف الباری: کتاب التفسیر ،مکتبہ فاروقیہ کراچی، سن اشاعت ۲۰۰۴ء ص ۱

۵۔ الحسینی، قاضی محمد زاھد، معارف القرآن، دار الارشاد اٹک، ۱۳۹۸ھ، بار چہارم، ص ۱۲ تا ۲۰

۶۔ حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، بار ہفتم، ۲۰۰۰ء ص ۱۲

۷۔ زرکشی، امام بدر الدین محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، بیروت، لبنان، دار الفکر، ج ۱، ص ۳۱

۸۔ ابوحیان، محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، البحر المحیط، بیروت، لبنان، دار الفکر، ج ۱، ص ۲۶

۹۔ آلوسی، علامہ بغدادی، روح المعانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱ ج، ص ۴

۱۰۔ سیوطی، حافظ جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، حصہ دوم، ناشر مکتبۃ العلم لاہور ص ۹

۱۱۔ مولانا محمد نعمان، قواعد التفسیر، مکتبہ عمر فاروق کراچی، ص ۵

۱۲۔ حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، بار ہفتم، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲

۱۳۔ آل عمران ۳: ۷

۱۴۔ الاتقان فی علوم القرآن ۲ / ۲۲ ؛ روح المعانی ۱/۶؛ فتح الباری ۸/۵۵۱

۱۵۔ التفسیر والمفسرون: ۱/ ۱۸

۱۶۔ الانعام ۶: ۸۲

۱۷۔ لقمان ۳۱: ۱۳

۱۸۔ پروفیسر مولانا محمد رفیق چوہدری، آسان علوم قرآن، مکتبہ قرآنیات لاہور، ص ۷۷

۱۹۔ غلام احمد حریریؒ، تاریخ تفسیر و مفسرین، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، اشاعت ہفتم ۲۰۰۰ء، ص ۵۴

۲۰۔ قاضی عبدالصمد صارم، تبیان الراسخ معروف بہ تاریخ التفسیر، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی، ۱۳۵۵ھ، ص ۸

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ الاتقان فی علوم لقرآن، الفصل فی شرف التفاسیر، النوع الثامن والسبعون: ۲/۴۶۸، شاملہ، المؤلف جلال الدین السیوطی

ebooks.i360.pk

۲۳۔ مقدمہ تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱

۲۴۔ الفوز الکبیر: ۵

۲۵۔ زرقانیؒ، مناہل العرفان، باب اقسام التفسیر، ص ۴۷۹

۲۶۔ امین الخولی، مقالہ تفسیر، اردو دائرہ معارف الاسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، ص ۴۹۲

۲۷۔ محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر لاہور، پاکستان، بیکن بکس، ص ۱۴۷

۲۸۔ ذہبی، دکتور محمد حسین، التفسیر والمفسرون،، دار الکتب الحدیثۃ، قاہرہ، مصر، ج،۱ص ۱۴۵

۲۹۔ سورہ محمد ۴۷:۲۴

۳۰۔ چشتی، خلیل الرحمٰن، قرآنی سورتوں کا نظم جلی، دار الکتب السّلفیہ اقراء سینٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، بار دوم، ۲۰۱۲ء، ص ۳۸

۳۱۔ مولانا محمد رفیق چوہدری، آسان علوم القرآن، مکتبہ قرآنیات لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۷۵

۳۲۔ غازی ، ڈاکٹر محمود احمد ،محاضرات قرآنی ،الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ،اشاعت پنجم ۲۰۰۵ء، ص ۲۲۷

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ لسان العرب ص ۲۸ ج ۵

۳۵۔ فقہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ ،ڈاکٹر محمد رداس قلعہ جی ،مترجم مولانا عبد القیوم ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ص ۲۶ تا ۲۹

۳۶۔ ڈاکٹر تبسم منہاس، حضرت عثمان کے فقہی اجتہادات وتفردات، ماہنامہ منہاج القرآن اکتوبر ۲۰۲۱ء، ص ۱۹ تا ۲۴

ebooks.i360.pk

باب سوم

مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر کا جائزہ

ebooks.i360.pk

فصل اوّل

مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصولِ تفسیر پر ایک نظر

ebooks.i360.pk

اصول تفسیر

مسلمانوں کی ایک بدنصیبی یہ بھی ہوئی کہ کتاب اللہ کو ہدایت نامہ سمجھنے کی جگہ اسے بحث وجدل، علمی ورزش اور اظہارِ قابلیت کا ذریعہ بنایا گیا۔تفسیروں کے انبار لگ گئے اور ان تفسیروں نے کتاب اللہ پر پردے ڈال دیئے۔

پرانے وقتوں میں یونانی فلسفے، ایرانی اوہام اور ہندی تصوف کے جال پھیلے ہوئے تھے۔موجودہ زمانے میں یورپ کی ذہنی غلامی نے عقلوں پر قبضہ کر رکھا ہے اور یورپ کی خرافات کو بھی حقائق سمجھ لیا گیا ہے۔کتاب اللہ کو توڑ مروڑ کر یورپین نظریوں پر منطبق کرنے کا ایک جنون پھیلا ہوا ہے۔کوئی ڈارون کی تھیوری،قرآن سے ثابت کرتا ہے اور کوئی آئن سٹائن کے نظریے کو قرآن پر چسپاں کرتا ہے، حالاں کہ کتاب اللہ کا مقام اس سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے کہ اسے انسانی تخیلات کا تابع بنایا جائے۔کتاب اللہ نہ عقلیات کی کتاب ہے، نہ سائنس میں دخل دیتی ہے۔وہ تو انسانی ہدایت کے لئے آئی ہے اور اس سے کھیلنا نہیں بلکہ ہدایت حاصل کرنا چاہئے تھا۔قرآن عقل سلیم کے عین مطابق ہے، لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ علماءِ یورپ کے جملہ نظریات واوہام کی کسوٹی پر بھی پورا اترے۔

تفسیر میں گمراہی کا اصلی سبب اس بنیادی حقیقت کو بھول جانا ہے کہ قرآن کے مطالب وہی ہیں، جو اسکے مخاطب اوّل نے سمجھے اور سمجھائے ہیں۔قرآن، محمد ﷺ پر نازل ہوا، اور قرآن بس وہی ہے جو محمد ﷺ نے سمجھا اور سمجھایا ہے۔اسکے سوا جو کچھ ہے، یا تو علمی، روحانی نکتے ہیں، جو قلبِ مومن پر القاہوں اور یا پھر اقوال وآراء ہیں۔اٹکل پچو باتیں ہیں، جن کے محتمل قرآنی لفظ کبھی ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ باتیں قرآن سے مقصود نہیں ہیں۔قرآنی مقصود صرف وہی ہے، جو رسول ﷺ نے سمجھا اور سمجھایا ہے۔دوسری کسی بات کو مقصودِ قرآنی کہنا ظلم وزیادتی ہے اور افتراءعلی اللہ۔

بے شک قرآن، عربی زبان میں اترا ہے، مگر کیا ہر وہ شخص تفسیر کر سکتا ہے، جو عربی زبان کا عالم ہے، اس طرح کی بات کوئی مجنون یا جاہل ہی کہہ سکتا ہے۔تفسیر کے لئے محض عربی لغت کا علم کافی نہیں، ضروری ہے کہ وہ ماحول بھی سامنے ہو، جس میں قرآن اترتا تھا، کیونکہ ماحول کی تبدیلی سے لفظوں کے مدلول ومنشاء میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوجاتی ہیں۔اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ اسلامی اصطلاحوں پر عبور ہو، اسلامی روح سے کماحقہ واقفیت ہو، لیکن اس سب کے بعد بھی تفسیر صحیح نہیں ہوسکتی، جب تک رسولِ خدا ﷺ کی جناب سے حاصل نہ کی جائے، کیونکہ قرآن کے تنہا شارح اور مفسر رسول خدا ہی ہیں۔کوئی دوسرا نہیں۔

اصول تفسیر کی تاریخ:

چونکہ ہر کام کی ایک اصل ہوتی ہے اور اصول کے ساتھ ہونے والے کام کو کام کہا جاتا ہے اصولی تو کسی بھی شعبہ میں اچھی نہیں سمجھی جاتی، اسی اصول پر تفسیر کے اصول بھی ہیں جو مختلف مفسرین نے اپنے رجحان اور ذوق کے

ebooks.i360.pk

مطابق اختیار کئے۔

قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد اس کی آیت کی تلاوت اور احکام میں غور وفکر اور ان سے نصیحت حاصل کرنا ہے لیکن اگر یہ ہی واضح نہ ہو کہ قرآن مجید کے احکام میں کیسے تدبر کرنا ہے؟ وہ کیا اصول وضوابط ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم میں غور وفکر کیا جائے؟ تو یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔لہذا اصول تفسیر کی تدوین اگرچہ بعد میں ہوئی ہے لیکن ان کی تاریخ لامحالہ اسی وقت سے شروع ہوتی ہے جب سے قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔

تدوینِ اصول تفسیر:

جب علمائے کرام نے تفسیروں میں وضع واختراع ،صحیح وسقم اقوال ،اسرائیلیات کی بہتات ،فقہی اور کلامی بحثوں کی یہ صورتحال دیکھی تو متاخرین کی تفسیروں کا تقابل متقدمین کی تفسیروں سے کیا تو لامحالہ ان میں یہ فکر پیدا ہوئی ان اصول و قواعد کو مدون کیا جائے جو قرآن کے فہم وتفسیر میں مدومعاون ثابت ہوسکیں جنہیں صحابہؓ وتابعینؒ مدنظر رکھتے تھے تاکہ تفسیر بالنقول والعقول میں حق وباطل میں امتیاز ہوسکیاورصحیح تفسیری اقوال کو باطل سے جدا کیا جاسکے

اثریؒ صاحب کے اصول تفسیر پر ایک نظر:

اثریؒ صاحب نے تفسیر کے آغاز میں پندرہ اصول تفسیر بیان کئے ہیں اختصار کے ساتھ ان اصولوں کو ذیل میں دیا جارہا ہے۔اکثر اصول ایسے ہیں جن پر کوئی دوسری رائے نہیں البتہ ان میں نیچیریت واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔

۱۔ اللہ ایک یعنی یکتا ہے۔وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہین۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔لم یکن لہ کفواً احداً

۲۔ االلہ کی صفات عین ذات ہیں اور وہ مثل ذات کے ازلی وابدی ہیں۔تمام صفات اس کی نامحدود اور مطلق عن القیود ہیں۔جو کام کرنے یا نہ کرنے کا اس نے ارشاد فرمایا ہے وہ ویسا ہی ہوگا اور یہ اس کے مطلق عن القیود ہونے کے منافی نہیں ہے۔وہ فعال لما یرید بھی ہے اور لاتخلف المیعاد بھی۔

۳۔ اللہ کی صفات ثبوتی اور سلبی جس قدر قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں وہ سب سچ اور درست ہیں لیکن ان صفات کی ماہیئت مافوق عقل انسانی ہے۔اس لئے وہ صفات جس کیفیت سے ہمارے ذہن میں ہیں اور جن کو ہم نے ممکنات سے اخذ کیا ہے۔بعینہ ذات الہی پر منسوب نہیں کر سکتے اور ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ان صفات کے جو معنی مصدری ہیں وہ ذات الٰہی میں موجود ہیں جیسے قدرت وحیات۔الی غیر ذلک

۴۔ اللہ اپنے کئے ہوئے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا نہ خلاف ہونے دیتا ہے۔جو وعدے اس نے کئے ہیں وہ فعال لما یرید ہونے کے باوجود کئے ہیں کسی مجبوری کے ساتھ نہیں کیے اور نہ ہی کسی کابینہ کی اکثریت رائے کے پیش نظر کئے گئے ہیں اور ان وعدوں کو پورا کرنے کی تاکید قرآنی صفحات میں بار بار کی گئی ہے۔۔۔۔جس سے یہ بات

ebooks.i360.pk

ثابت ہوتی ہے کہ وہ وعدہ اور عدم تخلف وعدہ اس کے قادر مطلق ہونے اور اس کی صفات کے مطلق عن القیود ہونے کے منافی نہیں۔

۵۔ قانون فطرت جس پر یہ کائنات بنائی گئی ہے وہ اللہ کا عملی وعدہ ہے جس طرح اللہ کا قولی وعدہ سچا ہے اور کبھی اس کے خلاف نہیں ہوتا ایسا ہی عملی وعدہ بھی سچا ہے۔اس قانون فطرت میں سے بہت کچھ اللہ نے بتایا ہے اور بہت کچھ انسان نے دریافت کیا ہے اور بہت کچھ ہے جو ابھی دریافت نہیں ہوا ہوگا۔جس قدر دریافت ہوا وہ بھی بلاشبہ اللہ کا عملی وعدہ ہی ہے جس کا تخلف محال ہے جو دریافت نہیں ہوا وہ ابھی انسانی کمزوری ہے اللہ کے ہاں اس کا ہونا محفوظ ہے۔۔۔یعنی دنیا کی کوئی چیز الل ٹپ نہیں پیدا کر دی گئی۔ بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے۔ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے۔ایک خاص حد تک نشوونما پاتی ہے،ایک خاص مدت تک رہتی ہے اور خاص وقت پر ختم ہوجاتی ہے۔

۶۔ یہ بھی مسلم ہے کہ اللہ نے انسانوں میں رسول بنا کر مبعوث فرمائے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہیں۔''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں (الاحزاب ۴۰:۳۳)

۷۔ یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن کریم کلام الٰہی ہے''یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے''

اِن ھُوالاوَحی یو حیٰ (النجم: ۴:۵۳)

۸۔ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر نازل ہوا ہے یعنی وحی کیا گیا ہے۔نزل القرآن علیٰ عبدہ (الفرقان ۲۵: ۱)

۹۔ قرآن کریم بالکل سچ ہے اور اس میں کوئی بات خلاف واقع مندرج نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ (حم السجدہ ۴۱:۴۲) البتہ حکایۃً کسی قول کا نقل کرنا صرف بغرض بیان کرنا یا بغرض تردید یا لوگوں کے اعتقادات کو جو منافی مقصد قرآن کے نہیں ہیں بلا بحث ان کی اصلیت اور واقفیت کے تسلیم کر کیان پر استدلال کرنا یا بطور حجت الزامی کے پیش کرنا یا امور ظاہر الوقوع کو ان کی ظاہری حالت پر بلا ان کی لمیت پر بحث کے بیان کرنا یا کلام غیر مقصود بالذات کا اثنائے کلام میں آنا قرآن کریم کی صداقت کے منافی نہیں۔

۱۰۔ قرآن کریم جس قدر نازل ہوا ہے بتمامہ موجود ہے کوئی حرف کم یا زیادہ نہیں ہوا چناچہ ارشاد ہے کہ (الحجر ۱۵:۹)

۱۱۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ ترتیب قرآن منصوص ہے اور وحی الٰہی ہی اس کی ذمہ دار ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ارشاد گرامی ہے کہ ''در زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سورتے علیحدہ محفوظ ومضبوط بود''

۱۲۔ قرآن میں ناسخ منسوخ نہیں ہے یعنی اس کی کوئی آیت دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی۔۔

''جب ہم کسی آیت کو موقوف یا فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی پہنچا دیتے ہیں، کیا تمہیں

ebooks.i360.pk

معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟'' یہ اور اس جیسی دوسری آیات جن سے استدلالاً ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ نکالا جاتا ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔۔اگر ہم اس وقت جبکہ الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت ہمارے سامنے ہو، ناسخ منسوخ کو قرآن میں ان معنوں میں تسلیم کرلیں جو عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تقریباً تمام قرآن بے کار ہے۔

۱۳۔ قرآن کریم بھی انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح انسان استعارہ، مجاز، کنایہ، تشبیہ، تمثیل، دلائل لمی و اقناعی و خطابی، استقرائی اور الزامی کو کام میں لاتا ہے بالکل اسی طرح قرآن کریم میں بھی ستعارہ ،مجاز، کنایہ، تشبیہ، تمثیل اور دلائل لمی، قناعی، خطابی، استقرائی اور الزامی سب موجود ہیں۔ان سے انکار گویا قرآن کریم کا انسانوں کی زبان میں نازل ہونے سے انکار کے مترادف ہے۔افسوس کہ ترجمہ وتفسیر میں اس کا لحاظ نہ کیا گیا بلکہ صرف لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا گیا حالانکہ استعارہ، مجاز، کنایہ اور محاورہ کے لفظی ترجمہ پر انحصار نہیں ہوتا۔

۱۴۔ قرآن کریم کے معنی بیان کرتے ہوئے اس امر کا تصفیہ کرنا بھی ضروری ہے کہ جس کلام پر ہم استدلال ہم کر رہے ہیں آیا وہ کلام مقصود ہے یا غیر مقصود کیونکہ اگر وہ کلام غیر مقصود ہے تو اس پر استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بات ہم مان چکے ہیں کہ قرآن کریم میں کلام غیر مقصود جگہ جگہ پایا جاتا ہے جس طرح انسانوں کے کلام میں بھی کلام غیر مقصود ہوتا ہے جس پر حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ارشاد الٰہی ہے کہ:

''جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کے ساتھ ان سے منہ پھیر لیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور یہ لوگ جنت میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہوسکیں گے جیسے اونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں گزر سکتا'' (الاعراف:۷:۳۸)

۱۵۔ تاویل کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کسی لفظ کے اصلی معنی نہیں بن سکتے تو دوسرے معنی لئے جائیں جس سے قول قائل صحیح ہو جائے انہی معنوں کے پیش نظر ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ تاویل جائز ہوسکتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان معنوں میں تاویل جائز نہیں ہوسکتی کیونکہ قول قائل کا اگر مطلب ہی دوسرے معنی لینا ہوتو پھر اس کو ہم تاویل کیوں کہیں گے یہ تو قائل کا اصل مقصد ہے جس کو قائل بیان کرنا چاہتا ہے جب وہی مفہوم ومعنی مراد لئے جارہے ہیں جو قائل کی کی مراد ہے تو یہ تاویل کیسے ہوئی؟(۱)

اثریؒ صاحب کے اصول تفسیر کا ماخذ سرسید احمد خانؒ کے اصول تفسیر ہیں

اگر اثریؒ صاحب کے ان اصولوں کو سرسیدؒ کے اصول تفسیر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔کیونکہ یہ وہی اصول تفسیر ہیں جو سرسید احمد خانؒ نے اپنی تفسیر میں ''تحریر فی اصول التفسیر'' کے نام سے رقم کئے ہیں۔سرسید نے جمہور مفسرین کے مسلک سے ہٹ کر تفسیر القرآن کا نیا اسلوب اختیار کیا۔ہر آیت کو عقل اور سائنس کے مطابق کرنا چاہا۔اجدید طرز کی تفسیر لکھنے اور مرتب کرنے میں جن اصولوں کو ملحوظ رکھا ہے ان کو تحریر فی اصول التفسیر کے نام سے ۱۸۸۲ء میں شائع کئے جو

ebooks.i360.pk

نواب محسن الملک مہدی علی خان کے خط کے جواب میں لکھے تھے۔اثریؒ صاحب کے ہاں ان اصولوں کی ترتیب اور الفاظ قدرے مختلف ہیں لیکن کہیں کہیں تو الفاظ بھی سیدؒ صاحب والے ہی ہو بہو نقل کئے گئے ہیں لیکن ان کا نام کہیں نہیں لیا۔مثال کے طور پر سر سیدؒ کا الاصل السادس اور اثریؒ صاحب کا تیسرا اصول بغیر کسی لفظی فرق کے ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔سر سیدؒ کا چھٹا اصول تفسیر ان کے تفسیر القرآن کے مقدمہ سے ملاحظہ ہو:

''اللہ کی صفات ثبوتی اور سلبی جس قدر قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں وہ سب سچ اور درست ہیں لیکن ان صفات کی ماہیئت مافوق عقل انسانی ہے۔اس لئے وہ صفات جس کیفیت سے ہمارے ذہن میں ہیں اور جن کو ہم نے ممکنات سے اخذ کیا ہے۔بعینہ ذات الٰہی پر منسوب نہیں کر سکتے اور ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ان صفات کے جو معنی مصدری ہیں وہ ذات الٰہی میں موجود ہیں جیسے قدرت وحیات۔الی غیر ذلک ''(مقدمہ اصول تفسیر القرآن، سر سید احمد خان، ص ۲۰)(۲)

اسی طرح اثری صاحبؒ کا نواں اصول تفسیر اور سر سیدؒ کا الاصل الخامس یکساں ہے ان کی تفسیر کے مقدمہ میں دیکھیں بلا کم و کاست حرف بحرف لیا گیا ہے:

''قرآن کریم بالکل سچ ہے اور اس میں کوئی بات خلاف واقع مندرج نہیں ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ (حم السجدہ ۴۱:۴۲)البتہ حکایۃً کسی قول کا نقل کرنا صرف بغرض بیان کرنا یا بغرض تردید یا لوگوں کے اعتقادات کو جو منافی مقصد قرآن کے نہیں ہیں بلا بحث ان کی اصلیت اور واقفیت کے تسلیم کر کیان پر استدلال کرنا یا بطور حجت الزامی کے پیش کرنا یا امور ظاہر الوقوع کو ان کی ظاہری حالت پر بلا ان کی لمیت پر بحث کے بیان کرنا یا کلام غیر مقصود بالذات کا اثنائے کلام میں آنا قرآن کریم کی صداقت کے منافی نہیں۔''(۳)

نیچر کے قوانین اور خرق عادت واقعات کی تفسیر بالکل اسی انداز میں کی ہے جیسے سر سیدؒ خواجہ احمد دینؒ سے لے کر غلام احمد پرویزؒ تک نیچری حضرات نے کی ہے۔

ebooks.i360.pk

فصل دوم

کیا قرآن کی کوئی آیت منسوخ ہے؟

ebooks.i360.pk

اس فصل میں مولانا عبدالکریم اثریؒ کے نظریہ عدم منسوخی آیات کا تجزیہ آیتِ نسخ کے قرآنی سیاق وسباق اور مختلف جید علما کی آرا کی روشنی میں کریں گے۔قرآن کریم میں نسخ ثابت ہے یا نہیں مفسرین اور محققین میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے ۔جمہور امت اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔

مَا نَنسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا (۴)

سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کریم میں نسخ کے اثبات کے قائل ہیں جبکہ اس کے برخلاف ہر دور میں ایسے محققین بھی موجود رہے جو نسخ کا یا تو آیۃ مذکورہ الصدر کرتے ہوئے انکار کرتے رہے یا جہاں جہاں نسخ کی بحث رہی وہاں تطبیق کے قائل رہے۔سب سے پہلے تنسیخ آیت کے بارے میں جمہور کا موقف سامنے لاتے ہیں۔

جمہور کا نظریہ نسخ:

"نسخ" کے لغوی معنی ہیں مٹانا،ازالہ کرنا،اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے:

" کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کر دینا" (۵) مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کسی زمانے کے حالات کے مناسب ایک شرعی حکم نافذ فرماتا ہے پھر کسی دوسرے زمانے میں اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس حکم کو ختم کر کے اس جگہ کوئی نیا حکم عطا فرمادیتا ہے اس عمل کو نسخ کہا جاتا ہے اور اس طرح جو پرانا حکم ختم کیا جاتا ہے اس کو منسوخ اور جو نیا حکم آتا ہے اسے ناسخ کہتے ہیں۔نسخ کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانے میں اس دور کے مناسب احکام دینا ہوتا ہے،ناسخ کا کام یہ نہیں ہوتا کہ وہ منسوخ کو غلط قرار دے؛ بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعین کر دے اور یہ بتادے کہ پہلا حکم جتنے زمانے تک نافذ رہا اس زمانے کے لحاظ تو وہی مناسب تھا لیکن اب حالات کی تبدیلی کی بنا پر ایک نئے حکم کی ضرورت ہے،قائلین اس کی حکمت یہ بتاتے ہیں کہ یہ تبدیلی حکمت الٰہیہ کے عین مطابق ہے،حکیم وہ نہیں جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات پر بالغ نظری کے ساتھ غور کر کے نسخہ میں ان کے مطابق تبدیلیاں کرتا رہے۔

منسوخ آیات اور شاہ ولی اللہؒ:

متقدمین کی اصطلاح میں نسخ کا مفہوم بہت وسیع تھا،اسی لیے انھوں نے منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ بتائی ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے متاخرین کی اصطلاح کے مطابق لکھا ہے کہ پورے قرآن میں کل انیس آیتیں منسوخ ہیں۔(۶)

پھر آخری دور میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے ان انیس آیتوں پر مفصل تبصرہ کر کے صرف پانچ آیتوں میں نسخ تسلیم کیا ہے اور باقی آیات میں ان تفسیروں کو ترجیح دی ہے جن کے مطابق انھیں منسوخ ماننا نہیں پڑتا ا،جن پانچ

ebooks.i360.pk

آیات کو انھوں نے منسوخ تسلیم کیا ہے وہ یہ ہیں:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (۷)

جب تم میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر والدین اور اقرباء کے لیے وصیت بالمعروف کرنا فرض قرار دیدیا گیا ہے، یہ حکم متقیوں پر لازم ہے۔

یہ آیت اس زمانے میں لازم تھی جب میراث کے احکام نہیں آئے تھے اور اس میں ہر شخص کے ذمے یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے ترکہ کے بارے میں وصیت کر کے جائے کہ اس کے والدین یا دوسرے رشتہ دار کو کتنا کتنا مال تقسیم کیا جائے؟ بعد میں آیات میراث یعنی

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ ..الخ(۸)

نے اس کو منسوخ کر دیا اور اللہ تعالی نے تمام رشتہ داروں میں ترکے کی تقسیم کا ایک ضابطہ خود متعین کر دیا اب کسی شخص پر مرنے سے پہلے وصیت کرنا فرض نہیں رہا۔

دوسری آیت سورہ انفال کی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ (۹)

اگر تم میں سے بیس آدمی استقامت رکھنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے کیونکہ یہ کافر ایسے لوگ ہیں جو صحیح سمجھ نہیں رکھتے۔

یہ آیت اگرچہ بظاہر ایک خبر ہے لیکن معنی کے لحاظ سے ایک حکم ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو اپنے سے دس گنا زائد دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا جائز نہیں یہ حکم اگلی آیت کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا:

الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفاً فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُواْ أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللّهِ وَاللّهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ(۱۰)

اب اللہ نے تمہارے لیے آسانی پیدا کر دی ہے اور اللہ کو علم ہے کہ (اب) تم میں کچھ کمزوری ہے پس اب اگر تم میں سے ایک ہزار افراد استقامت رکھنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب ہوں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس آیت نہ پہلی آیت کے حکم میں تبدیلی پیدا کر دی اور دس گنے دشمن کے بجائے دو گنے کی حد مقرر کر دی کہ اس حد تک راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں۔

تیسری آیت جسے شاہ صاحب نے منسوخ قرار دیا ہے سورہ احزاب کی یہ آیت ہے:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا

ebooks.i360.pk

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (۱۱)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان (موجودہ ازواج) کو بدل کر دوسری عورتوں سے نکاح کریں خواہ ان کا آپ کا حسن پسند آئے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید نکاح کرنے سے منع فرمادیا گیا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور اس کی ناسخ آیت وہ ہے جو قرآن کریم کی موجودہ ترتیب میں مذکور بالا آیت سے پہلے مذکور ہے یعنی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (۱۲)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آپ کی وہ ازواج حلال کر دی ہیں جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مہر دے دیا ہو۔

شاہ صاحب وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس کے ذریعہ سابقہ ممانعت منسوخ ہوگئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں نسخ یقینی نہیں ہے' بلکہ اس کی وہ تفسیر بھی بڑی حد تک بے تکلف اور سادہ ہے جو حافظ ابن جریرؒ نے اختیار کی ہے یعنی یہ کہ یہ دونوں آیتیں اپنی موجودہ ترتیب کے مطابق ہی نازل ہوئی ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ۔ (۱۳)

والی آیت میں اللہ تعالی نے کچھ مخصوص عورتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ نکاح آپ کے لیے حلال ہے پھر اگلی آیت؛

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ (۱۴)

میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے علاوہ دوسری عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں۔ (تفسیر ابن جریرؒ)

چوتھی آیت جو شاہ صاحب کے نزدیک منسوخ ہے، سورہ مجادلہ کی یہ آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۵)

اے ایمان والو جب تم کو رسول سے سرگوشی کرنی ہو تو سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو یہ تمہارے لیے باعث خیر وہ طہارت ہے پھر اگر تمہارے پاس (صدقہ کرنے کے لیے) کچھ نہ ہو تو اللہ تعالی بخشنے والا اور مہربان ہے، یہ آیت اگلی آیت سے منسوخ ہوگئی۔

ebooks.i360.pk

أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۱۶)

کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات پیش کرو پس جب تم نے ایسا نہیں کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی (اب) نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"اس طرح سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم منسوخ قرار دیا گیا۔

پانچویں آیت سورہ مزمل کی مندرجہ ذیل آیات ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۔ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً (۱۷)

اے مزمل (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں) رات کو (تہجد میں) کھڑے رہیے مگر تھوڑا سا حصہ آدھی رات یا اس میں سے بھی کچھ کم کر دیجیے"اس آیت میں رات کے کم از کم آدھے حصہ میں تہجد کی نماز کا حکم دیا گیا تھا، بعد میں اگلی آیتوں نے اس میں آسانی پیدا کر کے سابقہ حکم منسوخ کر دیا وہ آیتیں یہ ہیں:

عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۔۔الخ (۱۸)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم (آئندہ) ہے اس حکم کی پابندی نہیں کر سکو گے اس لیے اللہ نے تمہیں معاف کر دیا پس تم (اب) قرآن کا اتنا حصہ پڑھ لیا کرو جو تمہارے لیے آسان ہو۔شاہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ تہجد کا حکم واجب تو پہلے بھی نہیں تھا؛لیکن پہلے اس میں زیادہ تاکید بھی اور اس وقت بھی زیادہ وسیع تھا بعد میں تاکید بھی کم ہوگئی اور وقت کی اتنی پابندی بھی نہ رہی۔

یہ تھیں وہ پانچ آیتیں جن میں شاہ صاحب کے قول کے مطابق نسخ ہوا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہ پانچ مثالیں صرف اس صورت کی ہیں جس میں ناسخ اور منسوخ دونوں ان کے نزدیک قرآن کریم کے اندر موجود ہیں۔

جمہور علمائے اہل سنت کے مطابق نسخ کی اقسام

نسخ کی اقسام:

جمہور اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں بالاجماع نسخ موجود ہے۔امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

امت نسخ کے جواز پر متفق ہے۔(۱۹)

اہل سنت کے مطابق قرآن مجید میں نسخ کی تین اقسام موجود ہیں، جن کو امام شرف الدین نوویؒ نے یوں بیان کیا ہے:

نسخ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں، جیسے رضاعت میں دس گھونٹ

ebooks.i360.pk

۲۔ جس کی تلاوت منسوخ ہو لیکن حکم باقی ہو، جیسے رضاعت میں پانچ گھونٹ اور شادی شدہ زانی مرد و عورت کیلئے سنگسار کا حکم

۳۔ جس کا حکم باقی نہ ہو لیکن اس کی تلاوت باقی ہو۔

مثلاً ارشادِ باری ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۰)

''وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا کر بیویوں کو چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جایا کریں۔۔۔''

نسخ کی پہلی دو اقسام (حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں یا تلاوت منسوخ ہو اور حکم برقرار رہے) اگرچہ قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں، لیکن بہت کم اور نادر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس لیے نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی تلاوت کریں اور اس میں بیان کردہ احکام پر عمل پیرا ہو کر اپنے رب کی خوشنودی حاصل کریں۔ اور جہاں تک نسخ کی تیسری قسم (حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہو) کا تعلق ہے تو یہ قرآنِ مجید میں بکثرت موجود ہے۔ علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ:

''نسخ کی یہ قسم قرآن مجید کی ۶۳ سورتوں میں پائی جاتی ہے۔''(۲۱)

ا۔ حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں:

اس کی مثال اُم المومنین سیدہ عائشہؓ سے مروی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

عَن عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَت كَانَ فِيمَا اُنزِلَ مِنَ القُرآنِ عَشرُ رَضعَاتٍ مَعلُومَاتٍ يُحرِمنَ ثُمَّ نُسِخَ بِخَمس مَعلُومَاتٍ۔۔

''قرآنِ کریم میں تھا کہ اگر کوئی دس گھونٹ دودھ پی لے تو یہ حرمت میں داخل ہے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ گھونٹ پینا موجبِ حرمت ٹھہرا، پس رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور یہ چیز قرآن پاک میں تلاوت کی جاتی تھی۔''(۲۲)

مذکورہ روایت کا جزءِ اول عَشرُ رَضعَاتٍ مَعلُومَاتٍ يُحَرِّمنَ کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں جبکہ جزءِ ثانی خَمسٍ مَعلُومَاتٍ۔ جو پہلے جزء کا ناسخ ہے۔ کا حکم باقی اور تلاوت منسوخ ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں:

''نزلت ثمّ رفعت۔''(۲۳)

''یہ آیت نازل ہوئی پھر اس کو اٹھا لیا گیا۔''

امام سیوطیؒ امام مکیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ebooks.i360.pk

"ھذا المثال فیہ المنسوخ غیر متلو والناسخ ایضا غیر متلو ولا اعلم لہ نظیر۔"(۲۴)

''یہ وہ مثال ہے جس میں ناسخ و منسوخ دونوں غیر متلو ہیں اور میں اس مثال کی کوئی اور نظیر نہیں جانتا۔''

قراءت اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کی ایک صورت یہ بھی مانی جاتی ہے کہ جن آیات کا نسخ مقصود تھا انہیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے ذہن سے بالکل بھلا دیا اور وہ کسی کو یاد ہی نہ رہیں۔

چنانچہ سنن بیہقی میں سیدنا ابو اُمامہؓ سے مروی ہے:

''ایک صحابیؓ نے رات کو تہجد کی نماز ادا کرنے کیلئے اُٹھ کر نماز پڑھنا شروع کی۔ جب اُنہوں نے سورہ فاتحہ کے بعد اُس سورت کو۔ جسے وہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنا چاہا تو وہ بالکل یاد ہی نہ آئی اور وہ سوائے بسم اللہ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ صبح اُنہوں نے اس کا ذکر جب دوسرے صحابہؓ سے کیا تو اُنہوں نے بھی کہا کہ ہمارا بھی یہی حال ہوا، ہمیں بھی وہ سورت ذہن پر زور ڈالنے کے باوجود یاد نہ آئی اور اب وہ ہمارے حافظے میں نہیں ہے۔ سب نے سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اَقدس میں یہ معاملہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج کی شب وہ سورت اُٹھا لی گئی، اس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ جن چیزوں پر وہ لکھی گئی تھی اُن پر اسکے نقوش بھی مٹ گئے، اب وہ باقی نہیں ہیں۔''(۲۵)

۲۔ تلاوت منسوخ لیکن حکم باقی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے اَلفاظ کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو لیکن وہ الفاظ جس حکم پر دلالت کریں اس پر عمل کرنے کا اَمر بدستور قائم ہو۔

سیدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں:

''اگر مجھے لوگوں کے یہ کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا ہے تو میں آیتِ رجم کو اپنے ہاتھ سے (مصحف میں) لکھ دیتا، پس ہم نے تو اسے (نبی کریم ﷺ کے زمانے میں) پڑھا تھا۔''(۲۶)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ

دس رضعات اس قسم میں سے ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں، جبکہ پانچ رضعات اس (قسم ثانی) سے ہیں جن کی تلاوت منسوخ لیکن حکم برقرار ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، امام شافعیؒ اور اَحمد بن حنبلؒ کا عمل بھی اسی اَثر پر ہے اور مجتہدینِ اسلام کا نسخ کی اس قسم پر استدلال اجماعی ہے(۲۷)

سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اَمیر المومنین عمرؓ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل کی اور اس میں آیتِ رجم بھی نازل کی گئی جس کو ہم نے پڑھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ ہم کتاب اللہ میں آیتِ رجم کو نہیں پاتے پس وہ ایک ایسے فرض کو ترک کرنے کی بنا پر گمراہ ہو جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رجم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس پر ثابت ہے جس نے شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں سے زنا کیا، اس شرط پر کہ

ebooks.i360.pk

اس پر گواہیاں پوری ہو جائیں یا پھر وہ حاملہ ہو جائے یا اعتراف کر لے۔''(۲۸)

سیدنا انسؓ سے اَصحابِ بئر معونہ کے بارے میں مروی ہے جو شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کے قاتلوں پر بددعا کیلئے ایک مہینہ قنوت کیا گیا تھا:

''ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا

اَن بَلِّغُوا قَومَنَا اَن قَد لَقِینَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرضَانَا

جس کی ہم نے تلاوت کی حتیٰ کہ اسے بعد میں اُٹھا لیا گیا۔''(۲۹)

۳۔حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی:

قائلین نسخ کے نزدیک نسخ کی یہ قسم قرآنِ مجید میں بکثرت پائی جاتی ہے، اِمام زرکشیؒ فرماتے ہیں:

''یہ قرآن کریم کی ۶۳ سورتوں میں ہے۔''(۳۰)

نسخ پر لکھی جانے والی کتابیں عموماً اسی قسم پر مشتمل ہیں، اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

لَکُم دِینُکُم وَلِیَ دِینِ (۳۱)

''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

سورہ الکافرون کا یہ جزء منسوخ ہے اگرچہ اس کی تلاوت باقی ہے۔

اِمام رازیؒ فرماتے ہیں:

''ہرگز نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کفر کی چھوٹ کیوں دے سکتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث ہی اس سے روکنے کیلئے کیا گیا تھا،(۳۲)

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔

''جب تم میں سے کسی کو موت آجائے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر والدین اور اَقربا کیلئے وصیت کرنا فرض قرار دے دیا گیا ہے، یہ حکم متقین پر لازمی ہے۔''(۳۳)

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب وراثت کے احکام نہ اُترے تھے، اس میں ہر شخص کے ذمے یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے ترکہ کے بارے میں وصیت کرے کہ اس کے والدین اور رشتہ داروں کو کتنا کتنا مال تقسیم کیا جائے۔

اہلِ علم کی ایک کثیر تعداد اس آیت کو منسوخ قرار دیتی ہے۔اس کی ناسخ آیتِ کریمہ:

ebooks.i360.pk

يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ (۳۴)

بعض علما کے نزدیک اس آیت کا ناسخ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

لَا وَصِيَّ لِوَارِثٍ (۳۵)

۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۳۶)

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کی طرح روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا کہ رات کو سو جانے سے پہلے پہلے کھانے کی اجازت تھی، اور اگر کوئی سو گیا تو

اس پر کھانا اور بیوی دونوں حرام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ پر قلتِ تکلیف کے پیش نظر اس کو منسوخ کر دیا۔

عمر بن خطاب اور قیس بن صرمہ رض سے پیش آنے والے واقعات اس ناسخ آیت کے نزول کا سبب بنے:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّليْلِ وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۳۷)

پہلی آیت میں لفظ کما میں حکم اور وصف دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس مذکورہ آیت سے حکم بعینہ باقی رہا لیکن وصف منسوخ ہو گیا۔

۴۔ آیتِ کریمہ:

وَلِلّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّهِ إِنَّ اللّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ} (۳۸)

یہ آیت

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاء فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوِهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (۳۹)

سے منسوخ ہے۔ پہلی آیت یہود پر رد کرنے میں محکم ہے جنہوں نے یہ طعن کیا تھا کہ یہ کیسا دین ہے جو لوگوں کے قبلے تبدیل کر رہا ہے، لیکن جہتِ قبلہ کے اعتبار سے منسوخ ہے۔

پہلی آیت سواری پر نفلی عبادت کی ادائیگی کی رخصت فراہم کرتی ہے لیکن دوسری آیت فرض نمازوں میں قبلہ کی

ebooks.i360.pk

طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے وجوب کا فائدہ دیتی ہے۔(۴۰)

اثریؒ صاحب کا نسخ فی القرآن کے متعلق تصور

مولانا عبدالکریم اثریؒ اصول تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔:

''اگر ہم اس وقت جبکہ الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت ہمارے سامنے ہو، ناسخ ومنسوخ کو قرآن میں ان معنوں میں تسلیم کرلیں جو عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تقریباً تمام قرآن بے کار ہے حالانکہ اب قرآن کریم ایک مکمل قانون کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اور کسی کو اس میں تغیر وتبدل کا حق نہین ۔بعض لوگوں نے پانچ سو آیات کو منسوخ تسلیم کرلیا۔شیخ محی الدین ابن عربی کے نزدیک بیس آیات منسوخ ہیں اور امام المتاخرین شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فوز الکبیر میں صرف پانچ آیتوں پر اکتفا کیا ہے۔یہ رفتار خود بتا رہی ہے کہ کس طرح آہستہ آہستہ ناسخ ومنسوخ کے مسئلہ کو اس وقت قرآن کریم سے زائل کیا جا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ کی پانچ آیتوں میں ذرا دقت نظر سے کام لیا جائے تو ان کا نسخ بھی جاتا رہتا ہے اور کتاب اول سے لے کر آخر تک قابل عمل بن جاتی ہے بلکہ قابل عمل ہے۔''(۴۱)

آیت کا سیاق وسباق:

اثریؒ صاحب آیت کے سیاق وسباق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سب سے پہلے غور طلب امر سیاق وسباق آیت ہے یہ تو ظاہر ہے اور جس طرح پیچھے سے آپ پڑھتے آرہے ہیں کہ یہود کو یہ اعتراض تھا کہ وحی بنی اسرائیل میں نازل ہونا چاہیے تھی یہ بنی اسماعیل میں کیسے نازل ہوگئی۔۔اور فرمایا کہ اصل اعترض ان کو یہ ہے کہ تم پر خیر وبرکت کیوں نازل ہوئی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر بنی اسرائیل کے کسی نبی پر نازل ہوتی تو حضرت موسیٰؑ کی شریعت منسوخ نہ ہوتی اگرچہ یہ بھی ان کا اپنا گمان تھا۔۔پھر جب ان کی خواہشات واہوا کے خلاف کوئی حکم آیا تو نہوں نے اس کو اس بات پر محمول کیا، اس میں اصل جواب تو ان کے اس اعتراض کا دیا گیا کہ شریعت موسوی کے جو احکام منسوخ ہو گئے ہیں اس کی دلیل تو تمہارے ذمہ ہے کہ کیا یہ احکام موسوی شریعت کے تھے یا تمہارے اپنے ہی بنائے ہوئے تھے جو تم نے شریعت موسوی کے ذمے لگا دیئے۔۔لیکن افسوس کہ مفسرین نے آیت کے لفظ سے قرآن کریم کی آیات مراد لے کر ایک طرح کا اُلٹا مفہوم بیان کر دیا۔اور ہوسکتا ہے کہ یہ انہی یہود کی کارستانی ہو جس کو سادگی سے ہمارے مفسرین سمجھ ہی نہ سکے ہوں۔(۴۲)

اس بات کے حق میں دلیل دیتے ہوئے اثری صاحبؒ رقمطراز ہیں:

اب جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نسخ آیات کی ان ساری روایات میں جو کتب احادیث یا کتب تفاسیر میں موجود ہیں ایک بھی روایت ایسی نہیں جو نبی ﷺ تک پہنچتی ہو یا جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ نبی کریم ﷺ نے

ebooks.i360.pk

فلاں آیت کو فلاں آیت سے منسوخ فرمایا تھا۔(۴۳)

ناسخ ومنسوخ کا جھگڑا کیوں پیش آیا؟:

اثریؒ صاحب فرماتے ہیں:

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ ناسخ منسوخ کا جھگڑا کیوں پیش آیا ؟محض اس لئے کہ بعض لوگوں نے بعض آیات کو دوسری آیات کے خلاف سمجھا۔پس یہاں یہ سمجھ نہ آیا کہ فلان دواایات میں کیونکر تطبیق ہوسکتی ہے جھٹ ایک آیت کومنسوخ قراردے دیا مثلاً یوں کہہ دیا گیا کہ عفوودرگزر کا حکم جہاں جہاں نبی کریم ﷺ کو دیا گیا تھا وہ قتال کے ساتھ منسوخ ہوگیا حالانکہ یہ کس قدر غلط بحث ہے ۔(۴۴)۔

نسخ فی القرآن کے موقف کا جائزہ لینے سے پہلے مختلف علماء کی آرا پیش خدمت ہیں جو قرآن میں نسخ کے قائل نہیں ہیں۔

جائزہ:

قرآنی سیاق وسباق سے یہ بالکل عیاں ہے کہ آیت نسخ مین شرائع سابقہ کے نسخ کی بات ہورہی ہے نہ کہ قرآن ہی کی کسی آیت کی۔جیسا کہ بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے ۔تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے:

نسخ فی القرآن کا انکار کرنے والے علماءو محققین کی آراء

اس بابت اثری صاحبؒ کا موقف بالکل صحیح ہے کہ قرآن کی کوئی آیت اس مفہوم میں منسوخ نہیں وہ ناکارہ ہوگئی ہےاوراب اس پرتا قیامت عمل نہیں ہوسکتا۔اس سلسلہ میں مختلف علمائے کرام کی آراءپیش کی جارہی ہیں۔

منسوخ آیات کے متعلق مولانا ثنااللہ امرتسریؒ کا فتویٰ:

کسی آیت مخصوص کومنسوخ کہنا منصوص امرنہیں ہے۔ بلکہ مفسر یا مترجم کا اپنافہم ہے جوعندالتعارض اس کوپیش آتا ہے۔اس لئے کہ ممکن ہے جوتعارض کی وجہ سے ایک مفسرکسی ایت کومنسوخ کہے۔ دوسرااس تعارض کواورطرح سے رفع کرلے۔شاہ ولی اللہ دہلوی نے فورالکبیر میں اس کے متعلق کافی روشنی ڈالی ہے۔کوئی عالم صحیح معنوں میں قرآن کی آیت منسوخہ میں تطبیق دے سکےاوروہ تطبیق کسی دوسری آیت یاحدیث کے خلاف نہ ہوتوکوئی حرج نہیں بلکہ فعل ممدوح ہے۔ اس لئے نسخ کے بارے میں اتنا تشدد کرنا اچھانہیں ہے۔ واللہ اعلم ۔(۴۵)

مولاناسید مناظراحسن گیلانیؒ کا موقف:

سیدمناظراحسن گیلانیؒ منسوخی آیات کورواج کانام لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ebooks.i360.pk

''رواج کی بنیاد پر بعضوں نے تو ناسخ و منسوخ آیتوں کی جوفہرست بنائی شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ قرآن کے نصف حصہ کوانہوں نے منسوخ ٹھرا دیا، لیکن متقدمین جن معنی میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے اس میں نسخ کی اصطلاح سے متاخرین جو کچھ مراد لیتے ہیں دونوں میں فرق عظیم تھا۔اب تو کسی حکم کے منسوخ ہونیکا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ وہ شرعی قانون ہی باقی نہیں رہا۔۔نسخ کا مطلب جو کچھ اب سمجھا جاتا ہے کم ازکم قرآنی آیات کی حدتک مشکل ہی سے کسی آیتکو اس بنیاد پر منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے''(۴۶)

اسی طرح اپنی تصنیف تدوین قرآن میں ''منسوخ التلاوہ آیت رجم'' پر کافی تفصیلی تنقید کی ہے(۴۷)

علامہ محمد عبدہؒ مصری کی ''ما ننسخ'' کی تفسیر:

علامہ محمد عبدہؒ کی تفسیر المنار جدید عقلیت پسند مکتب فکر کی ترجمانی کرتی ہے،جس کی بنیاد سید جمال الدین افغانیؒ نے رکھی ۔بعدازاں ان کے شاگرد علامہ محمد عبدہ مصری نے اسے آگے بڑھایا۔تفسیر المنار دراصل علامہ عبدہ ہی کی طرز فکر پر اساس پذیر ہے جسے ان کے تلمیذ سید رشید رضا نے مرتب کیا ہے۔یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہ تفسیر علامہ عبدہ کے افادات پر مشتمل ہے۔موصوف قرآن میں نسخ کے قائل نہیں ہیں۔آیہ نسخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں آیت سے مراد دلائل ہیں نہ کہ شرعی احکام کہ اللہ تعالی کی نبوت پہ جو دلیل دیتا ہے،انہیں بدل کر ان سے بہتر دلائل لاتا ہے''(۴۸)

مولانا تقی امینیؒ کا نظریہ:

''نسخ کا اصل تعلق طریق نفاذ سے ہے کہ اس کے ذریعے احکام کی تقدیم وتاخیر،تخصیص وتعمیم اور تقیید وتحدید کی جاتی ہے جیسا کہ مکی ومدنی مشروعات میں فرق سے ظاہر ہے''(۴۹) آگے لکھتے ہیں:

''نسخ کی مذکورہ توجیہ وتفسیر کے بعد آخری شریعت کے جن احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت ناگزیر ہوگی،ان پر مروجہ نسخ کا اطلاق درست نہ ہوگا کیسنکہ روح اور مقصد کے ساتھ اصل حکم ہمیشہ برقرار رہے گا اس میں ن تبدیلی کبھی نہ ہو گی۔تبدیلی صرف شکل وصورت میں ہوتی رہے گی جس کے لئے نسخ کے بجائے ہماری زبان میں موقع ومحل کی تعیین کا لفظ زیادہ موزوں ہے''(۵۰) مزید لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے جب قرآنی احکام معاشرتی حالات کی بنا پر ۲۳ سال کی مدت میں بتدریج نازل ہوتے ہیں تو موقع و محل کو بہانہ بنا کر کسی حکم کے بالکلیہ ختم کر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا،حالات وتقاضا کی مناسبت سے روح اور مقصد کو باقی رکھتے ہوئے توسیع وتخفیف،تعمیم وتخصیص کی صورت ہی مراد ہوسکتی ہے''(۵۱)

ebooks.i360.pk

مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی رائے:

مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ اپنے دور کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔نسخ کے بارے میں ان کی رائے ان کے تلمیذ خاص مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اس طرح نقل کی ہے :

''ہمارے شیخ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے قریب نہیں کہ اس میں ایسی آیت مل جائے جس کا حکم اس طرح منسوخ ہوگیا کہ وہ کسی وجہ اور کسی محل کے اعتبار سے بھی باقی نہ رہا ہو بلکہ اس کا حکم کسی نہ کسی مرتبہ میں، کسی نہ کسی حال میں ضرور مشروع اور زیرِ عمل رہے گا''(۵۲)مولانا بنوریؒ نے اپنے شیخ کے مذکورہ بالا قول پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے:''شیخ کا یہ افادہ بڑا اہم ہے اس کا مزہ چکھلوا گرتم اہل ذوق میں سے ہو (۵۳)

نسخ کے بارے میں شیخ حسین علیؒ کی رائے:

مولانا گوہر رحمٰن رقمطراز ہیں:

برصغیر ہندو پاک میں توحید وسنت کی اشاعت کرنے والے اور شرک و بدعت کی تردید کرنے والے بہت بڑے مجاہد شیخ حسین علی رحمہ اللہ کی رائے بھی وہی ہے جو شیخ انور شاہ کشمیری کی ہے کہ قرآن میں من کل الوجوہ منسوخ آیات موجود نہیں ہیں۔(۵۴)

شیخ حسین علیؒ کے شاگرد رشید شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اپنی تفسیر جواہر القرآن میں لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ(حسین علیؒ)ان پانچ آیتوں کو بھی منسوخ نہیں مانتے اور حضرت شاہ(ولی اللہ)صاحبؒ کے طرز پر ان پانچ آیتوں کی ایسی توجیہ فرماتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچ آیتوں کا حکم بھی تا قیامت باقی ہے ان پانچوں آیتوں کی توجیہ اپنی اپنی جگہ آئے گی''(۵۵)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا منسوخ آیات کے متعلق موقف:

مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی قرآن میں نسخ کے قائل نہیں تھے انہوں نے ان آیات کی جن کے بارے میں منسوخی کا گمان کیا جاتا ہے اس انداز سے تفسیر کی کہ وہ منسوخ نہیں رہتیں بلکہ اپنی جگہ قابل عمل ہیں مثال کے طور پر سورہ البقرہ کی آیت کے ضمن میں جسے بالعموم عدت بیوہ پر محمول کیا جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں:

''(آیت)۲۴۰،۲۴۱ میں احسان کا ذکر ہے کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کا خاوند مر جائے سوسائٹی پر ضروری ہے کہ اسے ایک سال تک نہیں نکال سکتے یہ حق نکاح نہیں حق اجتماعیت ہے کیونکہ مرد عورت الگ الگ نہیں بلکہ ایک کنبہ قبیلہ کے اعضاء ہیں۔۔پہلا حکم ازواج کے لئے تھا یہ حکم اہل ازواج کے لئے ہے''(۵۶)

ebooks.i360.pk

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کی رائے:

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اپنی کتاب فہم القرآن میں لکھتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد مفتی محمد عبدہٗ المصری کا زمانہ آیا تو انہوں نے کہا قرآن مجید میں ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ نسخ کے اصل مفہوم کی جتنی تنقیح ہوتی رہی آیات منسوخہ کی تعداد بھی اسی کے مطابق کمی واقع ہوتی رہی، یہاں تک کہ یہ حقیقت خود بخود واضح ہوگئی کہ دراصل قرآن مجید میں ایک آیت بھی منسوخ نہیں۔(۵۷)

قرآن میں نسخ کی حقیقت کے عنوان کے تحت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اپنی کتاب فہم القرآن میں لکھتے ہیں۔

''خلاصہ کلام یہ ہے کسی آیت کو کسی آیت کے لئے ناسخ کہنے سے مراد یہ ہے کہ منسوخ آیت کا حکم بالکل زائل ہو چکا اور اب اس پر عمل کرنا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے تو جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اس معنی کے اعتبار سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ اور اگر بر سبیل مجاز تخصیص عام یا تعین مدت یا تفصیل اجمال پر نسخ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے تو ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں کہ اس معنی کے لحاظ سے نسخ کا اطلاق ہوسکتا ہے اور غالب یہ ہے کہ علماء کرام جو نسخ بولتے ہیں اس سے وہ دوسرے معنی ہی مراد لیتے ہیں''(۵۸)

مولانا پروفیسر رفیق چوہدری کی رائے:

پروفیسر ڈاکٹر مولانا رفیق چوہدری اپنی تصنیف علوم القرآن میں بتدریج منسوخ آیات کی تعداد کم سے کم ہوتے جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گویا اس آخری قول سے منسوخ آیات کی تعداد ابھی مزید کم ہونے کا بھی اشارہ ملتا ہے۔''(۵۹)

مکتب اہل بیتؑ کے ایک عالم علامہ سید شرف الدین موسوی کا موقف:

یاد رہے کہ مذہب امامیہ کے نزدیک منسوخ التلاوہ جیسا نسخ تحریف فی القرآن ہے۔ علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی تصنیف ''اٹھو قرآن کا دفاع'' میں تحریف قرآن کا ایک مصداق منسوخیت آیات قرآن کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''قرآن کے بارے میں نسخ اور تحریف کی روایات دشمنان قرآن نے پھیلائی ہیں۔ نسخ اور تحریف کے عقیدے کو ملحدین، مستشرقین اور مستغربین نے مسلمانوں کو قرآن سے روکنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ نسخ اور تحریف دونوں کا مقصد قرآن کو آئین اور دستور زندگی سے نکالنا ہے''(۶۰)

ebooks.i360.pk

ابوالاعلیٰ مولانا سید مودودیؒ کا نسخ فی القرآن کے متعلق موقف:

نسخ فی القران کے عنوان کے تحت منسوخ آیات کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

''قرآن میں نسخ دراصل تدریج احکام فی الاحکام کی بنیاد پر ہے۔ یہ نسخ ابدی نہیں ہے۔ متعدد احکام منسوخہ ایسے ہیں کہ اگر معاشرے میں کبھی ہم کو پھر ان حالات سے سابقہ پیش آجائے جن میں وہ احکام دیئے تھے تو انہی احکام پر عمل ہو گا۔ وہ منسوخ صرف اسی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ معاشرہ ان حالات سے گزر جائے اور بعد والے احکام کو نافذ کرنے کے حالات پیدا ہوجائیں۔''(۶۱)

ڈاکٹر شمس البصر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ایک مقالہ کا اقتباس:

پروفیسر ڈاکٹر شمس البصر اپنے مقالہ ''ناسخ و منسوخ کے اطلاقی پہلو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں'' جو انہوں نے مقالات قرآن کانفرنس منعقدہ ۴ تا ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء میں پیش کیا، ناسخ منسوخ آیات کی تطبیق کے حوالے سے بالعموم منسوخ سمجھی جانے والی آیات کا مفہوم مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں جس سے ان کی منسوخیت بے وجود ہو کر رہ جاتی ہے اور اپنے مقالہ میں فرماتے ہیں:

''درج بالا موضوع تحقیق طلب ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ اسی حوالے سے قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کے ان پہلوؤں کو تلاش کیا جائے جہاں قرآنی احکامات سے ناسخ و منسوخ کے غیر ضروری اطلاق کی وجہ سے استفادہ نہیں ہو سکتا۔''(۶۲)

اور مقالہ کے اختتام پر لکھتے ہیں:

''منسوخ آیات کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل روک دیا گیا ہے۔ حالات اگر تقاضا کرتے ہیں تو ان سے استفادہ آج بھی ممکن ہے اور مستحسن بھی۔''(۶۳)

نسخ فی القرآن کا تجزیہ:

یہی صحیح رائے ہے کہ قرآن کی کوئی آیت بھی ایسی نہیں کہ اسے قیامت تک معطل سمجھا جائے ورنہ روافض کا عقیدہ بداء اور منسوخ فی القرآن میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

اس موضوع پر علامہ رحمت اللہ طارقؒ کی لاجواب تصنیف ''تفسیر منسوخ القرآن'' اس حوالے سے بہت عمدہ تحقیقی کام ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر حسن الدین احمد صاحب نے اپنی تصنیف ''احسن البیان فی علوم القرآن'' میں نہایت عمدگی سے منسوخی آیات کے غلط تصور کی مدلل انداز میں تحقیق پیش کی ہے۔

اب قرآن میں نسخ کے وقوع سے متعلق تجزیہ دیا جا رہا ہے:

ebooks.i360.pk

☆ آیتِ نسخ کا سیاق وسباق واضح ہے کہ شرائع سابقہ کی منسوخی کی بات ہورہی ہے نہ کہ قرآن کی کی کسی آیت کی جیسا کہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تفسیر ترجمان القرآن میں، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے تفسیر ثنائی میں اور مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کا پس منظر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کا ظہور اس لئے ہوا کہ یا تو نسخ کی حالت طاری ہوئی یا نسیان کی۔نسخ یہ ہے کہ ایک بات پہلے سے موجود تھی لیکن موقوف ہوگئی، اوراس کی جگہ دوسری بات آگئی۔نسیان کے معنی بھول جانا ے کے ہیں۔بعض حالتوں میں ایسا ہوا کہ پچھلی شریعت کسی نہ کسی شکل میں موجود تھی، لیکن احوال وظروف بدل گئے، یا اس کے پیرووں کی عملی روح معدوم ہوگئی تھی۔اس لئے ضروری ہوا کہ نئی شریعت ظہور میں آئےبعض حالتوں میں ایسا ہوا کہ امتداد وقت سے پچھلی تعلیم بالکل فراموش ہوگئی اور اصلیت میں کچھ باقی نہ رہا، پس لامحالہ تجدید ہدایت ناگزیر ہوگئی۔'' (۶۴)

مولانا مودودیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ ایک خاص شُبہ کا جواب ہے جو یہودی مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے،ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر پچھلی کتابیں بھی خُدا کی طرف سے آئی تھیں اور یہ قرآن بھی خدا کی طرف سے ہےتو ان کے بعض احکام کی جگہ اس میں دوسرے احکام کیوں دیئے گئے ہیں؟ایک ہی خدا کی طرف سے مختلف وقتوں میں مختلف احکام کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر تمہارا قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہودی اور عیسائی اس تعلیم کے ایک حصے کو بھول گئے جو انہیں دی گئی تھی۔آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی تعلیم اور وہ حافظوں سے محو ہوجائے؟ یہ ساری باتیں وہ تحقیق کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے کرتے تھے کہ مسلمانوں کو قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شک ہوجائے۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مالک ہوں ،میرے اختیارات غیر محدود ہیں، اپنے جس حکم کو چاہوں منسوخ کردوں اور جس چیز کو چاہوں، حافظوں سے محو کردوں۔مگر جس چیز کو منسوخ یا محو کرتا ہوں، اس سے بہتر چیز اس کی جگہ پر لاتا ہوں یا کم از کم وہ اپنے محل میں اتنی ہی مفید اور مناسب ہوتی ہے جتنی پہلی چیز اپنے محل میں تھی'' (۶۵)

یقیناً آیہ مذکورہ میں نسخ وتبدل آیات کا جو ذکر ہے وہ قرآنی آیات کے نسخ کا نہیں بلکہ یہود کی ان خودساختہ آیتوں (احکام) کی تبدیلی کا ہے، جس کا انہوں نے خود ارتکاب کیا تھا، بُھلا دینے (اوننسھا) کا لفظ نشاندہی کررہا ہے کہ پچھلی کتابوں میں تحریف ہونے کی وجہ سے پیرووَں کے ذہن سے اوجھل ہوگئی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں ان سے بہتر یا ویسی ہی آیات نازل کیں۔اس واضح بات کی طرف ہمارے علماء اور مفسرین کا دھیان نہ گیا اور انہوں نے آیت سے مراد قرآن مجید کی آیات لے کر نسخ کی ایسی بحث کا آغاز کردیا جس کے نتیجہ میں بے شمار قرآنی آیات ناسخ یا منسوخ قرار پا گئیں۔

☆ قرآنی آیات میں تخصیص عام، تعیین مدت، تفصیل اجمال یا اختلافِ زماں باہمی نظر آیا تو متقدمین نے یہ نتیجہ اخذ

ebooks.i360.pk

کرلیا کہ ایک آیت دوسری آیت کی ناسخ ہے اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ اب اس پر کبھی عمل ہو ہی نہیں سکتا یا وہ ناکارہ ہوگئی ہے۔اگر تمام آیات جن کے متعلق مفسرین نے کہا کہ منسوخ ہو چکی ہیں غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن مجید کی کوئی آیت کسی دوسری آیت کو منسوخ نہیں کرتی صرف اتنا ہے کہ علماء نے آیت کے کسی لفظ کے کوئی خاص معنی مراد لے کر کوئی خاص حکم استنباط کرلیا اور اس حکم کو چونکہ منسوخ قرار دیا گیا اس لئے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ آیت بھی منسوخ ہوگئی۔

☆ کوئی ایسی روایت نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہو جس میں آپ ﷺ نے خود کسی آیت کو منسوخ قرار دیا ہو۔

ڈاکٹر حسن الدین احمد لکھتے ہیں:

روایات نسخ کے متعلق یادرکھنے کے قابل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اکثر ان روایات کی یہ حالت ہے کہ جہاں ایک صحابیؓ کی رائے ایک آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق ہے وہیں دوسرے صحابیؓ کی رائے اس کے غیر منسوخ ہونے کے متعلق ہے۔اس لئے معلوم ہوا کہ خود روایات ایک دوسری کی تردید کرتی ہیں، یوں نسخ کا معاملہ اور بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ چناچہ طبریؒ کا قول ہے ''الروایات فی النسخ کلھا ضعیفۃ''یعنی نسخ والی سب کی سب روایتیں ضعیف ہیں۔(۶۶)

☆ اگر ناسخ و منسوخ کے مباحث کا تدریجی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً نسخ کے دائرہ کو تقریباً پانچ سو آیات تک وسیع کر دیا گیا تھا یعنی یہ قیاس کرلیا تھا کہ قرآن مجید کی تقریباً پانچ سو آیات ناسخ یا منسوخ ہیں۔نسخ کے اصل مفہوم کی جتنی تنقیح ہوتی گئی آیات منسوخہ کی تعداد میں اسی کے مطابق کمی ہوتی گئی۔متقدمین نے منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ بتائی تھی ان کے بموجب مختص سورتوں کو چھوڑ کر تمام سورتوں میں ناسخ منسوخ آیات موجود ہیں۔ابن عربی نے بیشتر قرآنی آیات کے متعلق لکھا کہ وہ منسوخ نہیں مخصوص ہیں۔جلال الدین سیوطیؒ نے ۱۹ آیات کو منسوخ قرار دیا،ڈاکٹر صبحی صالح (بیروت) کے مطابق ۱۰ آیات منسوخ ہیں،شاہ ولی اللہؒ نے صرف پانچ کو منسوخ سمجھا اور شاہ صاحب کی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا پروفیسر رفیق چوہدری کے الفاظ میں ''گویا اس آخری قول سے منسوخ آیات کی تعداد میں مزید کم ہونے کا اشارہ ملتا ہے''

ناسخ منسوخ کی تعداد میں یہ اختلاف خود بتاتا ہے کہ یہ محض ایک رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ایک شخص ایک آیت کو دوسری سے تطبیق نہ دے سکا تو اسے منسوخ ٹھہرا ڈالا۔

☆ نسخ کے متعلق بہت بوالعجمیاں پائی جاتی ہیں جیسے منسوخ التلاوہ اور حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہونے کی اقسام میں عجیب جرات سے کام لیا گیا اور قرآن مجید کے نزول یا نسخ پر خبر احاد سے حجت کی گئی حالانکہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے۔اخبار احاد ظنی ہیں قطعی نہیں۔کسی قرآنی آیت کے نزول یا اس کے نسخ پر اخبار احاد سے حجت کرنا قطعاً درست نہیں۔اخبار احاد میں قران بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔اگر اس قسم کا آحادی قرآن کہیں موجود ہوتا تو

ebooks.i360.pk

لوگوں کے پاس بطور نمونہ کچھ نہ کچھ باقی ضرور رہتا۔

ایسا بھی ہوا قرآن میں ناسخ آیات تو ٹھہرائی گئیں لیکن منسوخ قرآن میں موجود نہیں مثلاً قبلہ سے متعلق آیت

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاء فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوِهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (۶۷)

ناسخ سمجھی جاتی ہے۔

☆ نسخ کے قائل علماء کے نزدیک ناسخ آیات کو بھی منسوخ قرار دیا جا سکتا ہے مثلاً

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (۶۸)

فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (۶۹)

نے منسوخ کیا پھر اس ناسخ آیت کو

حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (۷۰)

نے منسوخ کر دیا۔ بقول ڈاکٹر صبحی صالح اس ضمن میں عجیب تر بات یہ ہے کہ مذکورہ صدر جزیہ سے متعلق آیت اہل کتاب کے متعلق اُتری ہے اس لئے

فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ (۷۱)

کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔(۷۲)

☆ نسخ کے قائل بعض علماء نے اس حد تک مبالغہ سے کام لیا کہ ایک آیت کو اجزاء میں بانٹ کر ایک حصہ کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دیا مثلاً ابن العربی (۶۳۸ھ) نے قرآنی آیت

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۷۳)

''اے ایمان والو تم پر فقط تمہاری جانوں کی ذمہ داری ہے جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ تمہیں تمہارے سب کاموں سے جو (دنیا میں) کئے تھے آگاہ کرے گا (اور ان کا بدلہ دے گا)'' میں آخری حصہ کو پہلے حصہ کا ناسخ قرار دیا اور اسی طرح

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۷۴)

(اے محمد ﷺ!) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کر لو۔ اس آیت میں ابتدائی اور آخری حصہ کو منسوخ اور درمیانی حصہ کو محکم یعنی غیر منسوخ قرار دیا۔ یا للعجب

☆ بعض مفسرین خیال ہے کہ

ebooks.i360.pk

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ (۷۵)

کو آیت سیف

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (۷۶)

نے منسوخ کر دیا۔ آیت سیف کو انہوں نے اور بھی بہت سی آیات کی ناسخ قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس جگہ نسخ یا تخصیص کا کوئی کام نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے اور رہے گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایسی آیات میں نسخ کا تصور بھی بارگاہِ ربانی میں گستاخی اور سوءِ ادب کا موجب ہے۔ اگرچہ مفسرین نے ایسے مقامات پر نسخ کا ذکر بڑے نرم انداز میں کیا ہے۔

ebooks.i360.pk

فصل سوم

معجزات اور قانون

ebooks.i360.pk

معجزات اور قانون

مولانا عبدالکریم اثریؒ کے اصول تفسیر میں اصول نمبر ۵ میں قانون فطرت کی بات کرتے ہیں جس پر یہ کائنات بنائی گئی ہے کہ وہ اللہ کا عملی وعدہ ہے جس طرح اللہ کا قولی وعدہ سچا ہے اور کبھی اس کے خلاف نہیں ہوتا ایسا ہی عملی وعدہ بھی سچا ہے۔اس اصول کے تحت وہ معجزات کو تسلیم نہیں کرتے اور اقرآنی آیات کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس سے معجزہ معجزہ نہیں رہتا۔اس اصول کو عقل وفطرت کی رُو سے پرکھنے سے پہلے معجزہ کا مفہوم اور اس کے متعلق مختلف تصورات کو بیان کیا جارہا ہے۔

معجزہ کی تعریف:

بغیر کسی شک وشبہ کے معجزہ ایک غیر معمولی عمل ہے جو عادت کے خلاف ظاہر ہوتا ہے چاہے یہ کام خارجی دنیا سے تعلّق رکھتا ہو یا خبر کی صورت میں سامنے آئے خبر دینا بھی ممکن ہے دنیا کے عام دستور کے خلاف غیر معمولی ذرائع سے ہو یہ پیغمبر کے ذریعے خدا کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے۔

معجزات کے متعلق تین موقف:

۱۔ ایک مؤقف یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے حکم سے کائنات کا ذرہ ذرہ ایک لگے بندھے قانون کے مطابق چل رہا ہے، الیکن س کا قطعی مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ قوانین کا پابند ہوگیا ہے اور ان قوانین کو توڑنہیں سکتا۔وہ قادر مطلق ہے جیسے چاہے کرسکتا ہے۔یہ قائلین معجزات کا موقف ہے۔

۲۔ یہ کائنات اللہ کے قوانین کے تحت ہی چل رہی ہے جسے علت معلول کہتے ہیں۔اللہ بےشک قادر مطلق ہے لیکن ان کائناتی قوانین کی خلاف ورزی نہ کرنا اس کی شان ہے جیسے وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا حالانکہ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

۳۔ ایک موقف کہ جو بھی معجزے ہوئے وہ قانون فطرت کے مطابق ہی ہوئے۔لیکن چونکہ ہم ابھی قانون فطرت سے مکمل واقفیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کا دعوی کرتے ہیں اس لئے ان معجزات اور معلوم قوانین فطرت کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔یہاں پر یہ واضح ہو کہ معجزات کے قوانین فطرت کے مطابق ہونے سے معجزے کی اصل حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑھتا۔مثلاً اگر کوئی کل کو یہ ثابت کرے کہ موسی علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کی سائنسی توجیہہ ممکن ہے پھر بھی ان راستوں کے بننے اور عین موسی علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ عین اسی وقت دریا کے پاس پہنچنے کی ٹائمنگ کی توجیہہ صرف ارادہ خداوندی کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔

ebooks.i360.pk

اثری صاحب کا معجزات کے متعلق موقف:

اثریؒ صاحب کہیں معجزات کو ماننے کی بات کرتے ہیں اور کہیں صاف انکار کر جاتے ہیں، دراصل وہ محیر العقول باتوں کو تسلیم نہیں کرتے ان کے اس حوالے سے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''معجزات کے متعلق آپ یوں سمجھیں کہ یہ نام ایک عرف عام ہے جب کہ قرآنِ کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس طرح کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ قرآنِ کریم نے انبیاء کرام کے قصص میں اور علاوہ ازیں بھی اٰیۃ، اٰیات، **مبصرہ، بینہ، بینات** اور **برھان** وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یا اکثر اور جگہ پر مترجمین نے معجزہ یا معجزات کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ یہ لفظ بھی عربی زبان کا ہے لیکن ان معروف معنوں میں یہ نہیں بولا گیا۔ جس کسی نے بھی اس طرح کی تحریر کی ہے تو علمائے کرام نے ایسے لوگوں پر یہ اعتراض خواہ مخواہ لگا دیا ہے کہ فلاں شخص معجزات کا منکر ہے۔ حالانکہ جو شخص بھی کتاب اللہ کو اللہ کا کلام نبی اعظم و آخر ﷺ کو رسول اور خاتم النبیین تمام انبیاء ورسل، جنت، دوزخ اور آخرت کو مانتا اور تسلیم کرتا ہے اُس کے متعلق ایسی بات کہنا خلاف واقع ہے کیونکہ ان میں ہر ایک چیز ایک آیۃ، مبصرہ اور بینہ ہو کر معجزہ ہے اور آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل دنیا میں آئے اور ان کو بقول علمائے اسلام جتنے بھی معجزات عطا کیے گئے ان سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے جس میں دوسرے تمام معجزات کا ذکر موجود ہے۔ اس سب کچھ ماننے اور تسلیم کرنے والوں کے متعلق معجزات کے انکار کا الزام کہاں درست ہے، خود ہی اندازہ کر لیں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر انبیاء کرام کا ذکر موجود ہے اور ہر نبی ورسول کے تذکرہ میں آپ رحمہ اللہ نے تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں ایک ایک مقام پر الگ الگ جمع کر دیا ہے کسی ایک مقام کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی کہ فلاں جگہ پر ''آپ رحمہ اللہ'' نے ''فلاں'' معجزہ کا انکار کیا ہے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ ہر مقام پر واضح کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے معجزات محض وقتی نہیں تھے بلکہ حقیقت کے لحاظ سے وہ مستقل تھے، ہیں اور رہیں گے۔

ہاں! انبیاء کرام کے اکثر واقعات، استعارات، تشبیہات، تمثیلات، محاورات اور روز مرہ کے مطابق بیان کیے گئے ہیں اور یہ چیزیں ہر زبان کے ادب کی جان ہیں اور قرآنِ کریم میں بھی ان کا اکثر استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات اہل علم پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ان کے استعمال سے ہی دریا کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے اور قرآنِ کریم میں بھی ایسا کیا گیا ہے کہ ایک ایک اشارہ اور استعارہ اپنے اندر بحر ذخار رکھتا ہے۔ اس طرح کسی بھی نبی ورسول کا معجزہ کوئی شعبدہ نہیں تھا کہ اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی بلکہ ہر ایک معجزہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔(۷۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ایسے واقعات کو جو انبیاء علیہم السلام کی تائید ایزدی سے پیش آتے رہے کچھ لوگوں نے ان کو عجائبات بنا دیا اور ہر ممکن کوشش کی یہ واقعات خرق عادت یا مافوق الفطرت یا معجزات کے نام سے معروف کرائے گئے، حالانکہ حقیقت میں نہ تو وہ خرقِ عادت ہی تھے اور نہ مافوق الفطرت اور ان کو معجزات کہنا بالکل صحیح اور فطرت کے عین مطابق تھا''(۷۸)

ebooks.i360.pk

مزید لکھتے ہیں:

''بلا شبہ ایک واقعہ کو بیان کرنا اور اس کے معجزانہ رنگ کو معجزانہ رنگ ہی مین بیان کرنا صحیح ہے لیکن معجزہ بنا کر پیش کرنا اور پھر جو کچھ بنایا ہے اس کو دوسروں سے تسلیم کرانا اور اگر کوئی اس بنائے ہوئے معجزہ کو اس طرح نہ مانے تو اس پر الزام لگانا کہ یہ معجزہ کا منکر ہے کسی شعبدہ باز کا کام ہی ہوسکتا ہے۔کلام الٰہی اس کا متحمل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ اپنے بیان کئے ہوئے قانون کو بدلتا ہے اور نہ ہی کسی کو بدلنے دیتا ہے اور یہی اس کی قدرت کا سب سے بڑا اظہار ہے۔''(۷۹)

اثریؒ صاحب معجزات کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہیں؟

☆ انبیاء کرام کے اکثر واقعات، استعارات، تشبیہات، تمثیلات، محاورات اور روزمرہ کے مطابق بیان کیے گئے ہیں اس لئے ان کا حقیقی مفہوم لینے کی بجائے مجازی مفہوم لیا جائے گا۔

☆ معجزے کا لفظ قرآن میں نہیں آیا اس لئے اس لفظ کو استعمال کرنے میں معترض بھی ہیں اور استعمال بھی کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نہ اپنے بیان کئے ہوئے قانون کو بدلتا ہے اور نہ ہی کسی کو بدلنے دیتا ہے۔

☆ انبیاء کرام کے واقعات عین فطرت ہی تھے اور یہی ان واقعات کا اعجاز ہے۔

☆ منکرِ معجزات کے نام سے بھی موسوم ہونا پسند نہیں کرتے۔

جائزہ:

اب اثریؒ صاحب کے معجزات کے متعلق موقف کا تجزیہ کرتے ہیں

کیا معجزات عقل اور قانون کے خلاف ہوتے ہیں؟:

عقل کے برخلاف وہ اس وقت مانے جاتے جب عقل کسی طریق استدلال سے یہ ثابت کر دیتی کہ جو پیچھے ہو چکا ہے وہی آگے ہوگا۔اگر ان دو دعوں میں کہ "جو کچھ پہلے واقع ہوا ویسا ہی آئندہ واقع ہوگا"۔ہم کوئی عقلی ربط دیکھتے تو ہم کہہ سکتے کہ واقعہ ماضی کی مانند وقوع میں نہ آئے وہ ناممکن ہے۔پر اگر ہم کوئی ثبوت یا دلیل نہیں دے سکتے کہ کیوں ایسا ہوگا تو ہم غیر معمولی واقعہ کو عقل کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

قانون علت و معلول کا اقرار یا انکار؟

یہ سوال کہ کیا معجزہ عقلی طور پر ممکن ہے یا نہیں؟

کچھ افراد کہتے ہیں کہ معجزہ عقلی طور پر ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ قانون علیت کے خلاف ہے یعنی یہ مسئلہ دو چیزوں میں منحصر ہو جاتا ہے کہ یا تو ہم قانون علّیت کو تسلیم کریں اور معجزہ کا انکار کر دیں یا معجزہ کو قبول کریں اور قانون علیت کو

ebooks.i360.pk

تسلیم نہ کریں۔

صحیح جواب یہ ہے کہ قانون علیت اپنی جگہ باقی ہے اور استثناء کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ معجزہ بھی ایک ایسی حقیقت ہے جو قانون علیت سے منافات نہیں رکھتا اس کو یوں سمجھئے:

قرآن علیت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے۔ اس طور پر کہ نہ تو خدا کی فاعلیت کا انکار کرتا اور نہ ہی اس سے معجزات اور خلاف عادی افعال کی نفی لازم آتی۔

قانون علیت کے دو معنی ہیں:

۱۔ کوئی بھی معلول علت کے بغیر وجود میں نہیں آتا ہر معلول علت کا محتاج ہے۔ یہ قانون صرف اتنا کہتا ہے کہ ہم ہر معلول کے لئے ایک علّت کے قائل ہوں اور اسی طریقہ سے ہم اس پوری دنیا کے وجود سے خدا کے وجود کا یقین حاصل کرتے ہیں۔ علیّت خدا اس لئے ہے کہ دنیا معلول ہے دنیا کا وجود محتاج ہے اور بغیر علّت کے وجود نہیں پا سکتا۔

۲۔ قانون علیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہم معلول کی ایک خاص علت بیان کریں کہ اس معلول کے وجود کے لئے اس علت کا ہونا حتمی اور ضروری ہے لیکن عقل بغیر تجربہ کے کبھی بھی ایک وجود کے لئے کوئی ایک ایسی علت مقرر نہیں کر سکتی کہ جس پر وہ وجود منحصر ہو عام طور پر اشیاء کی مخصوص علتیں تجربوں کے ذریعہ معین کی جاتی ہیں۔

انسان کا علم اور تجربہ محدود ہے:

انسان کا تجربہ محدود ہے ہم سینکڑوں اور ہزاروں تجربے بھی کر ڈالیں تب بھی عقل کہتی ہے کہ ممکن ہے یہ وجود کسی اور ایسے طریقہ سے بھی حاصل ہو جائے کہ جس کا علم ہم نہیں رکھتے شاید ہزاروں سال تک انسان یہ سوچتا رہا کہ حرارت آگ کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی اور شاید آگ کے کشف ہونے سے پہلے وہ اس فکر میں رہا ہو کہ آفتاب کے علاوہ کسی اور چیز سے حرارت حاصل نہیں ہو سکتی لیکن جب آگ کا انکشاف ہوا تو معلوم ہوا کہ اس سے بھی حرارت حاصل ہوتی ہے اور آج دوسرے متعدد طریقوں سے حرارت پیدا کی جا رہی ہے۔ بہت سے کیمیائی عمل ورد عمل سے حرارت پیدا کر دیتے ہیں۔ دو چیزوں کے ٹکرانے یا رگڑنے یا حرکت دینے سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور ممکن ہے اس کے علاوہ دوسرے طریقہ سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہو جس کو ہم نہیں جانتے۔ معلوم ہوا تجربہ کبھی بھی ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے علت منحصرہ کا اثبات نہیں کرتا۔ ایک وجود کے لئے کوئی نہ کوئی علّت ہونے کا قانون تو بدیہی تھا لیکن کسی مخصوص علّت کی نشاندہی نہیں کر رہا تھا۔ صرف اتنا بتا رہا تھا کہ کوئی معلول بغیر علّت کے وجود میں نہیں آ سکتا لیکن وہ علّت کیا ہے قانون علّیت نے نہیں بتایا تھا؟ جب ایک نئی علّت پتہ چلی تو ہم سمجھ گئے کہ پہلے والی علّت (علّت منحصرہ) نہیں تھی بلکہ اس معلول کے لئے اس علّت کی جگہ اُس علّت سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

ebooks.i360.pk

قانون علت کا ٹوٹنا یا نئی علت کا انکشاف؟

اب اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ بیمار ہمیشہ دوا کھانے سے ہی صحتیاب نہیں ہوتا بلکہ اس کے دوسرے طریقہ بھی ہو سکتے ہیں تو اس سے قانون علّیت نہیں ٹوٹتا۔ایک بے جان پیکر کے جاندار جسم میں بدلنے کا ایک فطری طریقہ یہ ہے کہ وہ جاندار کے جسم کا حصّہ بن جائے اور نطفہ یا بیج کی شکل اختیار کرے اور پھر ایک جاندار میں تبدیل ہو جائے۔اب اگر کوئی اور طریقہ بھی ہو کہ جس سے ایک بیجان وجود جاندار میں تبدیل ہو جائے تو اس سے قانون علیت نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کو ایک نئی علّت کا انکشاف کہا جائے گا ایسی صورت میں نئی علّت کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ وہ علّت علمی انکشافات کی مانند صرف مادی ہو جو مثلاً آواز اور تصویر کی منتقلی کے طریقوں کی صورت میں رونما ہوا کرتی ہے اور ہر ایک اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔لہٰذا معجزہ کا تسلیم کرنا قانون علیت کا نقض نہیں ہے بلکہ مادی موجودات کے لئے ایسی علت کا تسلیم کرنا ہے جو مادی علتوں کی جنس سے نہیں ہے بلکہ ایک معنوی علت ہے جو پروردگار نے اپنے لطف کے تحت عطیہ کے طور پر پیغمبر کی ذات میں ودیعت کی ہے۔معجزات کا اعلیٰ مطلب اُن کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔

معجزات کے مقصد سے ظاہر ہے کہ وہ ان نیچرل نہیں ہیں وہ ایک اعلیٰ اور افضل نیچر سے علاقہ رکھتے ہیں۔پس وہ اس نظم قدرت کے جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے برخلاف نہیں گو اس سے برتر اور بلند ہیں اور انہیں ان نیچرل یعنی فطرت کا مخالف کہنا درست نہیں۔کیونکہ یہ کہنا اس وقت درست اور واجب ہوتا جب معجزات ترتیب عالم کو بگاڑتے۔پر وہ تو اسی لئے اس دنیا میں قدم رکھتے ہیں کہ جس کمال کو انتظام موجودات نے کھو دیا ہے اس کمال کی طرف اُسے پھر رجوع کریں۔ وہ ایک اعلیٰ فطرت سے علاقہ رکھتے ہیں اور اس دنیا سے آتے ہیں جس کی ترتیب اور انتظام میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تاکہ ہماری دنیا میں داخل ہو کر ان ناموافقتوں اور خرابیوں کو دور کریں جنہوں نے اس کے انتظام میں ابتری پیدا کر رکھی ہے اور اسے الہٰی منشا کے مطابق بنا کر اس میں اور اعلیٰ دنیا میں اتحاد اور تطبیق پیدا کریں۔کسی بیمار کو چنگا کرنا نیچر کے خلاف نہیں۔ کیونکہ صحت اصل منشائے نیچر کے موافق ہے۔چنگا کرنا نیچر کے برخلاف نہیں۔بیماری برخلاف ہے لہذا بخشنا اصلی ترتیب کو پھر قائم کرنا ہے۔

وہ معجزات جن میں نیچر کی طاقتوں کا عمل معمول سے زیادہ تیز کیا جاتا ہے

لیکن جن معجزات میں خدا کی نیچر کی طاقتوں کو معمول سے زیادہ منجمد کر کے فوق العادت اظہار نمایاں فرماتا ہے (مثلاً طوفان اور مصر کی بعض آفتیں وغیرہ) ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جو کام وہ طاقتیں بہت عرصہ کے بعد کرتیں اسے اپنے مزید عمل کے وسیلے فوراً وقوع میں لاتی ہیں اور یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں جو خدا کے لئے ناممکن ہو بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی ایسا کرتا ہے۔وہ بھی نیچر کی طاقتوں کو اپنے قابو میں لا کر ایسے نتائج اور ایسے واقعات پیدا کر لیتا ہے جو نیچر خود بخود پیدا نہ کرتی۔ولایت میں طرفتہ العین میں انڈوں سے چوزے نکالے جاتے ہیں۔اب ان انسانی واقعات اور الہٰی معجزوں میں

ebooks.i360.pk

یہ فرق ہے کہ معجزات خدا کی قدرت سے اور اس کے نبی کے کہنے کے بموجب سرزد ہوتے ہیں اور کسی طرح کی معمولی وسائل ان کے وقوع میں استعمال نہیں کئے جاتے تھے۔

معجزات خلاف قانون نہیں ہوتے مختلف علماء کی آراء :

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ معجزات قانون کے خلاف ہوں بلکہ قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں یہ اور بات کہ انسانی علم اور تجربہ اس قانون سے ہنوز ناواقف ہو۔ اس سلسلہ میں کچھ علماء کی آراء بیان کی جارہی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ :

علامہ شبلی نعمانی کے نزدیک معجزہ مافوق الاسباب نہیں ہوتا اور نہ ہی سنت اللہ یعنی قانون الٰہی کے خلاف ہوتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

''معجزہ کے متعلق یہ احتمال ہر وقت موجود ہے کہ مخفی اسباب کی وجہ سے اس کا ظہور ہوا ہو، اس لیے معجزہ کا معجزہ ہونا نہایت مشکل ہے''۔(۸۰)

مزید لکھتے ہیں:

قرآنی آیات سے ثابت ہورہا ہے کہ دنیا کا کوئی حادثہ عادت الٰہی کے برخلاف نہیں ہوسکتا چناں چہ اللہ تعالی فرماتے ہیں وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبدِيلاً (سورۃ الاحزاب:۶۲) (اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی)۔وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحوِيلاً (فاطر:۴۲) (اور نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلتا)۔لَا تَبدِيلَ لِخَلقِ اللَّهِ (الروم:۳۰) (بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو)۔ان آیات سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ عادت الٰہی کے خلاف کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔عادت ہی کا ترجمہ فطرت ہے تو حاصل ان آیتوں کا یہ ہوا خلاف فطرت ہونا ناممکن ہے۔(۸۱)

سید رشید رضا تلمیذ علامہ عبدہ مصریؒ:

سید رشید رضا اپنی تصنیف الوحی المحمدی میں لکھتے ہیں:

''ایسے واقعات جو بظاہر عام قدرتی اسباب کے خلاف پیش آتے ہیں یا جانی بوجھی عادتوں کے خلاف واقع ہوتے ہیں ،بحیثیت مجموعی ہر زمانے میں سب قوموں کی طرف سے سلسلہ وار بیان ہوتے چلے آئے ہیں مگر یہ خلاف معمول واقعات دراصل خلاف معمول نہیں ہوتے''(۸۲)

ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی:

ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی جنھوں نے منکرین حدیث اور خصوصاً پرویز صاحب کے نظریات کے رد میں بہت کچھ لکھا ہے اپنی تصنیف ''ولادت عیسیٰؑ اور منکرین حدیث'' میں اللہ کے قانون کی دو قسمیں عادتِ عامہ اور عادت

ebooks.i360.pk

خاصہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قانون ِ عادت کی عام روش سے ہٹ کر غیر عادی اقمور کو انجام دیان اور معمول کی شاہرہ کو چھوڑ کر غیر معمولی واقعات وحوادث کو طاہر کرنا دراصل عادت عامہ کے مقابلہ مین عادت خاصہ کا اظہار ہے اس طرح عادت کی دو قسمین ہوئیں عادتِ عامہ اور عادتِ خاصہ۔

اوّل الذکر عادت کا استعمال، ایک تسلسل کے ساتھ دائماًاور مستقلاً بتکرار واعادہ بکثرت ہوتا رہتا ہے جبکہ ثانی الذکر کا ظہور نادر اور مخصوص اوقات میں کبھی کبھار ہوتا ہے، دونوں قسم کی عادات کا تجربہ ہمیں روزمرہ زندگی میں بھی اور خاص اور نادر موقع پر بھی بعض اشخاص میں دکھائی دیتا ہے'' (۸۳)

مزید لکھتے ہیں:

''جس چیز کو ہم معجزہ کہتے ہیں وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فعل ہے جو اگرچہ اس کی عام عادت کے خلاف ہی ہو مگر اس کی عادت خاصہ کے خلاف نہیں ہوتا'' (۸۴)

سید مناظر احسن گیلانی ؒ کا موقف:

سید مناظر احسن گیلانی ؒ عادت عامہ یا معمولات کو ربوبیت کا نام دیتے ہیں اور عادت خاصہ یا خرق عادت امور کو قیومیت کا نام دیتے ہیں معجزات کے متعلق فرماتے ہیں:

اور یہی قیومی تخلیق جب ربوبیت کی شکل میں ظہور پذیر ہوتی ہے تو اس کا نام ''قانون فطرت'' رکھ دیا جاتا ہے، پھر چونکہ اس عالم مین عموماً تخلیق کا عام طریقہ قانون ربوبیت کے زیر اثر انجام پا رہا ہے اس لئے اسے قیومی تخلیق کے سمجھنے سے لوگ گھبراتے ہیں مثلاً اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ لکڑی کیمیائی عمل کے بعد متی ہو گئی اور متی گیہوں اور گیہوں روٹی، پھر روٹی مرغی کا بچہ بن کر سانپ کی غذا بنی اور اس مین سانپ کا نطفہ بن کر بالآخر وہی لکڑی پھر سانپ کی صورت میں لہرانے لگی ،تو عوام الناس کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ لیکن اسی سلسلے کو ربوبیت کی تدریجی منزلوں سے ہٹا کر اگر یوں کہہ دیا جائے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کی لکڑی سانپ بن گئی تو بازاروں میں کھل بلی مچ جاتی ہے اور ''ناممکن، ہو نہیں سکتا'' کا شور افلاک تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ ان دونوں شکلوں مین بجز ربوبیت اور قیومیت کے اور کوئی فرق نہیں'' (۸۵)

منکرِ معجزات پرویز صاحب کا اعتراف:

اگرچہ پرویز صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو قوانین فطرت میں مبالغہ ارائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معجزات والی آیات کی ایسی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں جس سے خارق عادت امور معمول کے واقعات بن کر رہ جاتے ہیں لیکن اللہ کی عادت خاصہ کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت کہ خاص حالات مین خدا کی ایک خاص صفت کا ظہور ہوتا ہے قانون خداوندی کہلاتی ہے'' (۸۶)

ebooks.i360.pk

پرویز صاحب کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے دور سے پہلے انسانیت کے عہد طفولیت میں معجزات کے قائل تھے۔ لکھتے ہیں:

''جب ذہن انسانی عہد طفولیت میں تھا تو اس وقت ایسے مواقع بھی آجاتے تھے جب اسے ورطہء حیرت میں ڈال کر سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یعنی خوارق عادت (یا معجزات) کی رُو سے ذہن پر اثر ڈال کر بات منوانے کی کوشش کی'' (۸۷)

تجزیہ :

☆ معجزات کی سائنسی توجیہہ دینے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ جب سائنس یہ دعوی کرنے کے قابل ہو جائے کہ اس نے کائنات کی تمام حقیقتوں کو دریافت کے لیا تب سامنے آئے۔ ہم پھر بات کر لیتے ہیں۔ ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں بالکل ہی صحیح ہیں کہ سائنس کی کوئی بھی تحقیق حتمی نہیں ہے۔ جب تک نئی دریافتیں اور نئی معلومات حاصل ہوتی رہیں گی سائنس اپنے نظریات بدلتی رہے گی۔ ہم کبھی بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں گے کہ ہم یہ دعوی کر سکیں کہ سائنس نے کسی بھی قانون کی مکمل حقیقت دریافت کر لی۔

☆ سائنس کی دریافتوں میں تضاد اور خلا موجود ہوتے ہیں اور سائنس دان ان تضادات میں مطابقت پیدا کرنے کی تگ ودو میں مصروف رہتے ہیں۔

☆ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سائنسی ترقی نے ہمارے رہن سہن اور انداز فکر میں بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ لیکن یہ دعوی کہ سائنس کسی بھی چیز کی مکمل حقیقت معلوم کر سکتی ہے ایک بے بنیاد دعوی ہے۔ سائنس آگہی کا ایک آلہ (Tool) ہے جس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

☆ معجزہ کا تسلیم کرنا قانون علیت کا نقض نہیں ہے بلکہ مادی موجودات کے لئے ایسی علت کا تسلیم کرنا ہے جو مادی علتوں کی جنس سے نہیں ہے بلکہ ایک معنوی علت ہے جو پروردگار نے اپنے لطف کے تحت عطیہ کے طور پر پیغمبر کی ذات میں ودیعت کی ہے

☆ یہ ضروری نہیں کہ معجزات خلاف قانون ہوتے ہیں ممکن ہے کسی ایسے قانون کے مطابق ہوں جس سے ابھی ہم واقف نہ ہوئے ہوں کیونکہ ہم جن قوانین کو جانتے ہیں وہ بھی صدیوں کے تجربات کے بعد حاصل ہوئے ہیں۔

ebooks.i360.pk

حوالہ جات (باب سوم)

۱۔ اثریؒ، مولانا عبد الکریم تفسیر عروۃ الوثقیٰ ، ۵۴،سن اشاعت ۱۹۹۴ء،المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات،،ج۱،ص

۲۔ مقدمہ اصول تفسیر القرآن،سرسید احمد خان،ص ۲۰

۳۔ مقدمہ اصول تفسیر القرآن،سرسید احمد خان،ص ۲۰

۴۔ البقرہ۲:۱۰۶

۵۔ مناہل العرفان: ماھو النسخ ۲/۱۷۶

۶۔ علامہ سیوطی،الاتقان:۲،۲۲

۷۔ البقرہ ۲:۱۸۰

۸۔ النساء۴:۱۱

۹۔ الانفال۸:۶۵

۱۰۔ الانفال۸:۶۶

۱۱۔ الاحزاب۳۳:۵۲

۱۲۔ الاحزاب۳۳:۵۰

۱۳۔ الاحزاب۳۳:۵۰

۱۴۔ احزاب۳۳:۵۱

۱۵۔ المجادلہ ۵۸:۱۲

۱۶۔ المجادلہ ۵۸:۱۳

۱۷۔ المزمل ۷۳:۱

۱۸۔ المزمل ۷۳:۲۰

۱۹۔ الاتقان:۲/ ۲۴

۲۰۔ البقرہ:۲۴۰

۱۲۔ علامہ سیوطی،لاتقان:۲/ ۴۲

۲۲۔ صحیح مسلم:۱۴۵۲

ebooks.i360.pk

۲۳۔ علامہ سیوطی، الاتقان: ۲/ ۴۲

۲۴۔ ایضًا

۲۵۔ لباب التاویل فی معانی التّنزیل: ۱:۲:۷

۲۶۔ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الشّہادۃَ تکون عندالحاکم ۲۵۲۲

۲۷۔ المُستَصفیٰ للغزالی: ۱:۹۷، اُصول السرخسی: ۲:۸۷

۲۸۔ صحیح البخاری: ۶۸۳۰

۲۹۔ صحیح البخاری: ۲۸۰۱

۳۰۔ علامہ سیوطی، الاتقان: ۲:۲:۴

۳۱۔ الکافرون ۱۰۹:۶

۳۲۔ رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر: ۳۰:۷۱۴

۳۳۔ البقرہ ۲:۱۸۰

۳۴۔ النّساء ۴:۱۱

۳۵۔ جامع الترمذی: ۲۱۲۰

۳۶۔ البقرہ ۲:۱۸۳

۳۷۔ البقرہ ۲:۱۸۷

۳۸۔ البقرہ۲:۱۱۵

۳۹۔ البقرہ ۲:۱۴۴

۴۰۔ مناہل العرفان: ۲:۱۵۹

۴۱۔ اثریؒ، مولانا عبد الکریم ،تفسیر عروۃ الوثقیٰ ،سن اشاعت ۱۹۹۴ء، المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، ج ا ،ص ۵۹۔۶۰

۴۲۔ ایضاً ج ا،ص ۴۵۲،

۴۳۔ ایضاً ج ا،ص ۔ ۴۵۳،

۴۴۔ ایضاً ج ا،ص ۴۵۴

۴۵۔ ،فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۲۲۲، ۵ نومبر ۱۹۳۷ء

۴۶۔ گیلانی، سید مناظر احسن، تدوین فقہ واصول فقہ، الصدف پبلشرز کراچی، سن اشاعت ۱۴۲۸ھ، ص ۲۳۷

۴۷۔ گیلانی ،مناظر احسن، تدوین قرآن، ص ۹۶، مکتبۃ البخاری کراچی، ۲۰۰۵ء

ebooks.i360.pk

۴۸۔ محمد عبدہ، تفسیر المنار : ۱۴۱۴/۱

۴۹۔ مولانا تقی امینیؒ ا، احکام وشریعہ میں احکام میں حالات وزمانہ کی رعایت ص ۲۷

۵۰۔ ایضاً ص ۳۰

۵۱۔ مولانا تقی امینی اجتہاد: ۳۲۱؛ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر: ۸۷

۵۲۔ بنوری، محمد یوسف، یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، ص ۷۹، طبع مجلس علمی ڈھابیل ۱۴۱۴ھ، ص ۷۹

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ مولانا گوہر رحمٰن، علوم القرآن، سن اشاعت اکتوبر ۲۰۰۳ء۔ مکتبہ تفہیم القرآن مردان، ج ا، ص ۵۰۶

۵۵۔ مولانا غلام اللہ خان، جواہر القرآن ، مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی، ج ا، ص ۵۸

۵۶۔ سندھی، مولانا عبید اللہ، الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن، مکتبہ اوراق لاہور، ص ۲۵۲

۵۷۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ ، فاضل دیو بند، فہم القرآن، ادارہ اسلامیات لاہور، سن اشاعت جنوری ۱۹۸۲ء، ص ۶۲

۵۸۔ ،مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ فاضل دیو بند، فہم قرآن ، ادارہ اسلامیات لاہور، سن اشاعت جنوری ۱۹۸۲ء، ص ۵۴ تا ۶۶

۵۹۔ پروفیسر ڈاکٹر مولانا رفیق چوہدری ، علوم القرآن ، مکتبہ قرآنیات لاہور، ص ۶۱

۶۰۔ علامہ سید شرف الدین موسوی، اٹھو قرآن کا دفاع کرو ، دار الثقافہ الاسلامیہ، ص ۱۵۴

۶۱۔ مودودیؒ، ابوالاعلیٰ رسائل ومسائل اسلامک پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۰۰ء، ج ۲، ص ۸۳،

۶۲۔ پروفیسر ڈاکٹر شمس البصر ، مقالات قرآن کانفرنس : ناسخ ومنسوخ کے اطلاقی پہلو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، کلیہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور ج ا، ، ص ۷۵

۶۳۔ ایضاً ص ۷۷

۶۴۔ آزاد، ابوالکلام، ترجمان القرآن، ج ا ص ۲۸۷، اسلامی اکادمی لاہور

۶۵۔ مودودی، ابواعلیٰ تفسیر سورہ الفاتحہ والبقرہ ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور، جولائی ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۱

۶۶۔ ڈاکٹر حسن الدین احمد، احسن البیان فی علوم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، سن اشاعت ۱۹۹۴ء، ص ۲۷۵

۶۷۔ البقرہ ۲: ۱۴۴

۶۸۔ الکافرون ۱۰۹: ۶

۶۹۔ توبہ ۹: ۵

۷۰۔ توبہ ۹: ۲۹

ebooks.i360.pk

۷۱۔ توبہ ۹:۵
۷۲۔ ڈاکٹر صبحی صالح ،مترجم ،غلام احمد حریری ،علوم القرآن ،اگست ۱۹۷۸ء ،ملک سنز پبلشرز فیصل آباد ،ص ۳۷۸
۷۳۔ المائدہ ۵:۱۰۵
۷۴۔ الاعراف ۷:۱۹۹
۷۵۔ التین ۹۵:۸
۷۶۔ توبہ ۹:۵
۷۷۔ انٹرویو مولانا عبدالکریم اثریؒ
۷۸۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۱ ،ص ۲۸۶
۷۹۔ ایضاً ج ۱ ،ص ۳۰۵
۸۰۔ علامہ شبلی نعمانیؒ ،علم الکلام اور کلام ،حصہ دوم ،نفیس اکیڈمی کراچی ،ص ۲۰۵
۸۱۔ علم الکلام اور کلام ،،نفیس اکیڈمی کراچی ۲ / ۲۰۳
۸۲۔ سید رشید رضا ،الوحی المحمدی ،ترجمہ سید رشید احمد ،شیخ غلام علی اینڈ سنز ،ص ۲۷۷
۸۳۔ ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی ،ولادت عیسیٰؑ اور منکرین حدیث '، ،بیت الحکمت لاہور ،۲۰۰۶ء ،ص ۳۶
۸۴۔ ایضاً ص ۳۷
۸۵۔ گیلانی ،سید مناظر احسنؒ ،الدین القیم ،مکتبہ اسعدیہ کراچی ،فروری ۲۰۱۰ء ،ص ۱۱۲
۸۶۔ پرویز ،غلام احمد ،ماہنامہ طلوع اسلام ،جولائی ۱۹۵۸ء ،ص ۲۵
۸۷۔ پرویز ،غلام احمد طلوع اسلام ٹرسٹ گلبرگ لاہور ،قتل مرتد ص ۷

ebooks.i360.pk

باب چہارم

اثری صاحبؒ کے تفردات کا جائزہ

ebooks.i360.pk

فصل اوّل

معجزات کی اثری تفسیر

ebooks.i360.pk

(۱) آتش نمرود

حضرت ابراہیمؑ جو کہ تین بڑے مذاہب یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے عظیم پیغمبروں میں سے ایک ہیں۔ یہودی اور عیسائی ابراہیم کو اپنے اپنے مذاہب کا بانی مانتے ہیں ابراہیم کے نام سے قرآن مجید میں ایک سورت بھی ہے جو کہ قران مجید کی چودھویں صورت ہے جو کہ مکہّ میں نازل ہوئی۔ اللہ نے اُنہیں اُمت اور امام النّاس کے لقب سے پُکارا اور اُنہیں بار بار حنیف بھی کہا۔ قرآن مجید میں اُن کو مسلمان یا مسلم بھی کہا گیا ہے۔۔ اللہ نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت سے نوازا اور اُنہیں ملکِ عظیم عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خُلّت کا شرف بخشا اُنہیں خلیل اللہ (اللہ کا دوست) کہا اور سب اُمتوں میں اُنہیں ہر دلعزیز بنایا۔ اکثر انبیائے کرام ان کی اولاد سے ہیں۔ قران مجید میں حضرت ابراہیم کے احوال و اوصاف بالصّراحت مذکور ہیں۔ شرک، ستارہ پرستی اور بت سازی کے خلاف اپنی قوم اور اوروں کے ساتھ ان کا مجادلہ ومحاجہ بڑے زور سے پیش کیا گیا ہے۔ جب ابراہیم نے عملی طور پر بتوں کی بے چارگی قوم کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی اور انہیں سمجھایا کہ افسوس ہے تم پر کہ تم نے اللہ کے سوا ایسے معبودوں کی پرستش کی روش اپنا رکھی ہے جو تمہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو بعض نے کہا: ابراہیم کو قتل کر ڈالو۔ دوسروں نے کہا۔ اسے آگ میں جلا کر راکھ کر دو۔ چنانچہ ایک بھٹی تعمیر کی گئی اور اس میں آگ بھڑکائی گئی اور ابراہیم کو اس میں پھینک دیا گیا۔ لیکن اللہ نے حکم دیا کہ: اے آگ تو ابراہیم کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن جا۔ چانچہ ابراہیم اس آگ سے صحیح سلامات باہر نکل آئے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۱)

تو ان کی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو مگر اللہ نے ان کو آگ (کی سوزش) سے بچا لیا جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ·قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْداً وَسَلَاماً عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْداً فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ·وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطاً إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ (۲)

(تب وہ) کہنے لگے کہ اگر تمہیں (اس سے اپنے معبودوں کا انتقام لینا اور) کچھ کرنا ہے تو اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجبِ) سلامتی (بن جا)۔ ان لوگوں نے برا تو ان کا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا۔ اور ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے اہلِ

ebooks.i360.pk

عالم کیلئے برکت رکھی ہے۔

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ‎• فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ‎• وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ (۳)

وہ کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو۔ ۹۷۔ غرض انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی اور ہم نے انہی کو زیر کر دیا۔ اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا۔

اثری صاحبؒ لکھتے ہیں:

''قرآن کے بیان سے ہم آگے نہ بڑھیں تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ فی الواقع سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس میں گرنے سے پہلے ہی نجات دے دی اور کسی دوسری طرف ہجرت کر جانے کا حکم بھی دیا اور موقع بھی فراہم کر دیا۔ (۴)

آگ کے واقعے کو مانتے بھی ہیں تو تمثیلی انداز میں، ذرا آگے لکھتے ہیں:

''اور ابراہیم کے لئے ایک ایسی آگ تیار کی جس سے وہ ہمیشہ کے لئے خاکستر ہو کر رہ جائے لیکن اس کے حقیقی مالک نے اس آگ کو اس کے لئے گلزار بنا دیا اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر ان کے سارے کئے کرائے کو خاکستر بنا کر چھوڑا اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے اور اس طرح ان کی ساری چالوں کا وبال انہی پر پڑا اور ہمارے ابراہیم کا بال بیگا بھی نہ ہوا'' (۵)

سورہ صفٰت کی آیت

قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا

کا مفہوم ''لوگوں نے کہا ابراہیم کے لئے اسی بات کو بنیاد بناؤ'' لیتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں تمثیلی آگ کو پھر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اس لئے اب اس مسئلہ کو بنیاد بنا کر ابراہیم کے لئے ایک ایسی آگ جلاؤ جس میں وہ جل بھن کر رہ جائیت، لہٰذا انہوں نے اس مسئلہ کو کھڑا کر لیا اور ابراہیم کے لئے پورے علاقے میں آگ لگا دی کہ ہر آدمی آپ کے خلاف بپھر گیا'' (۶)

جائزہ:

☆ ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ وہ ابراہیمؑ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے سورہ الانبیاء ۲۹:۲۴ میں بھی یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ سی ء بچا لیا۔

☆ اسے تمثیلی آگ یعنی انتقام کی آگ کہنا یا غصے کی آگ کہنا کسی طرح درست نہیں آتش انتقام تو تب ٹھنڈی ہوتی

ebooks.i360.pk

جب مخالفین حضرت ابراہیمؑ کو جلا ڈالنے میں کامیاب ہوجاتے مگر قرآن نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ اے آگ تو سلامتی والی بن جا۔ اب اگر یہ دلوں میں بھڑکتی آگ تھی تو پھر حضرت ابراہیمؑ کو ہجرت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۲) عصائے موسیٰ و ید بیضا

موسیٰ علیہ السلام خدا کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک تھے۔ تمام پیغمبر کی نسبت قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ زیادہ آیا ہے۔ آپؑ بکریاں چراتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ دور ایک آگ دیکھی، تو آگ سینکنے کی غرض سے اس جانب گئے تو آواز آئی۔ اے موسیٰ میں تیرا پروردگار ہوں۔۔ یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ یہ میری لاٹھی ہے اس سے میں بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کی ٹیک لگا کر آرام کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو۔

جونہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی وہ ایک خوفناک اژدھا بن کر دوڑنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر بھاگنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، موسیٰ خوف نہ کھاؤ، اس کو پکڑلو، ہم اس کو پھر اسی حالت میں لوٹا دیں گے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدھا کو پکڑا تو وہ پھر لاٹھی تھی۔

اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر مس کرکے باہر نکالیے وہ روشن ہوجائے گا اور یہ ایک بیماری نہ ہوگی، بلکہ تیرے اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ہماری ان نشانیوں کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو اور اس کی قوم کو سیدھا راستہ دکھاؤ۔ اس نے بہت سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اور وہ بنی اسرائیلی پر انتہائی ظلم کر رہا ہے، ان کو اس غلامی اور ذلت سے نجات دلاؤ۔

ان دو معجزات کا ذکر سورہ طہ میں یوں بیان ہوا ہے۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى۔ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى۔ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَى۔ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَى۔ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى۔ اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى۔ (۷)

اور موسیٰؑ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں۔ فرمایا کہ موسیٰ! اسے ڈال دو۔ تو انہوں نے اس کو ڈال دیا اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ اللہ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو اور ڈرنا مت ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے لگا لو وہ کسی عیب (بیماری) کے بغیر سفید (چمکتا دمکتا) نکلے گا (یہ) دوسری نشانی (ہے)۔ تاکہ ہم تمہیں اپنے نشاناتِ عظیم دکھائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) وہ سرکش ہو رہا ہے۔

ebooks.i360.pk

اثری تفسیر:

اثری صاحبؒ اس آیت کے ترجمہ میں عصاء یعنی لاٹھی اور ید بیضا کے معجزات کوتسلیم کرتے ہیں اور موسیٰؑ کے واقعات میں یہی مفہوم لیا ہے لیکن انکارِ معجزات کی روش کے تحت کسی کسی مقام پر ان معجزات کی تاویل کر کے انہیں استعارہ قرار دیا ہے سورہ طہٰ کی آیات کی تفسیر میں عصاء کو سہارا بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ کہ لاٹھی کے استعارہ میں حکومت کارفرما ہے اور اس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔اس پر سہارا لگانے کا فائدہ فطری بھی ہے اور حقیقی بھی لیکن جس لاٹھی کے ساتھ ٹیک لگائی جائے اس کا مضبوط ہونا بھی ضروری ہے ورنہ اس طرح گرادے گی جس طرح پاکستان کی حکومتیں گرتی ہیں کہ ادھر سہارا لینے کے لئے ٹیک لگائی اور ادھر دھڑام سے نیچے'' (۸)

مزید لکھتے ہیں:

''بات کس قدر واضح ہوگئی کہ جب حکومت گر جائے تو گویا لاٹھی لاٹھی نہیں رہتی بلکہ وہی سانپ بن کر رہ جاتی ہے اور یہ بھی کم از کم سانپ بن کر نظر آنے لگی اور اس نے نہ صرف موسیٰ علیہ السلام کو حیران کیا بلکہ وہاں سے بھگا دیا ۔کیوں؟ اس لئے کہ لاٹھی لاٹھی نہ رہی بلکہ ایک اژدھا بن گئی گویا حکومت نہ گئی بلکہ حکومت کرنے والوں کو اٹھا کر جیل میں پھینک دیا۔''(۹)

اور ید بیضا کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

''ہاتھ کا سفید نکلنا فی الواقعہ تھا اور یہ گویا استعارہ تھا ان دلائل کا جو موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں اتارے گئے جو بائیں پہلو میں ہوتا ہے اور دایاں ہاتھ بغل میں داخل کرنا ہوتو وہ بائیں بغل ہی کی طرف جائے گا جس طرف مقام دل ہے اور دل میں ان باتوں کے تارنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ ایک دل سے نکلی ہوئی بات دوسروں کے دلوں پر اثر کرتی ہے''(۱۰)

تجزیہ :

☆ یہ بات واضح ہے کہ استعارے کو ثابت کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، گرامر لغت، محاورہ عرب، اسلوب بیان، سیاق وسباق سبھی اس مفہوم کو بیان کرنے سے قاصر ہیں جو اثریؒ صاحب نے استعارتاً پیش کیا ہے۔

☆ سہارا کیلئے یہاں 'اتوکوا' کا لفظ موجود ہے جبکہ دلائل اور جماعت اور دیگر کسی بھی معنی کے لئے سیاق و سباق اجازت نہیں دیتے ۔یعنی ایسا نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو جواب دیا جائے ، یہ میری جماعت ہے یا میرے دلائل ہیں ۔یعنی عصا کا مفہوم دلائل ،

ebooks.i360.pk

جماعت یا سہارا لیا ہی نہیں جا سکتا۔

☆ اسی طرح ید بیضا کا اثری مفہوم باطنی مفہوم تو ہوسکتا ہے لیکن قرآن اس کی قطعاً تائید نہیں کرتا۔

(۳) پیدائش مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰ ؑ کی پوری زندگی خرق عادت امور سے بھرپور ہے آپؑ کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات غیر معمولی نوعیت کے ہین، لیکن یہ سب باتیں عقل پرستوں کے ذہن کے کلاف واقع ہوئی ہین اس لئے انہیں تسلیم نہیں کرتے بلکہ تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔ پیدائش حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم ؑ کے متعلق قرآن کا بیان بالکل صاف اور صریح ہے، سورہ مریم میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَاناً شَرْقِيّاً۔ فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَاباً فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً۔ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَن مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيّاً۔ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَاماً زَكِيّاً۔ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيّاً۔ قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْراً مَّقْضِيّاً۔ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَاناً قَصِيّاً۔ فَأَجَاءهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنتُ نَسْياً مَّنسِيّاً۔ فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيّاً۔ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَباً جَنِيّاً۔ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْناً فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَداً فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْماً فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيّاً۔ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئاً فَرِيّاً۔ يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيّاً۔ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيّاً۔ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيّاً (۱۱)

ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا (اس وقت) ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔ مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں (اور اس لئے آیا ہوں) کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں۔ (فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہوگا) تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اُسے اسی طریق پر پیدا کروں گا) تا کہ اس کو لوگوں کیلئے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت اور (مہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اُسے لیکر ایک دُور کی جگہ چلی گئیں۔ پھر دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔

ebooks.i360.pk

اس وقت اُن کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے اُن کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو، اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کیلئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہ کروں گی۔ پھر وہ اس (بچے) کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تو نے بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی بد اطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیسے بات کریں؟۔ بچے نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔

اثری صاحبؒ کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں فرشتوں کی بشارت کے جواب میں سیدہ مریمؑ کا جواب ان الفاظ میں رقم طراز ہیں:

''مریم نے یہ بشارت سُنی تو کہا! اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیوں کر ہوگا؟ جب کہ مرد یعنی خاوند نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا (اور تو خوب جانتا ہے کہ میں بدکار نہیں)''(۱۲)

اثریؒ تفسیر:

اثری صاحبؒ حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ معجزانہ پیدائش کو نہیں مانتے اور اپنی تفسیر میں جا بجا اس موضوع کو چھیڑا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی پیدائش معمول کی طرح ماں اور باپ دونوں کے ذریعے ہی ہوئی۔ سورہ آل عمران میں پیدائش مسیحؑ کی آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''بلاشبہ قرآن کریم میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے یعنی کوئی ایسی مثبت تصریح نہیں جو اپنے منطوق میں ظاہر اور قطعی ہو ہاں قرآن کریم کی آیات سے اس طرح کے اشارات نکل رہے ہیں یا کم از کم نکال لئے گئے ہیں اور پھر ان کو عقیدہ تواتر اور اجماع امت جیسے سہاروں سے پختہ کر لیا گیا ہے جس سے اس نظریہ کو تقویت ملتی ہے جو مسلمانوں کے ہاں بھی بہر حال مقبول ہے''(۱۳)

اثریؒ صاحب کے اس بارے وہی دلائل ہیں جو اس سے پیشتر سرسیدؒ، خواجہ احمد الدینؒ، پرویز صاحب اور علامہ نیاز فتح پوریؒ وغیرہ نے دیئے ہیں۔ مثلاً مریم صدیقہؑ کو شادی شدہ ثابت کرنا خود ساختہ کہانی کو قرآنی منشا اور تفسیر کے نام پہ پیش کرنا

تجزیہ:

قرآن کریم کی روشنی میں یہ تصور کسی طور بھی درست نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام باپ کے ذریعے پیدا ہوئے

☆ یہود حضرت عیسیٰؑ کی بابت حضرت مریمؑ پر تہمت لگاتے تھے لقد جئت شیًا فریًا اور عیسائی آپؑ کو ابن اللہ کہتے

ebooks.i360.pk

لگے مختلف دلائل دے کر یہ سمجھایا گیا کہ عیسیٰ ؑ کی والدہ طاہرہ ہیں اور عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں اگر آپؑ کی پیدائش باپ کے ذریعے ہوئی تھی تو قرآن نے اس مسئلہ کو تشنہ کیوں رکھا بہت اہم دلیل تھی فرما دیا ہوتا کہ عیسیٰ تو فلاں کے بیٹے ہیں۔سیدہ مریم نے بھی لوگوں کے بدکاری کے الزام والے سوال کے جواب میں یہ کہنے کے بجائے کہ اس گود میں پڑے بچے سے پوچھو، وہ کہہ دیتیں کہ میرے شوہر سے پوچھو۔اور اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ سوال ہی کیوں پیدا ہوا، اگر ان کی شادی ہو چکی تھی؟ یہ بات بھی واضح کرتی ہے حضرت مریم ولادت کے دن تک غیر شادی شدہ تھیں۔

☆ قرآن کے اپنے طریقے کے خلاف حضرت عیسی واحد شخص ہیں، جن کا نام والد کے بجائے صرف ماں کے نام کے ساتھ آیا ہے۔یعنی عیسیٰ بن مریم : مریم کا بیٹا عیسی۔ جبکہ صورت یہ ہے کہ قرآن کے زمانہ نزول میں حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا مانا ہی اس لیے جاتا تھا کہ ان کا کوئی باپ نہ تھا تو قرآن مجید کو اس بات کی وضاحت کے لیے پوری سورہ مریم اور سورہ آل عمران نازل کرنے کی بجائے ،بس اتنی بات کہیں کہہ دیتا کہ لوگوں کو غلطی لگی ہے، حضرت عیسی تو یوسف نجار کے بیٹے ہیں۔لیکن سارا قرآن اس سے خالی ہے۔ایک جگہ بھی عیسی بن یوسف نہیں آیا۔

☆ قرآن کریم میں ارشاد ہے

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً (۱۴)

یعنی ماں باپ دونوں کے ساتھ حسن سلوک کو لازم قرار دیا گیا ہے۔اور سورہ مریم میں یحییٰ ؑ کے اور عیسیٰ ؑ کے احوال تقریباً یکساں انداز میں بیان کئے گئے ہیں یحییٰ ؑ کے متعلق فرمایا:

وَبَرّاً بِوَالِدَيْ (۱۵)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا جبکہ عیسیٰ ؑ کے متعلق فرمایا

وَبَرّاً بِوَالِدَتِي (۱٦)

اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا۔ان دونوں مقامات پر باقی چیزوں میں حیرت انگیز مشابہت ہے، لیکن ایک نبی (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کے لیے حسن سلوک میں دونوں والدین کا ذکر کیا گیا، اور دوسرے (عیسیٰ علیہ السلام) کے لیے صرف ماں کا؟ آخر اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ سیدنا مسیح کے والد تھے ہی نہیں۔

☆ سورہ التحریم میں امراۃ نوح اامرۃ لوط اور امراۃ فرعون کہہ کر ان کی خواتین کا تذکرہ کیا گیا لیکن حضرت مریمؑ کے ذکر میں اس اسلوب سے ہٹ کر بجائے امراۃ یوسف کہنے کے (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے شوہر کا نام یوسف تھا) مریم بنت عمران کا لفظ لایا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مریم صدیقہؑ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔(۱۷)

ebooks.i360.pk

☆ سورہ الاحزاب میں فرمایا گیا:

ادعوھم لآباءھم (۱۸)

ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یعنی ولدیت کی نسبت ہمیشہ باپ کی طرف ہونی چاہیئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس اصول کے خلاف کرے یعنی قرآن مجید میں عیسیٰؑ کو ہر جگہ ماں کی نسبت سے ابن مریم پکارا گیا ہے کسی ایک مقام پر بھی باپ کی طرف نسبت بیان نہیں کی گئی یعنی عیسیٰ کا والد نہیں ورنہ باپ کے حوالے سے پکارا جاتا۔

☆ اللہ تعالی نے سیدنا مسیح کو کلمۃ منہ یعنی اپنی طرف سے ایک کلمہ کہا ہے اور پھر اس کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عیسی عام بچوں کی طرح ماں باپ کے ملاپ سے پیدا نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کے کلمہ کن سے پیدا ہوں گے۔ یہ حضرت مریمؑ کے سوال کا جواب تھا کہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں تو میرے ہاں اولاد کیسے ہوگی۔ تو اگر عیسی یوسف نجار کے بیٹے تھے تو اللہ تعالی اتنی بڑی بات کہنے کے بجائے بس یہ کہتے کہ تیری شادی یوسف سے کرادوں گا۔ لیکن یہاں جواب شادی کرانے والا نہیں دیا گیا۔ بلکہ تخلیق کا وہ طریقہ اختیار کیا گیا جو آدم علیہ السلام کے لیے اختیار کیا گیا اس لیے کہ ان کے تو نہ ماں تھی اور نہ باپ۔ اس لیے پھر اس بات کو کمثل آدم (۱۹) کے الفاظ میں واضح کر دیا، تاکہ بات پوری طرح واضح ہو جائے کہ ولادت مسیح بن باپ کے ہوئی ہے۔

☆ ان لوگوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ سیدہ مریم کیلیے قرآن مجید نے حصنت کا لفظ اختیار کیا ہے۔ جس کے معنی شادی شدہ ہونے کے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ اللہ تعالی نے نے پورے قرآن مجید میں سیدہ مریم کے لیے یہ لفظ یوں استعمال نہیں کیا، جیسا یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ قرآن مجید نے دو جگہ (الانبیاء ۲۱ :۹۱، التحریم ٦٦ : ۱۲) یہ لفظ استعمال کیا ہے تو دونوں حکہ أُحْصَنَتْ فَرْجَهَا کہا ہے۔ أُحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے معنی ہیں: ''مریم نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی''۔ یعنی وہ پاک دامن رہیں۔ سیدہ مریم کے لیے جس طرح یہ لفظ قرآن مجید میں آیا ہے، اس کے معنی شادی شدہ کے نہیں ہوتے۔ قرآن مجید میں ان دونوں حکہ أُحْصَنَتْ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں اس نے بچایا، اس نے حفاظت کی۔ شادی کے معنی پیدا کرنے کے لیے اس کا فعلِ مجہول (Passive Tense) ہونا ضروری ہے۔ اس صورت میں اس کے اعراب یوں ہوتے ''اُحْصِنَتْنِیْ'' جو شادی کے حصار اور پناہ میں پاک دامن رکھی گئی''۔ اور اس کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ اس کے بعد فَرْجَهَا نہ آتا، کیونکہ اس کے آتے ہی مفہوم پھر بدل جاتا، اس کے معنی پھر شادی شدہ کے نہ رہتے بلکہ وہی ہو جاتے جو پہلے کے ہیں، یعنی جس کی شرم گاہ کی حفاظت کی گئی۔

اسی لیے پورے قرآن مجید میں شادی شدہ کے لیے مُحصَنَات ص پر زبر کے ساتھ استعمال ہوا ہے نہ کہ ص کے زیر کے ساتھ۔ زبر کے ساتھ یہ اسم مفعول بنتا ہے، جس کے معنی وفعل مجہول جیسے ہیں، یعنی جو شادی کے حصار میں پاک دامن رکھی گئیں۔ اس لیے یہ بات غلط ہے کہ سیدہ مریم کے وہ لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی شادی شدہ کے ہیں۔

ebooks.i360.pk

(۴) معجزات مسیحؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا معجزہ تھا۔ مگر اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار معجزے عطا کیے۔ جن کا قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے، ایک تو یہ کہ آپ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، دوسرے کسی اندھے کو آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو ان کی آنکھیں درست ہوجاتیں اور وہ دیکھنے لگ جاتا۔ تیسرے کسی کوڑھی کو پھونک مار دیتے تو وہ بھلا چنگا ہوجاتا۔ چوتھے آپ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر پھونک مارتے تو وہ زندہ ہوجاتے اور اڑنے لگتے۔ قرآن نے ان معجزات کا ذکر یوں فرمایا ہے:

أَنِّيٓ أَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ ٱلطَّيۡرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيۡرَۢا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُبۡرِئُ ٱلۡأَكۡمَهَ وَٱلۡأَبۡرَصَ وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأۡكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةً لَّكُمۡ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ (۲۰)

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بہ شکل پرند بناتا ہوں پھر میں اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہوجاتا ہے اور اندھے اور جذامی کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔

اثری تفسیر:

اثری صاحبؒ معجزات عیسوی کے متعلق فرماتے ہیں:

''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تمثیلات واستعارات میں جن مردوں کو زندہ، جن اندھوں کا بینا، جن کوڑھیوں کا چنگا اور جن کی ہیئت میں پرندوں کی سی پرواز کا ذکر ہے وہ وہی مردے، اندھے اور کوڑھی ہین جن کے علاج کے لئے وحی الٰہی کا بندوبست کیا گیا تھا اور جن بیماروں کے لئے ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اعظم اآخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سارے انبیاء کرام مختلف ادوار میں مختلف قوموں کے پاس بھیجے جاتے رہے۔''(۲۱)

تجزیہ:

☆ یہ معجزات سورہ آل عمران کے علاوہ سورہ المائدہ میں بھی ذکر کئے گئے ہیں، یہ عادت عامہ سے ہٹ کر کچھ امور تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ظاہر ہوئے کیونکہ سورہ المائدہ میں جہاں یہ معجزانہ امور پیش کئے جانے کا ذکر ہے وہاں کفار کو یہ الفاظ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ یہ صریح جادو

فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ مُّبِينٞ (۲۲)

ebooks.i360.pk

اگر وحی کے ذریعے صرف رشد و ہدایت مراد تھی تو کفار نے سحر مبین کیوں کہا؟

☆ تاریخ کا مجازی مفہوم نہیں ہوتا کوئی واقعہ جس طرح پیش آیا ہو ویسا ہی رہتا ہے اس کا مجاز نہیں ہوتا۔ایسا کرنا واقعات کو بدلنے اور اوراُن کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے۔

☆ اگر عیسوی معجزات سے مراد وحی الٰہی کے ذریعے لوگوں کی ہدایت و تربیت ہے تو ان امور کا خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ سے متعلق کیوں فرمایا گیا؟ یقیناً یہ غیر معمولی واقعہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا اللہ کی طرف سے خاصہ ہے۔

(۵) بصارتِ یعقوبؑ

حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں اپنے بیٹے یوسفؑ کی جدائی میں سفید ہوگئیں، جب برادران یوسف دوسری بار یوسفؑ کے پاس غلہ لینے گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض ان کو دے دی اور کہا کہ اس کو اپنے باپ کے منہ پر ڈال دینا اور اگر ہو سکے تو ان کو اپنے ساتھ لے آنا۔ جب یہ بھائی گھر پہنچے تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن ڈال دیا۔خدا کی قدرت سے ان کی آنکھوں کی بینائی اسی وقت ٹھیک ہوگئی۔سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ حضرت یعقوبؑ کے گریہ و غم کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:

وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَى عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (۲۳)

پھراُن کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف (ہائے افسوس) اور رنج و الم میں (اس قدر روئے کہ) ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔

حضرت یوسفؑ کے پاس جب ان کے بھائی غلہ لینے گئے تو انہوں نے اپنا کرتہ دیتے ہوئے فرمایا:

اذْهَبُواْ بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيراً وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ (۲۴)

یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اُسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے تمام اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔

اور ادھر یعقوبؑ کو بشارت مل گئی اور وہ فرمانے لگے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلاَ أَن تُفَنِّدُونِ۔ قَالُواْ تَاللّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلاَلِكَ الْقَدِيمِ۔ فَلَمَّا أَن جَاء الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيراً قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ (۲۵)

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو اُن کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بُو آرہی ہے۔ وہ بولے کہ واللہ! آپ اُسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں۔ جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بینا ہو گئے (اور بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف

ebooks.i360.pk

سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

اثری تفسیر:

اثری صاحبؒ گریہ یعقوبؑ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''غم واندوہ پی جانے کے باعث آپؑ کی آنکھیں بھر آئیں ۔یہ اشک افشانی کمالات نبوت کے ذرا بھی منافی نہیں ۔۔اورآہ وزاری کرتے کرتے اندھا ہو جانے کا تصور بھی یہاں نہیں کیا جا سکتا لیکن بد قسمتی سے ہمارے ہاں یہ افراط ہے یا تفریط ،اعتدال شاید ہماری طبائع کو راس ہی نہیں آتا ،آنکھوں کا بھر آنا غم میں ڈوب کر اشکبار ہو جانا ،شفقت و رقت قلب کی علامت ہے۔'' (۲۶)

بصارت کو بصیرت قرار دیتے ہوئے اثری صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائیو دیکھو! یہ میرا کرتہ ہے تم اس کو ساتھ لے جاؤ اور والد بزرگوار کے چہرہ ء اقدس کے سامنے رکھ دو تو وہ ساری حقیقت خود بخود پا جائیں گیاوران کی ساری بصیرت لوٹ آئے گی۔''(۲۷)

آگے لکھتے ہیں:

''خوشبو اور خوشی کے اثر نے اپنا اثر دکھایا جس سے یعقوب علیہ لاسلام کی ضعف بصر ہی کیا دور ہوئی کہ بصیرت مکمل طور پر کھل گئی (۲۸)

جائزہ:

☆ ابیضت کا معنی سفید ہونا یا بے نور ہونا ہوتا ہے کمزور ہونا نہیں

☆ فارتدا بصیرا کے معنی ترجمہ میں گول کر گئے ہیں جبکہ اس لفظ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی بصارت چلی گئی تھی جو بعد میں لوٹ آئی۔

(۶) صاحب حوت حضرت یونسؑ

مشہور روایات کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام اٹھائیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے منصب سے سرفراز کر کے نینوا کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا۔ایک مدت تک وہاں کے لوگوں کو نیکی اور پاکیزگی کی تلقین کرتے رہے۔آپ نے ان کو بتوں کی پوجا چھوڑ کر ایک خدا کی پرستش کرنے کے لیے کہا،مگر وہ بڑے ہی نافرمان اور سرکش تھے،ایک مدت تک جب آپ کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ بہت دل برداشتہ ہو گئے اور غصے میں آ کر بارگاہ الٰہی میں ان کے لیے عذاب کی دعا کی اور بغیر خدا کا حکم سنے خود اس بستی سے نکل گئے۔

جب آپ نینوا سے چل کر دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کشتی مسافروں سے بھری ہوئی پار جانے کے لیے تیار ہے۔آپ بھی اس کشتی میں سوار ہو گئے۔جب کشتی منجھدار میں پہنچی تو طوفانی ہواؤں نے کشتی کو گھیر لیا اور

ebooks.i360.pk

وہ ڈگمگانے لگی، جب کشتی والوں کو اپنی غرقابی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اپنی رسم اور عقیدے کے مطابق کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھاگا ہوا غلام اس کشتی میں سوار ہے جب تک اس کو کشتی سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا، نجات نہیں ملے گی۔

جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گفتگو سنی تو فوراً دل میں خیال آیا کہ میں ہی اپنے آقا کا وہ غلام ہوں جو وحی کا انتظار کیے بغیر نینوا سے چلا آیا، خدا کو میرا اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا۔ اب میری آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ آپ نے کشتی والوں سے کہا میں ہی اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ لہٰذا مجھے دریا میں پھینک دو۔ آخر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے جس کا نام نکلے اس کو دریا میں پھینکا جائے۔

چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ اب وہ مجبور ہو گئے اور انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں پھینک دیا۔ اسی وقت خدا کے حکم سے ایک مچھلی سے آپ کو نگل لیا۔ خدا نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس تیرے پاس امانت ہے، تیری غذا نہیں ہے، ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر حضرت یونس علیہ السلام نے محسوس کیا کہ میں زندہ ہوں تو بارگاہ خداوندی میں اپنی ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں خدا کے حکم کا انتظار نہ کیا اور ناراض ہو کر نینوا سے نکل آئے اور عرض کی، خدایا۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور بلا شک میں نے خود ہی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔

مچھلی کے نگلنے والے واقعے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۲۹)

اس کا عمومی ترجمہ:

اور یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔ اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (قابلِ) ملامت (کام) کرنے والے تھے۔۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان نہ کرتے۔ تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے۔

اثری ترجمہ:

اور بلا شبہ یونس (علیہ السلام) بھی ہمارے رسوں میں سے تھا۔ جب وہ (رسالت سے پہلے) بھاگ دوڑ کر بھری ہوئی کشتی مین پہنچا، پس وہ شامل ہو گیا لیکن دھکیلے جانے والوں میں (اس کو جگہ ملی) پس مچھلی اس کو لقمہ بنا لیتی اور وہ ملامت کئے گئے لوگوں میں ہوتا ،اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ (تو) اس کے پیٹ مین رہتا اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں۔ (۳۰)

ایک اور مقام پہ ہے:

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ

ebooks.i360.pk

سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ(۳۱)

عمومی ترجمہ:

اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہوکر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے آخر اندھیرے میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصور وار ہوں۔تو ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور اُن کو غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

اثری ترجمہ:

اور ذوالنون (یعنی یونسؑ) جب وہ (نبوت سے پہلے) غصے کی حالت میں چلا گیا پس اس کو یقین تھا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے پس (اس نے بھری ہوئی کشتی کے اندر ہی) شرک جیسے ظلم کے خلاف تقریر شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تحمید و تمجید کو بیان کیا اور اپنے (انسانی) ظلم و زیادتیوں پر خوب روشنی ڈالی پس (اس طرح کے بیان سے) ہم نے اس کی التجا کو شرف قبولیت بخشا اور اس کو اس غم (کی جگہ سے جو نہایت خطرناک تھی) نجات دے دی اور (وہ محفوظ جگہ لایا گیا) ہم ایمان والوں کو اس طرح نجات دیا کرتے ہیں (۳۲)

اثری صاحبؒ کی تفسیر:

''اگر وہ پھسلتا تو سیدھا مچھلی کے منہ میں چلا جاتا۔مچھلی اسم جنس ہے یعنی اگر وہ پھسل کر دریا میں گرتا تو مچھلیاں اس کو کھا جاتیں اور وہ قیامت تک کیلئے وہیں رہتا، چیز کھائی اور ہضم ہوئی پھر قیامت تک مچھلی کیا کیا زندہ رکھا جاتا؟ ظاہر ہے کہ اس بیان کا مطلب فقط یہ ہے کہ اگر مچھلیاں یا مچھلی اس کو نگل جاتی تو پھر وہ کہاں کنارے پر جاتا وہ تو دریا میں ہی ختم ہو گیا ہوتا اور اس کا حشر ونشر یہیں سے ہوتا جیسا کہ سمندر میں کھائی گئی نعشوں کا ہوتا ہے۔(۳۳)

تجزیہ:

☆ یہ بات تو تسلیم کی جا سکتی ہے کہ یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے جیسا کہ امام طبری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔اور اس واقعے کے کہیں بعد نبوت سے سرفراز ہوئے ہیں اور جس آیت میں بعثتِ نبوت کا ذکر آیا ہے اس کی تفسیر و ترجمے میں دوبارہ بھیجے جانے کا محض تکلف کیا گیا ہے قرآنی الفاظ نہیں ہیں۔

☆ اثریؒ صاحب "الحوت" سے مراد مچھلیوں کی جنس مراد لیتے ہیں حالانکہ یہاں معرف بالام ہے اور وہ مچھلی مراد ہے جس نے حضرت یونسؑ کو نگلا۔

☆ اگر مچھلی کا کوئی واقعہ سرے سے وقوع میں ہی نہیں آیا تو قرآن کے الفاظ "ذالنون" اور صاحب الحوت" بے معنی

ebooks.i360.pk

ہو کر رہ جاتے ہیں۔

☆ اثریؒ صاحب نے یہاں اہل قرآن عالم خوجہ احمد الدینؒ کا انداز اختیار کیا ہے کہ اپنے ذہن سے ایک کہانی سوچ لی اور پھر اسے آیات کا جامہ پہنا لیا۔ مچھلیوں کا پاؤں کو چھونا اور توحید کی تبلیغ وتقریر اثری صاحب کی ذاتی اختراع ہے قرآنی الفاظ اس سے خالی ہیں۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ اور اس سے متعلقہ جدید معلومات

ذیل میں ہم اس آبی جانور کی قامت و جسامت، اوصاف وخصائل اور مخصوص عادات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے تا کہ اس معجزے کے وقوع کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ سب اوصاف وخصائص کسی اور قسم کی وہیل یا مچھلی مثلاً شارک وغیرہ میں بیک وقت نہیں پائے جاتے۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کا تعلق بھی اس معجزے سے نہیں ہو سکتا۔

وہیل دراصل دیو پیکر عظیم الجثہ مچھلیوں کے ایک وسیع خاندان کا نام ہے۔ جس میں بڑی وہیل، بوتل کی ناک والی وہیل، قاتل وہیل، نیلی وہیل، ڈولفن، پائلٹ وہیل اور نار وہیل شامل ہیں۔ وہیل عام مچھلیوں سے مختلف ہے۔ ان کے برعکس یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ جی ہاں! یہ پستان رکھنے والا جانور ہے۔ یہ انسانوں کی طرح پھیپھڑوں سے سانس لیتی ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا خون گرم ہوتا ہے۔

وہیل کے منہ کے قریب دو نتھنے ہوتے ہیں جو تیرے وقت عموماً سطح سمندر سے اوپر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسے سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ یہ خاصی دیر تک گہرے پانی میں رہ سکتی ہے۔ انسان صرف ایک منٹ تک سانس روکے ہوئے پانی میں رہ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ تجربہ کار غوطہ خوروں کو بھی جو سمندر کی گہرائی سے سیپ اور موتی نکالتے ہیں ، ڈھائی منٹ کے بعد سطح پر آنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس پور کوئیل وہیل، جس کی پشت پر پَر ہوتے ہیں، چالیس منٹ اور سپرم وہیل ایک گھنٹے سے زائد بغیر سانس لیے گہرے پانی میں رہ سکتی ہے۔ ایک سپرم وہیل سطح سمندر سے ۱۱۳۴ میٹر نیچے گہرے پانی میں پائی گئی۔ بالین وہیل کسی وجہ سے خوفزدہ ہو تو چار پانچ سو میٹر گہرائی تک غوطہ لگا سکتی ہے۔

وہیل کی جسامت چار تا سو فٹ اور وزن ایک سو پونڈ تا ڈیڑھ سو ٹن ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ۹۸ فٹ لمبی وہیل کو تولا گیا تو اس کا وزن ہاتھی کے وزن کے برابر نکلا۔ اس کی دم ہوائی جہاز کی طرح ہوتی ہے جس کا ایک سرا اوپر کی سمت اُٹھا ہوتا ہے۔ اس کی جلد شفاف اور چکنی اور منہ کے قریب مونچھوں کی طرح لمبے لمبے بال ہوتے ہیں۔ وہیل کے دانت یکساں اور ایک ہی قطار میں ہوتے ہیں۔ اکثر اسے شکار کو پکڑنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس کے لئے تیرے وقت بس اپنا بڑھا سا منہ کھلا رکھنا ہی کافی ہوتا ہے کیونکہ بے شمار مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور اپنے آپ اس کا چارہ بننے کے لیے چلے آتے ہیں۔ اگر دنیا میں وزنی اور بڑی زبان کا مقابلہ کیا جائے تو نیلی وہیل سرفہرست رہے گی کیونکہ اس کی زبان کا وزن ۶ پونڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے اور اس میں بے پناہ قوت ہوتی ہے۔ وہیل گینڈے کی طرح بلا کی پیٹو ہوتی ہے اور مسلسل کچھ نہ کچھ کھاتی رہتی ہے۔ وہیل کا منہ ہی اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس میں بیس، پچیس آدمی ایک ساتھ بڑی آسانی سے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ مال گاڑی کا ایک ڈبہ وہیل کے منہ میں با آسانی رکھا جا سکتا ہے۔ کلکتہ کے عجائب گھر میں وہیل کے گال کے دو کھوپڑے ہیں جو ۲۵-۳۰ ہاتھ لمبے ہیں۔ وہیل کا جسم جتنا لمبا ہوتا

ebooks.i360.pk

ہے اس کا ایک تہائی منہ ہوتا ہے۔

جسامت کے لحاظ سے وہیل کی ایک قسم جسے نیلی وہیل یا" بلو وہیل " کہتے ہیں سب وہیلوں سے بڑی ہوتی ہے اس کی لمبائی ۱۰۰ سے ۱۲۵ فٹ تک ہوتی ہے اور وزن ۱۵۰ ٹن تک ہوتا ہے۔عنبر کی اوسط لمبائی ۶۰ سے فٹ تک ہوتی ہے اور اس کا وزن ۹۰ ٹن تک دیکھنے میں آیا ہے۔ نیلی وہیل کے مقابلے میں عنبر کی لمبائی اور وزن کم ہوتے ہیں۔ڈاکٹر بیل اور ڈاکٹر بینٹ نے ایک عنبر کی لمبائی ۸۴ فٹ لکھی ہے۔ڈاکٹر بیل کے مطابق ۳۶ فٹ اور زمین پر لٹانے کے بعد اس کی زیادہ سے زیادہ اونچائی ۱۲ سے ۱۴ فٹ ہوتی ہے۔عنبر وہیل کے مشہور شکاری بلن نے اپنی مشہور کتاب (Cruise of the Cacgalot) میں لکھا ہے کہ ایک عبنر کی لمبائی جو اس کے مشاہدے میں آئی ۷۰ فٹ تھی۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ پیدائش کے وقت عنبر کے بچے کی لمبائی تقریباً ۱۳، ۱۴ فٹ اور وزن ایک ٹن سے کچھ زائد ہوتا ہے۔دو سال میں اس کی لمبائی ۲۴ فٹ اور وزن ۴ ٹن تک ہو جاتا ہے۔

اس کا حلق بہت فراخ اور وسیع ہوتا ہے جس سے یہ ایک لحیم و شحیم انسان کو با آسانی نگل سکتی ہے اور بعد میں خاص حالات میں اسے اگل کر باہر پھینک سکتی ہے۔اس کے خلق کے نیچے کئی جھریاں (Folds) بھی ہوتی ہیں اور جب اسے معمول سے زیادہ بڑی چیز نگلنا پڑ جائے تو اس کا حلق جھریوں کے کھل جانے سے وسیع تر ہو سکتا ہے۔اور وہ ایک عام انسان کی جسامت سے بڑی اشیاء کو بھی با آسانی نگل سکتی ہے۔

قرآن کی تین سورتوں میں حضرت یونسؑ کو مچھلی کے نگل لینے کا واقعہ آیا ہے۔بعض ماڈرن حضرات اس واقعہ کی اصلیت کو شک کی نظر دیکھتے ہیں کہ آخر اتنے دن تک آپؑ بغیر کھائے پئے چاروں طرف سے بند ایک اندھیری کوٹھری میں زندہ کیسے رہے ؟ بات یہ ہے کہ معجزات ہمیشہ محیر العقول ہوتے ہیں، جن کو دیکھنے اور سننے والے حیران و ششدر رہ جاتے ہیں، ان کو معجزہ کہا ہی اسی لیے جاتا ہے۔لیکن بحر حال یہ ایک حقیقت ہے اور زیر نظر واقعات ہم اسی حقیقت کے تناظر میں پیش کر رہے ہی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دور نبوی ﷺ میں دیو قامت مچھلی کا وجود:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے ہم تین سو سواروں کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ؓ کی قیادت میں کسی مہم پر روانہ فرمایا۔ہم ساحلی علاقے کی سمت نکل گئے اور ہمارا راشن ختم ہو گیا۔غذائی کمی اتنی ہو گئی کہ ہم نے کانٹے دار جھاڑیاں بھی کھائیں۔کیا دیکھتے ہیں کہ سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی ہے۔ہم نے اس مچھلی کو آدھ مہینہ کھایا۔ پھر ابو عبیدہؓ نے ایک دن اس مچھلی کی پسلی لی اور اس کو کھڑا کیا، ایک اونٹ پر سوار آدمی آرام سے اس پسلی کے نیچے سے گذر گیا۔مدینہ واپس آکر ہم نے اس مچھلی کا کچھ گوشت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور انہوں نے اسے قبول فرمایا۔

اس مچھلی کو عنبر کا نام دیا گیا۔اب کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ دواؤں میں استعمال ہونے والا عنبر یا عنبر اشہب اسی مچھلی کا فضلہ ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سے عنبر کا سراغ نبی ﷺ نے عطا فرمایا۔تین سو فاقہ زدہ سواروں نے اس مچھلی کو صبح و شام ۱۵ دن تک کھایا۔جب مدینہ آئے تو ان کے تھیلوں میں ابھی بھی اس کا گوشت کا موجود تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس میں سے نوش فرمایا کیونکہ سمندر کا شکار حلال ہے۔بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مچھلی وہیل تھی۔(۳۴)

ebooks.i360.pk

مچھلی کے پیٹ میں جانے کے جدید واقعات:

جناب انتظام اللہ شہابی کی کتاب ''جغرافیہ قرآن'' (مطبوعہ انجمن ترقی اردو، پاکستان) میں حضرت یونس علیہ السلام بن متی کو حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی بن یامین کا سبط (نواسہ) لکھا ہے۔ اسی کتاب میں ''مسلم راج پوت گزٹ'' ۱۹۲۸ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ڈاکٹر امروز جان ولسن، فیلو، کوئنز کالج آکسفورڈ

(Dr. Imroz John Wilson, Fellow, Queen's College Oxford) نے حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنے کے بارے میں ایک مقالہ تھیولوجیکل ریویو میں تحریر کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں سانس لینے کے لئے کافی آکسیجن ہوتی ہے۔ اس کے پیٹ کا درجہ حرارت ۱۰۴ ڈگری فارن ہائیٹ ہوتا ہے جو انسان کے لئے بخار کا درجہ ہے ۱۸۹۰ء میں ایک جہاز فاک لینڈ (Falkland) کے قریب وہیل مچھلی کا شکار کر رہا تھا کہ اس کا ایک شکاری جیمس سمندر میں گر پڑا اور وہیل مچھلی نے اسے نگل لیا۔ بڑی کوشش سے دو روز بعد یہ مچھلی پکڑ لی گئی۔ اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو شکاری زندہ نکلا، البتہ اس کا جسم مچھلی کی اندرونی تپش کی وجہ سے سفید ہو گیا تھا۔ چودہ دن کے علاج کے بعد بالآخر وہ صحت یاب ہو گیا۔

۱۹۵۸ء ''ستارہ مشرق'' نامی جہاز فاک لینڈ میں وہیل مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا اس کا ''بار کلے'' نامی ملاح سمندر میں گرا، جسے ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اتفاق سے وہ مچھلی پکڑی گئی۔ پورا عملہ اسے کلہاڑیوں سے کاٹنے لگا۔ دوسرے دن بھی یہ کام جاری تھا کہ مردہ مچھلی کے پیٹ میں حرکت محسوس ہوئی۔ انہوں نے سمجھا کہ کوئی زندہ مچھلی نگلی ہوئی ہوگی۔ پیٹ چیرا تو اس میں سے ان کا ساتھی بار کلے نکلا جو تیل اور چربی میں لتھڑا ہوا تھا۔ بے ہوش بار کلے دو ہفتوں کے علاج سے ہوش میں آیا اور پھر صحت مند ہو گیا۔ اس نے اپنی بپتا سنائی ''جب میں سمندر میں گرا تو میں نے پانی میں ایک شدید سرسراہٹ محسوس کی جو ایک وہیل مچھلی کی دم سے پیدا ہو رہی تھی۔ میں بے اختیار اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ اچانک مجھے ایک تہ بہ تہ تاریکی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اب میں نے اپنے آپ کو ایک نرم مگر تنگ راستے سے گزرتا ہوا محسوس کیا، یہاں حد درجہ پھسلن تھی۔

کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ میں ایک وسیع تر جگہ میں ہوں۔ اردگرد نرم، گداز اور چکنی دیواریں کھڑی تھیں، جنہیں ہاتھ سے چھوا۔ اب حقیقت کھلی کہ میں وہیل کے پیٹ میں ہوں۔ میں نے خوف کی جگہ اطمینان حاصل کرنے کی کوشش کی۔ موت کو لبیک کہنے کو تیار ہونے لگا۔ یہاں روشنی بالکل نہ تھی البتہ سانس لے سکتا تھا۔ سانس لینے پر ہر بار ایک عجیب سی حرارت میرے اندر دوڑ جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا چلا گیا۔ اپنے آپ کو بیمار محسوس کرنے لگا۔ میری بیماری ماحول کی خاموشی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اب جو میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو جہاز کے کپتان کے کمرے میں پایا۔ بار کلے کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں وہ مکمل صحت یاب ہو گیا۔

یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو علم اور سائنس کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ کئی نامہ نگاروں نے انٹرویو لیا۔ ایک مشہور سائنسی جرنل کے ایڈیٹر مسٹر ایم ڈی پاول نے تحقیقِ احوال کے بعد واقعہ کی تصدیق کی اور لکھا ''اس حقیقت کے منکشف ہو جانے پر میں تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آسمانی کتابوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، وہ حرف بہ حرف صحیح ہے اور اس میں شک

ebooks.i360.pk

کرنا ایک زندہ حقیقت کو جھٹلانے کے برابر ہے۔(۳۵)

۱۹۹۲ء میں آسٹریلیا کا ۴۹ سالہ ماہی گیر ٹورانسے کائس وہیل مچھلی کے پیٹ میں ۸ گھنٹے رہنے کے بعد معجزانہ طور پر بچ گیا۔وہ بحر ہند میں ایک چھوٹے ٹرالر پر مچھلیاں پکڑ رہا تھا کہ سمندر کی ایک بڑی لہر اس کے ٹرالر کو بہالے گئی۔وہ کئی گھنٹوں تک بے رحم لہروں کے چنگل سے آزاد ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہا،لیکن ساحل تک نہ پہنچ سکا۔دن کی روشنی تاریکی میں بدل گئی اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسے روشنی کی کرن دیکھنا

کبھی نصیب نہیں ہوگی۔اسی اثناء میں اس نے خود کو ایک بھنور میں گرفتار پایا۔اسے ایسا لگا جیسے دو تین شارک مچھلیاں اس کی طرف بڑھ رہی ہوں لیکن جلد ہی اسے معلوم ہوگیا کہ وہ ایک بہت بڑی وہیل مچھلی کی زد میں ہے جو منہ کھولے اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔وہیل نے جلد ہی اسے اپنے منہ میں دبالیا لیکن یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ جبڑوں میں ہی چمٹا رہا،مچھلی کے مضبوط جبڑے اسے معدے میں پہنچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ برابر اس کے خلاف اپنی مزاحمت جاری رکھے ہوئے تھا اور یہی وجہ تھی کہ اسے آکسیجن مل رہی تھی اور وہ ابھی تک زندہ تھا۔مچھلی کے پیٹ میں ۸ گھنٹے گزر رے تھے کہ ٹورانسے نے خود کو آسٹریلیا میں آگسا کے ساحل پر پایا۔دراصل مچھلی نے اسے نگلنے میں ناکامی پر اُگل دیا اور اس طرح اسے دوبارہ زندگی مل گئی۔(۳۶)

(۷) طیر اور جنات کے لشکر اور منطق الطیر

حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بہت سے معجزے عطا کر رکھے تھے۔آپ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے،ہوا پر آپ کا قابو تھا۔آپ کا تخت ہوا میں اڑا کرتا تھا۔یعنی صبح اور شام مختلف سمتوں کو ایک ایک ماہ کا فاصلہ طے کرلیا کرتے تھے ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہوا تھا،جس میں تمام جن وانس،چرند،پرند اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے،دیکھا کہ ہد ہد غیر حاضر ہے آپ نے فرمایا ہد ہد نظر نہیں آتا اگر اس نے اس غیر حاضری کی معقول وجہ بیان نہ کی تو اسے سخت سزا دی جائے گی،ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہد ہد بھی حاضر ہوگیا،حضرت سلیمان علیہ السلام کے دریافت کرنے پر ہد ہد نے بتایا کہ میں اڑتا ہوا یمن کے ملک میں جا پہنچا تھا،جہاں کی حکومت ملکہ سبا کے ہاتھ میں ہے۔خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے اس کا تخت بہت قیمتی اور شاندار ہے لیکن شیطان نے اس کو گمراہ کر رکھا ہے،وہ خدائے واحد کی بجائے آفتاب کی پرستش کرتی ہے۔قرآن میں اس حوالے سے یوں بیان ہوا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ(۳۷)

اور سلیمان داوٗد کے قائم مقام ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر عطا چیز فرمائی گئی ہے بیشک یہ (اس کا) صریح فضل ہے۔اور سلیمان کیلئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور قسم وار کئے جاتے تھے۔

ebooks.i360.pk

اثری تفسیر:

''آپ نے بری اور بحری قوت میں بے پناہ اضافہ کیا، اپنی فوج کو مختلف محکموں میں تقسیم کیا بری اور بحری فوج میں بے پناہ ترقی کی لیکن ساتھ ہی ساتھ فضائی اور ہوائی فوج کا بھی بندوبست کیا اور تینوں افواج کو ایک ہی کمان کے اندر رکھا۔۔ یہ تینوں قسم کے لشکر کون کون سے ہیں؟ ہم نے اوپر بری، بحری اور فضائی تینوں لشکروں کا ذکر کیا ہے، قرآن کریم نے ان تینوں لشکروں کو جن وانس اور طیر کے لشکر قرار دیا ہے''(۳۸)

لیکن پرندوں کی بولی کو مانتے بھی ہیں:

''خصوصاً آپ کے دور میں پرندوں کی بولیاں اور ان سے مختلف کام لینے کی صلاحتیں جو اللہ نے ودیعت کی ہیں ان سے بہت حد تک کام لیا گیا اور اس طرح نئی نئی زبانیں بھی ایجاد کیں'

جنا ت کے بارے فرماتے ہیں: ''انہی شیاطین کو اوپر کی آیت میں جن کہا گیا ہے ہمارے خیال میں یہ وہی لوگ تھے جن کا تعلق بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری قوموں سے تھا''(۳۹)

تجزیہ:

موجودہ زمانہ کے بعض مفسرین نے یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ جِن اور طَیر سے مراد جِنّات اور پرندے نہیں ہیں بلکہ انسان ہی ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں مختلف کام کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جِن سے مراد پہاڑی قبائل کے وہ لوگ ہیں جنہیں حضرت سلیمانؑ نے مسخر کیا تھا اور وہ ان کے ہاں حیرت انگیز طاقت اور محنت کے کام کرتے تھے۔ اور طیر سے مراد گھوڑ سواروں کے دستے ہیں جو پیدل دستوں کی بہ نسبت بہت زیادہ تیزی سے نقل و حرکت کرتے تھے۔ لیکن یہ قرآن مجدی میں بے جا تاویل کی بدترین مثالیں ہیں۔

☆ قرآن یہاں جِن، انس اور طَیر، تین الگ الگ اقسام کے لشکر بیان کر رہا ہے اور تینوں پر الف ل تعریف جنس کے لیے لایا گیا ہے۔ اس لیے لامحالہ الجن اور لطیر، الانس میں شامل نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اس سے مختلف دو الگ اجناس ہی ہو سکتی ہیں۔

☆ علاوہ بریں کوئی شخص جو عربی زبان سے ذرہ برابر بھی واقفیت رکھتا ہو، یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اس زبان سے محض لفظ الجن بول کر انسانوں کا کوئی گروہ یا محض الطیر بول کر سواروں کا رسالہ کبھی مراد لیا جا سکتا ہے اور کوئی عرب ان الفاظ کو سن کر ان کے یہ معنی سمجھ سکتا ہے۔ محض محاورے میں کسی انسان کو اس کے فوق العادت کام کی وجہ سے جِن، یا کسی عورت کو اس کے حسن کی وجہ سے پری، اور کسی تیز رفتار آدمی کو پرندہ کہہ دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب جِن کے معنی طاقت ور آدمی اور پری کے معنی حسین عورت اور پرندے کے معنی تیز رفتار انسان ہی کے ہو جائیں۔ ان الفاظ کے یہ معنی تو مجازی ہیں نہ کہ حقیقی، اور کسی کلام میں کسی لفظ کو حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنوں میں صرف اُسی

ebooks.i360.pk

وقت استعمال کیا جا سکتا ہے، اور سننے والے بھی ان کو مجازی معنوں میں صرف اُسی وقت لے سکتے ہیں جب کہ آس پاس کوئی واضح قرینہ ایسا موجود ہو جو اس کے مجاز ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ یہاں آخر کون سا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ جن اور طیر کے الفاظ اپنے حقیقی لغوی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں؟

☆ بلکہ آگے ان دونوں گروہوں کے ایک ایک فرد کا جو حال اور کام بیان کیا گیا ہے وہ تو اس تاویل کے بالکل خلاف معنی پر صریح دلالت کر رہا ہے۔ کسی شخص کا دل اگر قرآن کی بات پر یقین نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے صاف کہنا چاہیے کہ میں اس بات کو نہیں مانتا۔ لیکن یہ بڑی اخلاقی بزدلی اور علمی خیانت ہے کہ آدمی قرآن کے صاف صاف الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے من مانے معنی پر ڈھالے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ قرآن کے بیان کو مانتا ہے، حالانکہ دراصل قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اسے نہیں بلکہ خود اپنے زبردستی گھڑے ہوئے مفہوم کو مانتا ہے۔

(۸) ہدہد ایک پرندہ یا سُراغ رساں افسر؟ اور منطق طیر کی تفسیر

حضرت سلیمانؑ کے لشکروں میں انسان جن اور طیر ہوتے تھے ایک مرتبہ طیر یعنی پرندوں کی حاضری کا معائنہ کر رہے تھے تو انہیں ہدہد نظر نہ آیا قرآن میں آتا ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (۴۰)

ترجمہ:

انہوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کہ کیا سبب ہے کہ ہدہد نظر نہیں آتا؟ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟۔ میں اُسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بےقصوری کی) دلیل صریح پیش کرے۔

اثریؒ تفسیر:

اثری صاحبؒ ہدہد کو کبھی ایک سُراغ رساں افسر کہتے ہیں اور کبھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ پرندوں کی بولی سمجھی جا سکتی ہے اور حضرت سلیمانؑ کے دور میں پرندوں کی بولیاں سمجھنے اور ان سے کام لینے کا ذکر بھی اپنی تفسیر میں کرتے ہیں۔ ہدہد کو ذبح کرنے کا ترجمہ قتل کرنا کرتے ہیں۔ (۴۱)

تجزیہ:

☆ ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مختلف پرندے مختلف اوقات اور حالات میں مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ آپس میں جب محبت کر رہے ہوتے ہیں تو ان کی آواز اور ہوتی ہے جب ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو اور۔

ebooks.i360.pk

جب کوئی شکاری پرندہ ان پر جھپٹتا ہے تو اور۔غرضیکہ مختلف حالات میں ان کی صوتی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں جنہیں دوسرے پرندے اچھی طرح سمجھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اظہار خیال کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے قوت نطق ارزانی فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ اگر اپنے ایک پیغمبر کو ان کے کلام کے مفہوم پر مطلع کر دے تو کیا بعید ہے؟

(۹) نمل چیونٹی یا کوئی خاتون

حَتّٰی إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِيْ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكاً مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ (۴۲)

عمومی ترجمہ:

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔تو وہ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے الٰہی! مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اُن کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو اُن سے خوش جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

اثری ترجمہ:

یہاں تک کہ جب وہ وادی نمل پر سے گزرے اور ایک نملہ نے کہا اے نملو! اپنے اپنے مکانوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تم کو کچل نہ دے اور وہ حقیقت حال سے واقف ہی نہ ہوں۔(۴۳)

اثری تفسیر:

''مفسرین نے اس سے مراد چیونٹیاں ہی لی ہیں اور ہمارا ذہن اس قوم کی طرف منتقل ہوتا ہے جن کی وادی سے گزرنا ضروری تھا اور ملکہ نملہ نے اپنی قوم کو ایک ایسا حکم دے کر ان کو محفوظ بھی کر دیا ہے اور سلیمان علیہ السلام اور آپ کے لشکر کے لئے بھی یہ اطلاع کر دی کہ ہم آپ لوگوں کی مزاحمت نہیں کرتے بلکہ ہماری کمک تمہارے ساتھ ہے۔''(۴۴)

تجزیہ:

☆ بعض مفسرین جن میں اثری صاحب ؒ بھی شامل ہیں نے تاویل کر کے کہتے ہیں کہ وادی النمل سے مراد چیونٹیوں کی وادی نہیں ہے بلکہ یہ ایک وادی کا نام ہے جو شام کے علاقے میں تھی اور نمل کے معنی ایک چیونٹی کے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔اس طرح وہ آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''جب حضرت سلیمانؑ

ebooks.i360.pk

وادی النمل میں پہنچے تو ایک نملی نے یا نملہ نے کہا کہ اے قبیلہ نمل کے لوگو......‘‘۔لیکن یہ بھی ایسی تاویل ہے جس کا ساتھ قرآن کے الفاظ نہیں دیتے۔ اگر بالفرض وادی النمل کو اُس وادی کا نام مان لیا جائے، اور یہ بھی مان لیا جائے کہ وہاں بنی النمل نام کا کوئی قبیلہ رہتا تھا، تب بھی یہ بات عربی زبان کے استعمالات کے بالکل خلاف ہے کہ قبیلہ نمل کے ایک فرد کو نملہ کہا جائے۔

☆ اگرچہ جانوروں کے نام پر عرب کے بہت سے قبائل کے نام ہیں، مثلاً کلب، اسد وغیرہ۔لیکن عرب قبیلہ کلب کے کسی فرد کے متعلق قال کلب (ایک کتے نے یہ کہا) یا قبیلہ اسد کے کسی شخص کے متعلق قالَ اَسَد (ایک شیر نے کہا) ہرگز نہیں بولے گا۔ اس لیے بنی النمل کے ایک فرد کے متعلق یہ کہنا کہ قالت نَملَۃ، (ایک چیونٹی یہ بولی) قطعاً عربی محاورہ واستعمال کے خلاف ہے۔ پھر قبیلہ نمل کے ایک فرد کا بنی النمل کو پکار کر یہ کہنا کہ ’’اے نملو، اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان ؑ کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو‘‘ بالکل بے معنی ہے۔

☆ انسانوں کے کسی گروہ کو انسانوں کا کوئی لشکر بے خبری میں نہیں کچلا کرتا۔ اگر وہ اُن پر حملے کی نیت سے آیا ہو تو اُن کا اپنے گھروں میں گھس جانا لا حاصل ہے۔ حملہ آور اُن کے گھروں میں گھس کا انہیں اور زیادہ اچھی طرح کچلیں گے۔ اور اگر وہ محض کوچ کرتا ہوا گزر رہا ہو تو اس کے لیے بس راستہ صاف چھوڑ دینا کافی ہے۔ کوچ کرنے والوں کی لپیٹ میں آ کر انسانوں کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ چلتے ہوئے انسان بے خبری میں انسانوں کو کچل ڈالیں۔ لہٰذا اگر بنی النمل کوئی انسانی قبیلہ ہوتا اور اس کا کوئی فرد اپنے قبیلے کے لوگوں کو خبردار کرنا چاہتا تو حملے کے خطرے کی صورت میں وہ کہتا کہ ’’اے نمیلو، راستہ سے ہٹ جاؤ تاکہ تم میں سے کوئی شخص سلیمانؑ کے لشکروں کی جھپیٹ میں نہ آ جائے‘‘۔

☆ وادی النمل دراصل اس وادی کا نام تھا، اور وہاں بنی النمل نامی کوئی قبیلہ رہتا تھا، یہ محض ایک مفروضہ ہے جس کے لیے کوئی علمی ثبوت موجود نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس وادی کا نام قرار دیا ہے انہوں نے خود یہ تصریح کی ہے کہ اسے چیونٹیوں کی کثرت کے باعث یہ نام دیا گیا تھا۔ قتَادہ اور مُقاتل کہتے ہیں کہ واد بارضِ الشام کثیر النمل ’’وہ ایک وادی ہے سرزمینِ شام میں جہاں چیونٹیاں بہت ہیں‘‘۔ لیکن تاریخ وجغرافیہ کی کسی کتاب میں اور آثار قدیمہ کی کسی تحقیقات میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس وادی میں بنی النمل نامی کوئی قبیلہ بھی رہتا تھا۔ یہ صرف ایک من گھڑت ہے جو اپنی تاویل کی گاڑی چلانے کے وضع کر لی گئی ہے۔

☆ رہی یہ بات کہ حضرت سلیمانؑ نے اس کی بات کیسے سُن لی، تو جس شخص کے حواس کلامِ وحی جیسی لطیف چیز کا ادراک کر سکتے ہوں، اس کے لیے چیونٹی کے کلام جیسی کثیف (Crude) چیز کا ادراک کر لینا کوئی بڑی مشکل بات نہیں ہے۔

ebooks.i360.pk

(۱۰) تختِ بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں یمن کے علاقے پر ملکہ سبا کی حکومت تھی جب قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام لے کر ملکہ کے پاس گئے تو اس نے یہی مناسب سمجھا کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ کی روانگی کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دربار والوں میں کوئی ایسا ہے جو ملکہ کا تخت یہاں لے آئے۔ ایک جن نے کہا کہ آپ کے دربار برخاست ہونے تک میں تخت لا سکتا ہوں اور میں امین بھی ہوں۔ آپ کے وزیر نے کہا کہ میں آنکھ جھپکتے تک اس کا تخت پیش کر سکتا ہوں۔ اور جونہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ملکہ کا تخت وہاں موجود تھا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ خدا کا یہ فضل میری آزمائش کے لیے ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس حالت میں بھی اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا نہیں۔ اب آپ نے حکم دیا کہ اس کی شکل بدل دی جائے جب ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا، کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے جیسا یہ ہے، اس نے کہا یہ تو وہی ہے۔

ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغمبرانہ جاہ و جلال کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ قرآن نے یہ وقعہ یوں بیان کیا ہے:

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ۔ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۔ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۔ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۔ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ (۴۵)

عمومی ترجمہ:

سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟۔ جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں اور میں اس (کے اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہوں (اور) امانتدار ہوں۔ ایک شخص جس کو کتابِ الٰہی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اُسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پروا

ebooks.i360.pk

(اور) کرم کرنے والا ہے۔سلیمان نے کہا کہ ملکہ (کے امتحانِ عقل کے) لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو دیکھیں کہ وہ سوجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو سوجھ نہیں رکھتے۔جب وہ آ پہنچی تو پوچھا گیا کہ آپ کا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی (سلیمان کی عظمتِ شان کا) علم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔

اثری ترجمہ:

سلیمانؑ نے فرمایا اے سردارو! تم میں کون ہے کہ اس (ملکہ سبا) کے لئے تخت میرے سامنے لے آئے قبل اس کے کہ وہ فرمانبردار ہو کر میرے سامنے حاضر ہوں۔جنوں میں سے ایک طاقتور جن نے کہا کہ میں اس کو حاضر کئے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے (اس کے استقبال کے لئے) اٹھیں اور میں اس کام کے لئے طاقتور، امانتدار ہوں۔(درباریوں میں سے) ایک نے کہا جس کے پاس (باقاعدہ) کتاب کا علم تھا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے (دوبارہ اس کی طرف مبذول ہونے) سے پہلے ہی اسے حاضر کر سکتا ہوں پھر جب اس نے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہون اور جو شکر کرتا ادا کرتا ہےتو وہ اپنے ہی لئے شکر ادا کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے نیاز بزرگی والا ہے۔سلیمان نے کہا اس کے تخت کو اس کے لئے ناپسندیدہ بنادو دیکھتے ہیں کہ (وہ حقیقت حال کو) پہچانتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو ہدایت (سمجھ بوجھ) پانے والے نہیں ہوتے۔پھر جب وہ اپنے وقت مقرر پر آ پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ آپ کا تخت ایسا ہی ہے اس نے جواب سیا کہ گویا یہ ویسا ہی ہے۔(۴۶)

تجزیہ:

☆ قرآنی الفاظ اس مفہوم کے قطعاً متحمل نہیں ہیں جو اثریؒ صاحب نے پیش کیا ہے، اس سے قبل اہل قرآن کی تفسیر بلاغ القرآن میں بھی یہی مفہوم لیا گیا ہے۔یہ "عرش لھا" کا ترجمہ تو ہے قرآنی لفظ "عرشھا" کا ہرگز نہیں۔

☆ تنکیر عرش کی وجہ سے کا نہ ھو کہا گیا نہ کہ کوئی اور تخت ہونے کی وجہ سے۔

☆ نکروا کے الفاظ بھی اس کے غماز ہیں کہ وہی تخت تھا اور نہ اس کی شکل میں تبدیلی کیا معنی رکھتی ہے۔

ebooks.i360.pk

فصل دوم
مختلف واقعات کی اثری تفسیر

ebooks.i360.pk

(۱) سلیمان کی کرسی پر جسد

قرآن مجید میں آتا ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ (۴۷)

ور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔

یہ آزمائش کیا تھی، کرسی پر ڈالا گیا جسم کس چیز کا تھا اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآنِ کریم یا حدیث میں نہیں ملتی۔ البتہ بعض مفسرین نے ایک واقعہ کو اس پر چسپاں کیا ہے جو یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ کہا:

میں آج کی رات اپنی تمام بیویوں سے (جن کی تعداد ۷۰ یا ۹۰ تھی) ہم بستری کروں گا تا کہ اُن سے شاہ سوار پیدا ہوں جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اس پر ان شاءاللہ نہیں کہا (یعنی صرف اپنی ہی تدبیر پر سارا اِعتماد کیا) نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے ایک بیوی کے کوئی بیوی حاملہ نہیں ہوئی۔ اور حاملہ بیوی نے بھی جو بچہ جنا، وہ ناقص یعنی آدھا تھا۔"

اِن مفسرین کے خیال میں شاید ان شاءاللہ نہ کہنا یا صرف اپنی تدبیر پر اعتماد کرنا یہی فتنہ ہو، جس میں حضرت سلیمانؑ مبتلا ہوئے اور کرسی پر ڈالا جانے والا جسم یہی ناقصُ الخلقت بچہ ہو... واللہ اعلم

اس واقعے کے بعد حضرت سلیمان نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یا اللہ! مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔ اس دعا کا مطلب گویا یہ تھا کہ شاہ سواروں کی فوج پیدا ہونے کی آرزو تو تیری حکمت ومشیت کے تحت پوری نہیں ہوئی، لیکن اگر مجھے ایسی بااختیار بادشاہت عطا کر دے کہ ویسی بادشاہت میرے سوا یا میرے بعد کسی کے پاس نہ ہو، تو پھر اولاد کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ یہ دعا بھی اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہی تھی۔

اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان کی یہ دعا قبول کر لی اور ایسی بادشاہی عطا کی کہ جس میں ہوا بھی ان کے ماتحت تھی۔

اثری تفسیر:

اثریؒ صاحب نے کئی صفحات پر ان واقعات کو بیان کیا ہے جو مختلف تفاسیر میں اس حوالے سے موجود ہیں اور اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب بے اصل واقعات ہیں اس واقعہ کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہئے لیکن آخر میں خود ایک کہانی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وہی لوگ جن کے ہاتھ سے نکل کر حکومت داوٴد علیہ السلام اور پھر سلیمان علیہ السلام کو ملی تھی وہ اندر اندر کوشش کرتے رہے اور کئی بار انہوں نے آپ کے خلاف تحریک چلانا چاہی جو دبا دی جاتی رہی لیکن جس طرح اس کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے نہ کیا گیا یا نہ ہوسکا انجام کار ایک سیاسی لیڈر ایسا بھی اٹھا جس نے حالات کا رُخ بدل دیا اور آپ کو اس وقت معلوم ہوا جب حالات پر قابو پانا نہایت ہی مشکل ہو گیا۔ آپ نے جہاں ان حالات پر قابو

ebooks.i360.pk

پانے کیلئے اپنی افواج کو متحرک کیا اور اپنے اعوان و انصار سے مشورہ کیا کہ اس اندرونی بگاوت کو کس طرح دبایا جائے ۔۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اندرون ملک حالت خراب ہوتے ہوتے پھر درست ہوگئی اور اس تحریک کا مکمل طور پر آپ نے خاتمہ کر دیا اور اس آدمی کو جو آپ کی کرسی پر قبضہ کرنے ہی والا تھا کو ناکام ونامراد بنا کر رکھ دیا۔(۴۸)

تجزیہ:

اثریؒ صاحب نے کئی صفحات پر ان واقعات کو بیان کیا ہے جو مختلف تفاسیر میں اس حوالے سے موجود ہیں اور اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب بے اصل واقعات ہیں کہانیاں ہیں اس واقعہ کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہئے وغیرہ وغیرہ لیکن آخر میں خود ایک کہانی پیش کی ہے،

(۲) واقعہ ایوبؑ

کتاب وسنت نے حضرت ایوبؑ کی جس خصوصیت سے ہمیں متعارف کرایا ہے۔ وہ آپ کا صبر ہے۔ آپ کا ابتدائی زمانہ نہایت خوشحالی کا دور تھا۔ مشہور روایات کے مطابق مال کی سب اقسام اولاد، بیویاں، جائیداد غرضیکہ سب کچھ وافر مقدار میں عطا ہوا تھا اور آپ کثرت اموال واراضی میں مشہور تھے۔ اس دور میں آپ ہمیشہ اللہ کا شکر بجالاتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری طرح آزمانا چاہا اور آپ پر ابتلا کا دور جو آیا کہ ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اپنا یہ حال تھا کہ کسی طویل بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ لوگوں نے اپنی بستی سے باہر نکال دیا۔ اس ابتلاء کے طویل دور میں آپ نے صبر استقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جو ضرب المثل بن چکا ہے۔ پھر جب اللہ سے اپنی بیماری کے لئے دعا کی تو اس دعا میں شکر وشکایت نام کو نہیں۔ بلکہ عرض بدعا نہیں، کسی چیز کا مطالبہ نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی انتہائی صابر، قانع اور خوددار آدمی اپنے مالک کو کوئی بات یاد کرا رہا ہو۔ کہا تو صرف اتنا کہا کہ پروردگار! میں طویل مدت سے بیمار ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔

جب حضرت ایوبؑ اس صبر کے امتحان میں بھی پوری طرح کامیاب ہو گئے تو رحمت باری جوش میں آگئی۔ آپ کی یہی بے مطالبہ دعا یوں مقبول ہوئی کہ اللہ نے اسی مقام پر ایک چشمہ رواں کر دیا۔ آپ کو صرف یہی حکم ہوا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ پاؤں مارنے کی دیر تھی کہ چشمہ پھوٹ پڑا۔ جس کا پانی میٹھا، ٹھنڈا، شفا بخش اور جلدی امراض کو دور کرنے والا تھا۔ آپ نے اس میں غسل فرمایا کرتے اور اسی کا پانی لیتے رہے۔ آپ کی بیماری، جلد کی بیماری تھی۔ جو اس طرح غسل کرنے اور پانی ملتے رہنے سے جلد ہی دور ہوگئی اور جتنا مال ودولت اور آل اولاد اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے عطا فرمائی تھی۔ اس سے دگنی عطا فرمادی اور یہ اللہ کی رحمت اور آپ کے صبر کا پھل تھا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۔ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۔ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۔ وَخُذْ

ebooks.i360.pk

بِيَدِكَ ضِغْثاً فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (۴۹)

عمومی ترجمہ:

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (اے اللہ) شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔ ۴۱۔ (ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔اور ہم نے ان کو اہلِ (وعیال) اوران کے ساتھ ان کے برابراوز بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لئے نصیحت تھی۔اور اپنے ہاتھ میں جھاڑ ولواوراس سے مارواور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا بہت خوب بندے تھے بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔

اثری ترجمہ:

اور ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ (اے میرے رب) مجھ کو شیطان نے ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے۔(ہم نے اس سے کہا) اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگا (دیکھو) یہ ٹھنڈا پانی پینے کا اور نہانے کا ہے۔ہم نے اس کو اس کے اہل دیئے اوران کے ساتھ اتنے ہی اور بھی (دے دیئے) اپنی خاص رحمت سے اور (اس میں) اہل عقل کے لئے درس عبرت ہے۔(ہم نے کہا کہ) پراگندہ لوگوں کو اپنے ہاتھ میں لے (جمع) پس دشمن پر حملہ کر اور اپنے کئے ہوئے وعدوں کے خلاف مت کر بلاشبہ ہم نے اس کو صابر پایا اور وہ بہترین بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع رہنے والا تھا۔(۵۰)

اثری تفسیر:

اس کی تفسیر میں اپنے ترجمہ کی تائید میں فرماتے ہیں:''الرکض ضرب الدابۃ بالرجل (جامع البیان) سواری کے جانور کو ایڑی مار کر دوڑانا ہے اور یہی ہم نے اس جگہ مراد لیا ہے۔۔اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کو ہجرت کی اجازت دے کر فرمایا کہ فلاں جگہ کی طرف آپ اپنی سواری کے جانور کو ایڑی لگا کر نکل جایئے۔''(۵۱)

مذکورہ بالا آیت کے مفہوم اور تفسیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قرآن کریم اور احادیث صحیح میں اس کی کوئی تفصیل مذکور نہیں ۔۔ہم نے مفسرین کی تفسیر کو تسلیم نہیں کیا اور جو مطلب ان آیات کریمات سے سمجھا ہے اس کے متعلق اوپر درج کر آئے ہیں''(۵۲)

تجزیہ:

☆ یہ بات صحیح ہے کہ اس واقعے کے متعلق کسی صحیح حدیث میں کچھ مذکور نہیں اور اثری صاحبؒ کا بیان کردہ مفہوم بھی یہ گنجائش رکھتا ہے کہ اسے درست مانا جائے۔لیکن اس ضمن میں جمہور کے بیان کردہ واقعات کی بھی تصدیق یا

ebooks.i360.pk

تردید نہیں کی جاسکتی۔

(۳) سرقہ یوسفؑ

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم نہ بھولے تھے اور اپنے بیٹے بنیامین کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مجبوراً بھیجنا پڑا۔ان کے بیٹے جب بنیامین کو ساتھ لیکر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے اپنے قریب جگہ دی اور پوشیدہ طور پر بتا دیا کہ آپ اس کے بھائی ہیں اور حکم دیا کہ اس بات کا ذکر دوسرے بھائیوں سے مت کرنا۔

مصر کے اس وقت کے قانون کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام بنا کسی وجہ بنیامین کو اپنے پاس نہ رکھ سکتے تھے لیکن وہ اسکے ساتھ رہنا چاہتے تھے چنانچہ اللہ پاک کے حکم سے انہوں نے ایک تدبیر اختیار کی اور نوکروں سے کہہ کر بنا کسی کو پتا چلے اپنے پانی کا پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا۔یہ خاص پیالہ تھا جس سے آپؑ پانی پیتے تھے اور اسی سے ماپ کر لوگوں کو غلہ بھی دیتے تھے۔

جب وہ روانہ ہو گئے تو ان کے پیچھے چند افراد بھیج دیئے جنہوں نے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کا پیالہ چرا لائے ہو اور ہم تلاشی لینے آئے ہیں۔یہ الزام سن کر وہ لوگ حیران رہ گئے اور کہا کہ خدا گواہ ہے کہ ہم ملک میں فساد برپا کرنے نہیں آئے اور نہ ہی چوری کی ہے ہم تو قحط کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور ہمارا مقصد صرف اناج حاصل کرنا ہے تم بیشک تلاشی لو اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اسکے ساتھ جو چاہے سلوک کرو پس انہوں نے سب کی تلاشی لی اور بنیامین کے سامان سے پیالہ ڈھونڈھ نکالا اور یوں جب انہیں گرفتار کیا جانے لگا تو بھائیوں نے کہا کہ ہمارے والد بڑی عمر کے شخص ہیں اور اس سے بہت پیار کرتے ہیں آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے اور اسے جانے دیں۔تب حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں ناانصافی کرنے والوں میں سے نہیں اور اگر میں اس کی بجائے کسی اور کو گرفتار کرونگا تو یہ ناانصافی ہوگی اور بے گناہ کو پکڑیں گے تو یہ ظلم ہوگا۔

پیالے کی چوری کا واقعہ قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۔ قَالُواْ وَأَقْبَلُواْ عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۔ قَالُواْ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْ بِهِ زَعِيمٌ (۵۳)

اثری صاحب کا ترجمہ:

"پھر جب یوسفؑ نے ان لوگوں کا سامان ان کی روانگی کے لئے مہیا کیا تو اپنے بھائی کے ٹھہرنے کے مقام پر ان سب کے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا پھر ایسا ہوا کہ ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلے والو تم تو چور ہو۔وہ

ebooks.i360.pk

پکارنے والے کی طرف پھرے اور پوچھا تمہاری کون سی چیز کھوگئی ہے۔کارندوں نے کہا ہمارا شاہی پیمانہ نہیں ملتا، جو شخص اسے لا دے اس کے لئے ایک بار شتر انعام ہے اور ایک نے کہا میں اس کا ضامن ہوں۔(۵۴)

اثریؒ تفرد:

اثریؒ صاحب کے نزدیک ''جعل اسقایہ کا مفہوم پانی پلانا ہے نہ کہ پیالہ رکھنا۔اس کی تائید میں سورہ توبہ میں مستعمل لفظ جعلتم السقایہ بطور نظیر لائے ہیں جس کا مفہوم بلا اختلاف سب مفسرین ومترجمین نے پانی پلانا لیا ہے۔اور لغت کے حوالے سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سقایہ فعل ہے اور رحل سے مراد صرف بوری، خورجی اور سامان ہی نہیں ٹھہرے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں بعض مفسرین نے بنیامین کی ضیافت کا ذکر بھی کیا ہے جو حضرت یوسفؑ نے کی تھی یہ جعل السقایہ اسی ضیافت کی طرف اشارہ ہے۔(۵۵)

اثری تفسیر:

اثری صاحب نے اس حوالے سے جو تفسیر پیش کی ہے وہ ان کی تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں تفصیلاً درج ہے، یہاں وہ نکات کی شکل میں مختصراًبیان کئے جارہے ہیں:

☆ اگر سقایہ کا وہ معنی لیا جائے جو جمہور نے لیا ہے تو بھی بات نہیں بنتی کیوں کہ یوسف نے سامان میں "سقایہ" رکھا اور چوری کا اعلان "صواع" کا ہوا۔سقایہ موئنث ہے اور صواع مذکر۔اور جو چیز برآمد ہوئی ہے وہ مذکر ہے یعنی صواع۔

☆ صواع رکھا کس نے؟ اس بارے میں اثری صاحب کے دو احتمالات ہیں۔ایک یہ کہ سامان لادنے والے کارندوں کی بھول سے یہ بنیامین کے سامان میں ہی رہ گیا اور یہ مشیت الٰہی کے اتفاقات میں سے ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ بنیامین کے بھائیوں میں سے کسی کی شرارت ہو۔(۵۶)

جائزہ:

☆ جعل السقایہ فی رحل اخیہ کا اثریؒ مفہوم جاندار نہیں ہے اور انداز و محل کلام بھی اس کی تائید نہیں کرتے مذکورہ آیت سے پہلے آیت ۶۲ اور آگے آیت ۷۵ میں رحل کا لفظ صرف سامان اور بوری کے معنوں میں آیا ہے جس کا اثری صاحب نے ترجمہ بوری ہی کیا ہے۔پس یہاں بھی رحل کا معنی ٹھہرنے کا مقام کسی قرینے سے جواز نہیں رکھتا۔

☆ اثریؒ صاحب کا یہ امتیاز بالکل درست ہے سقایہ اور صاع دو الگ چیزیں ہیں جنہیں مفسرین نے ایک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

☆ اس بارے میں مولانا وحیدالدین خان صاحب کی رائے مبنی برحق نظر آتی ہے وہ لکھتے ہیں:

ebooks.i360.pk

بنیامین کے سامان مین سقایہ رکھا گیا تھا جس کی ضمیر ھا ہے مگر شاہی کارندہ صواع تلاش کر رہا تھا جس کی ضمیرہ ہے۔اب تلاش کے بعد کارندہ نے جو چیز برآمد کی اس کے لئے قرآن میں ضمیر ھا استعمال ہوئی ہے۔ضمیر کا یہ فرق بتاتا ہے کہ تلاش کے بعد بنیامن کے سامان سے السقایہ نکلا تھا نہ کہ صواع"

مزید لکھتے ہیں: برادران یوسف روانہ ہونے لگے تو یوسف نے از راہ محبت اپنا پینے کا پیالہ (جو غالباً چاندی کا تھا) اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔اس کی خبر نہ بن یامین کو تھی اور نہ درباروالوں کو۔اس کے بعد خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ غلہ ناپنے کا شاہی پیمانہ (جو خود بھی قیمتی تھا) کہیں ادھر اُدھر ہو گیا۔تلاش کے باوجود جب وہ نہیں نکلا تو کارندوں کا شبہہ برادران یوسف کی طرف گیا جو ابھی یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

تلاشی پر غلہ کا پیمانہ تو ان کے یہاں نہیں ملا مگر دربار کی ایک اور خاص چیز (چاندی کا پیالہ) بن یامین کے سامان سے برآمد ہو گیا۔چنانچہ بن یامین کو حسب فیصلہ حضرت یوسفؑ کے حوالہ کر دیا گیا۔۔اس واقعہ میں حضرت یوسف کی نیت شامل نہ تھی، یہ خدائی تدبیر سے ہوا اس لئے خدا نے اس کو اپنی منسوب فرمایا۔(۵۷)

(۴) سحر ہاروت و ماروت

وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـكِنَّ الشَّيْاطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُر (۵۸)

عمومی ترجمہ:

اُن (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور اُن باتوں کے بھی (پیچھے لگ گئے تھے) جو شہر بابل میں دو فرشتوں (یعنی) ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔

اثری ترجمہ:

''ان لوگوں نے ان اعمال و احکام کی پیروی کی جنہیں شیاطین سلیمان کے عہد سلطنت کی طرف منسوب کر کے پڑھا پڑھایا کرتے تھے حالانکہ سلیمان کبھی کسی ایسے کفر کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔دراصل یہ انہی شیطانوں کا کفر تھا کہ لوگوں کو جادوگری سکھاتے تھے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اسی طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی دراصل یہ ان لوگوں کی من گھڑت داستان ہے جسے وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ'' وہ جو کچھ بھی کسی کو سکھلاتے تھے تو یہ کہے بغیر

ebooks.i360.pk

نہیں سکھاتے تھے کہ دیکھو ہمارا وجود تو ایک فتنہ ہے‘‘(۵۹)

اسرائیلی روایت اور مانافیہ کی بحث:

ہر دور کے اہل علم نے سحر کے نزول کی نفی کی ہے اور اسے اسرائیلی روایت کہا ہے۔ جیسے تفسیر ابن کثیر (اردو ج ۱، ص ۱۵۲)، تفسیر القاسمی (الجزء الاول ص ۲۱۰، ۲۱۱) قصص القران ج ۲، ص ۱۶۲) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین (ص ۶۴۹) تفسیر ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام آزاد، تفسیر ثنائی از ثناء اللہ امرتسری اور بدیع التفاسیر از بدیع الدین شاہ راشدی (ج ۳، ص ۷۰) اس آیت میں وماانزل میں ما کو نافیہ تسلیم کیا ہے۔

اصل کہانی:

یہودیوں کا عقیدہ تھا کے سلیمان ایک جادوگر تھا جس نے" ہاروت ماروت" نامی دو فرشتوں سے جادو کا علم سیکھا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بادشاہ بن بیٹھا تھا اسی لئے وہ سلیمان علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے بلکہ ""Sent Solomon سینٹ سلیمان کہتے ہیں اور بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور سلطنتِ سلیمان "TheOf Kingdom Solomon" کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ انکا یہ بھی ماننا تھا کہ جادو کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو کہ دو فرشتے لوگوں کو سیکھانے پر مامور ہیں جو بابل نامی ایک شہر کے ایک کونویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور تب تک نہیں دیتے وہ علم جب تک کہ وہ بتانہ دیں کہ ہم تو آزمائش میں مبتلا ہیں اور یہ جادو کرنا کفر کا کام ھے کیوں کہ یہودی بھی جادو کو کفر تسلیم کرتے تھے۔ اور یہ تمام عبارات اور افسانے ہمیں با آسانی ان کی من گھڑت کتابوں میں مِل جائیں گی اور اللہ تعالیٰ نے انکے اس باطل عقیدے کی نفی کی ہے اس آیت میں اور تردید فرمائی ہے کہ:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ ۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

سلیمان نے کفر نہیں کیا۔

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا

بلکہ کفر تو شیاطین کرتے ہیں، کہ لوگوں کو سحر سکھاتے ہیں۔

یہاں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے انکے باطل عقائد اور سلیمان علیہ السلام پر لگائے جانے والے الزام کی نفی اور تردید کی کہ سلیمان کوئی جادوگر نہیں تھا نہ ہی جادو کے زور پر بادشاہ بن بیٹھا تھا اور اسکے فوراً بعد انکے اگلے عقیدے کی بھی نفی فرما دی کہ۔۔۔۔۔۔۔

ebooks.i360.pk

وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۔

اور نہ ہی ہم نے نازل کیا (کوئی علم) ہاروت ماروت (نامی) فرشتوں پر۔یعنی اللہ نے ہاروت ماروت نام کے کسی فرشتوں پر سحر نہیں اُتارا۔

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ ۔

(جیسا کہ انکا ماننا ھے کہ) نہیں سکھاتے وہ کسی کو کہ جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ یہ کفر ہے اور ہم تو آزمائیش میں ہیں۔باقی اس متعلق جتنے بھی قصے افسانے ملتے ہیں وہ سب کے سب یہودی اور اسرائیلی روایات پر مبنی ہیں اور کوئی صحیح حدیث نہیں ہے جو اس بات کی تصدیق کرتی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ان آیات میں اس باطل عقیدے کی تردید کی ہے نہ کہ تصدیق اور یہی وجہ ہے کہ اس آیات میں ''ما'' (اور نہیں) کا مسلسل اور بالتواتر استعمال ہونا اس بات پر دلالت کرتا ھے کہ یہ رَد ہے ان باتوں اور عقائد کی اور ''و'' عطف لیں گے اس ''ما'' کے ''و'' کو یا پھر ''و'' تفسیری یہ تو ایک الگ بحث ہے مگر نتیجہ ہر حال میں ایک ہی نکلے گا کہ ''وما'' نافیہ ہے اس آیت میں نہ کہ ''موصولہ''۔

مگر افسوس کہ اکثر مترجمین نے جہاں اس پوری آیت میں"وما" کا ترجمہ"نافیہ" میں ہی لیا مگر صرف ایک مقام پر ''نافیہ'' کے بجائے ''موصولہ'' لیا۔

وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ

اور اس طرح یہودیوں کے عقیدے کی پیروی ہوگئی، اور لوگوں نے جادو کو" برحق "، منزل من اللہ، الہامی علم سمجھنا شروع کردیا جبکہ جادو گمراہی ہے، جھوٹ ہے، فریب ہے، دھوکہ ہے، بے اصل، بے حقیقت اور بے بنیاد ہے اور اسکی کوئی حیثیت نہیں۔

کتاب کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے پڑے اللہ تعالیٰ ایسے دو حکم کیسے بھیجے گا جو ایک دوسرے کے برخلاف ہوں

تجزیہ:

- ☆ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اس جادو کو کفر قرار دیتا ہے جیسے وما کفر سلیمان تو دوسری طرف یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف حکم کیا ہو کہ لوگوں کو جادو سکھائیں؟
- ☆ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے ولکن الشیطین کفروا ۔۔۔السحر یعنی کہ ''کفر شیاطین نے کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے'' پھر ایسی باتوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کیسے حکم کرے یہ ناممکن ہے۔
- ☆ آیت سے ظاہر صاف ہے کہ جادو سکھانا خود کفر ہے پھر ایسا کام اپنے فرشتوں ب سے کیسے لے سکتا ہے حالانکہ وہ مقدس اور پاک مخلوق ہیں۔
- ☆ فلا تکفر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھاتے ہیں تو پھر اس کی نفی سے کیا مقصد؟

ebooks.i360.pk

☆ جس کام کو اللہ تعالیٰ غلط قرار دے اور مرتکبین کے لئے آخرت میں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو وہ کام پھر اللہ کے فرشتے سکھائیں یا ان کی طرف سے وہ حکم نازل کیا جائے یہ بات بعید از قیاس ہے۔

☆ مضمون صاف بتلا رہا ہے کہ کتاب اللہ اور جادو کا علم دونوں متضاد ہیں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ذہنیت بیان کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

☆ جادو کے علم سے خاص یہ کام لیتے تھے کہ زوجین کے درمیان جدائی افتراق کراتے، ایسا علم نہ فرشتوں کے شایان شان ہے اور نہ وحی کے لائق

☆ جس علم کو اللہ تعالیٰ ضرر رساں بتائے اس علم کو فرشتے کیسے سکھا سکتے ہیں؟

☆ یہاں بابل شہر کا ذکر ہے حالانکہ یہ شہر مشہور ہے کئی مئورخ اور سیاح اس کو دیکھ چکے ہیں لیکن کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی۔

☆ اگر فرشتوں پر ایسا حکم نازل ہوتا تو وہ پہلے سلیمان علیہ السلام کو بتاتے اور سکھاتے کیونکہ فرشتے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کی طرف آتے ہیں مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ انکار فرماتا ہے کہ یہ سلیمانؑ نے نہیں بلکہ شیاطین نے کیا اس لئے یہ قصہ ہی بے بنیاد ہے۔

(۵) واقعہ ہابیل وقابیل

یہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام ہابیل اور دوسرے کا قابیل تھا۔ قابیل عمر میں بڑا تھا اور کھیتی باڑی کیا کرتا تھا۔ یہ مزاج کے اعتبار سے تیز اور فطرتاً برائی کی جانب راغب تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی ہابیل اس کے برعکس تھا۔ وہ نیک سرشت، متقی اور منکسر المزاج تھا۔ اس کا پیشہ وہ بھیڑ بکریاں چرانا تھا۔

ایک دن اللہ کی جانب سے دونوں کو حکم ہوا کہ وہ اللہ کے حضور قربانی پیش کریں تاکہ علم ہو جائے کہ کون اللہ کے نزدیک زیادہ متقی اور مقبول ہے۔ قدیم زمانے میں قربانی کی قبولیت کی یہ علامت ہوتی تھی کہ جس کی قربانی کو آسمان سے ایک آگ آکر جلا دے اس کی قربانی اللہ کے نزدیک قبول ہوگئی ہے۔ چنانچہ دونوں نے قربانی پیش کی۔ ہابیل یوں بھی نیک سیرت اور اللہ سے ڈرنے والا انسان تھا۔ چنانچہ اس نے نیک نیتی کے ساتھ خالص اللہ کی رضا کے کے لئے اپنے گلے کی بہترین پہلوٹھی کی بھیڑ اللہ حضور قربان کر کے پیش کر دی۔ دوسری جانب قابیل ناقص اور ردی قسم کا اناج لے کر آیا۔ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اگر قربانی مقبول ہوگئی تو اس اناج نے ویسے بھی جل جانا ہے تو اچھی فصل کو برباد کرنے کا کیا فائدہ۔

اب دونوں دور ہٹ کر خدا کے فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔ پھر اچانک آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور اس نے ہابیل کی قربان کی ہوئی بھیڑ کو جلا ڈالا جبکہ قابیل کا اناج جوں کا توں پڑا رہا۔ یوں فیصلہ ہو گیا کہ خدا ہابیل اور اسکی قربانی سے راضی اور قابیل سے ناخوش ہے۔ جب قابیل کی قربانی مردود ہوگئی تو اس کا طیش انتقام میں بدل گیا اور اس نے علی الاعلان

ebooks.i360.pk

اپنے بھائی ہابیل کو جان سے مارنے کی دھمکی دے دی۔ اس کا جواب ہابیل نے بڑی بردباری سے یہ دیا۔

''اگر تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بلکہ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ پرہیزگاری کی راہ اختیار کرتے اس صورت میں شاید تمہاری قربانی قبول ہو جاتی اور اگر تم مجھے مارنے پر ہی تلے ہوئے ہو تو میرا ایسا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہے میں بہرحال اس معاملہ میں ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا (یعنی پہل نہیں کروں گا) کیونکہ میں اسے بہت بڑا ظلم سمجھتا ہوں''۔ قابیل نے اپنے بھائی کی باتیں سنیں تو کچھ عرصہ ان پر غور کرتا رہا، لیکن بالآخر اس کے نفس اور شیطان نے سبز باغ دکھا کر اس بات پر آمادہ کر ہی لیا کہ وہ اپنے بھائی کا قصہ پاک کر دے اور اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرے۔ پھر ایک دن موقع پا کر قابیل نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔

لیکن اب یہ مسئلہ تھا کہ وہ اس لاش کو کیا کرے اور کہاں چھپائے کیونکہ لاش میں سڑانڈ اور بدبو پیدا ہونے لگی تھی۔ اسی اثنا میں اس نے دیکھا کہ ایک کوا اپنے مردہ بھائی کی لاش کو زمین میں دفن کر رہا ہے۔ اس وقت وہ سوچنے لگا کہ مجھ میں اس کوے جتنی بھی عقل نہیں۔ بہرحال اس نے بھی زمین میں گڑھا کھود کر اپنے بھائی کی لاش کو زمین میں دبا دیا۔ جب وہ لاش دفن کر چکا تو اب اس کا نفس اسے ملامت کرنے لگا کہ ایک نیک سیرت اور شفیق بھائی اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا اور اس بات پر بھی اسے ندامت ہوئی کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر کے انتہائی وحشیانہ حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق ہابیل اور قابیل میں اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب ہابیل کی قربانی کو قبول کر لیا گیا اور قابیل کی کوشش ناکام ہو گئی۔ چنانچہ قابیل اپنے بھائی سے نفرت کرنے لگا یہاں تک کہ اس کو مارنے کے درپے ہو گیا۔ جبکہ اس بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ہابیل اور قابیل میں اختلاف کی بنیادی وجہ ایک لڑکی تھی جو قانونی طور پر ہابیل کے نکاح میں آنی تھی لیکن قابیل اس پر حق جتانا چاہ رہا تھا۔ اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں اور یہ محض اسرائیلی روایات سے ہمارے ہاں آ گیا ہے۔ اس ضمن میں معتدل رویہ یہی ہے کہ ہم خود کو قرآن کے بیان تک ہی محدود رکھیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِن أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لَأَقْتُلَكَ إِنِّيْ أَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِيْ وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِيْنَ۔ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيْهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ فَبَعَثَ اللهُ غُرَاباً يَبْحَثُ فِيْ الأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ أَخِيْهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِيْ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ (۶۰)

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات (جو بالکل) سچے (ہیں) پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے (اللہ کی جناب میں) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (تب قابیل ہابیل سے) کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا اُس نے کہا کہ اللہ پرہیزگاروں ہی کی (نیاز) قبول فرمایا کرتا

ebooks.i360.pk

ہے۔اور اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کیلئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ سمیٹ لے پھر (زمرۂ) اہلِ دوزخ میں ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔مگر اُس کے نفس نے اُس کو بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی تو اُس نے اُسے قتل کر دیا اور خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گیا۔اب اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اُسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے۔کہنے لگا کہ افسوس! مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا پھر وہ پشیمان ہوا۔

اثری ترجمہ:

اور اے پیغمبر اسلام ان لوگوں کو دو آدم زادوں کا حال سچائی کے ساتھ سنا دو جب ان دونوں نے قبولیت کے لئے قربانیاں چڑھائیں تو ان میں سے ایک کی قبول ہوگئی، دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۔اس پر اس نے کہا (جس کی قبول نہیں ہوئی تھی کہ) میں یقیناً تجھے قتل کر دوں گا (پھر اس نے کہا جس کی قربانی قبول ہوئی تھی کہ) اللہ صرف متقی آدمیوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے۔اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے کبھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میں اللہ سے ڈرتا ہون جو تمام دنیا کا پروردگار ہے۔میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ لے اور پھر دوزخیون مین سے ہو جا کہ ظلم کرنے والوں کو یہی بدلہ ملنا ہے۔پھر ایسا ہوا کہ اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پہ آمادہ کر دیا اس نے اسے قتل کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ یعنی قاتل تباہ کاروں میں سے ہو گیا۔اس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا اور وہ زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کا عیب کیونکر چھپانا چاہیئے تھا۔وہ بول اٹھا کہ افسوس مجھ پر! میں ن اس کوے کی طرح نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کے عیب کو چھپا دیتا غرضیکہ وہ بہت ہی پشیمان ہوا۔(۶۱)

اثری تفرد:

☆ یہ واقعہ آدم کے حقیقی بیٹوں کا نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے دو جوانوں کا واقعہ ہے (۶۲)

☆ قربانی سے مراد کوئی جانور نہیں جو ذبح کیا گیا ہو بلکہ محض نذر خداوندی مراد ہے۔(۶۳)

☆ اللہ تعالیٰ نے کوا بھیج کر یہ بتایا کہ تیرے لئے بہتر ہوتا کہ تو اپنے بھائی کے عیب پر مٹی ڈال دیتا تو تجھے اس پریشانی و پشیمانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔یعنی لاش کی بات نہیں ہو رہی بلکہ عیب کی بات ہو رہی ہے (۶۴)

ebooks.i360.pk

فصل سوم

متفرق تفردات وامتیازات

ebooks.i360.pk

(۱)واؤ حرف قسم کا ترجمہ

قسم سے اصل مقصود شہادت ہے جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کو بطور دلیل اور شاہد پیش کیا جاتا ہے تاکہ جو دعویٰ کیا گیا ہے اس کا اثبات کیا جائے اور اگر مخاطب شک وشبہ میں ہے تو اس کا ازالہ کیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور دوسری صفات کے اثبات کے لئے اپنے اندر دلائل کا ایک خزانہ رکھتی ہیں۔

اثری صاحبؒ نے ان تمام آیات کے ترجمہ میں جہاں واؤ حرف قسم استعمال ہوا ہے رب کا لفظ محذوف مانا ہے کیونکہ کہ مشہور روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے جیسے حدیث میں آتا ہے:

عَن عُمَرَ اِنِّیْ سَمِعتُ رَسُولَ اللہ ﷺ یَقُولُ: مَن حَلَفَ بِغَیرِ اللہ فقدَ اَشرَکَ۔ (۶۵)

''ابن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھائی تو اُس نے شرک کا ارتکاب کیا۔''

مکی سورتوں میں واؤ حروف قسم استعمال ہوئے ہیں جیسے سورہ صفٰت کی آیت

وَالصَّافَّاتِ صَفّاً

قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر۔

اثریؒ صاحب کا ترجمہ یوں ہے:''قطار در قطار صف باندھنے والوں (کے رب) کی قسم''(۶۶)

اس آیت کی تفسیر میں اس کی وضاحت یوں کی ہے:

''اگر قسم کھانا ہی مراد لیا جائے اس میں رب کا لفظ محذوف تسلیم کر کے صف باندھنے والوں کے رب کی قسم ہی کہا جائے گا کہ قسم ہر حال میں رب کریم ہی کی درست اور جائز ہے اور محذوف کلام میں جائز اور درست ہے''(۶۷)

(۲)بسم اللہ کا ترجمہ

بسم اللہ کا ترجمہ اثری صاحب نے یوں کیا ہے:

اللہ کے نام سے جو بہت ہی مہربان بہت ہی پیار کرنے والا ہے (پڑھو پڑھاؤ)''(۶۸)

بسم اللہ کے مفہوم میں پڑھو پڑھاؤ کو محذوف سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:

''یہاں بسم اللہ کو قرآن مجید کا جزو تسلیم کر کے جب بسم اللہ کی تلاوت کی جائے گی تو یقیناً اللہ کا وہ حکم آنکھوں کے سامنے آجائے گا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو وحی کی نعمت عظمیٰ سے نوازا اور حکم دیا کہ اقراء پڑھ لہٰذا اسی کو اگر

ebooks.i360.pk

یہاں محذوف مانا جائے تو اقرا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یعنی پڑھ اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور بہت پیار کرنے والا ہے۔تو یہ محذوف بالکل وہی ہوگا جو خود اللہ تعالیٰ نے شروع وحی میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرما کر فرمایا ۔۔ہم نے اس کے پیش نظر ترجمہ میں (پڑھو) کے لفظ کو تحریر کیا ہے''(۶۹)

(۳) یستحیون کا ترجمہ

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ (۷۰)

اور جب ہم نے تم کو فرعون سے مخلصی بخشی، وہ (لوگ) تمہیں بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

یستحیون کا بنیادی مادہ وہی ہے جو حیات کا ہے تو اس دوسرے مفہوم کی رعایت سے ترجمہ کیا ہے آیت بالا کا اثری ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اور اپنے آبا کی زندگی کا وہ باب بھی یاد رکھو جب ہم نے تمہیں خاندان فرعون کے پنجہ استبداد سے جنہوں نے تم کو نہایت ہی سخت عذاب میں ڈال رکھا تھا نجات دی تھی وہ تمہارے لڑکوں کو بے دریغ ذبح کر ڈالتے تھے **اور تمہاری عورتوں کی حیا پر ڈاکہ زنی کرنے کے عادی مجرم تھے** اور فی الحقیقت اس صورتحال میں تمہارے پروردگا کی طرف سے تم پر بڑی بھاری آزمائش تھی۔

تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ انہیں آئندہ فرعونی امراء اپنی نفسانی خواہشات کا شکار بناسکیں اور اپنے گھروں میں رکھ کر ماما کا کام بھی ان سے لیں''(۷۱)

(۴) سجدہ ملائکہ کا مفہوم

آدمؑ کو سجدہ کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''پھر غور کرو جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے سجدہ شکر ادا کرو۔''(۷۲)

ان کے نزدیک یہ سجدہ آدم کو نہیں اللہ کو کیا گیا اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

سجدہ کے اصل معنی فرمانبرداری اختیار کرنا یا جھک جانا۔جس کو عام زبان میں کہتے ہیں ہار تسلیم کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اختیار کرنا اور اس کی عبادت کرنا کے معنوں میں بھی عام استعمال ہوتا ہے اور پھر وہ بھی دو طرح پر ہے

ebooks.i360.pk

ایک سجدہ اختیار سے جو انسان بجا لاسکتا ہے اور دوسرا تسخیر سے جو انسان، حیوان اور نباتات بلکہ ہر مخلوق اپنے خالق حقیقی کو کرتی ہے۔''اسجدوالادم'' کے معنی بھی دو طرح سے کئے گئے ہیں۔ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کو بمنزلہ قبلہ رکھ کر اللہ کو سجدہ کرنا ،دوسرا یہ کہ ان کو آدم کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا اور اس بات کا حکم کہ وہ آدم علیہ السلام اور اس کی ذریت کے مصالح کو قائم کریں۔۔لادم میں لام تعلیل کا ہے مسجود اللہ تعالیٰ ہے اور سجدہ کی علت آدم علیہ السلام کی خلافت ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا سجدہ بھی اسی طرح کا سجدہ تھا کیونکہ غیر اللہ کو سجدہ حرام اور شرک ہے جو کسی شریعت میں بھی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہوا اور نہ اب ہے''(۷۳)

(۴) آدم سے مراد بنی نوع انسانی

اثری صاحبؒ نے اگرچہ آدم سے مراد پہلا انسان مراد لیتے ہوئے اکثر جگہ حضرت آدم علیہ السلام کا لفظ استعمال کیا ہے اور انہیں زمرۂ انبیاء میں ہی شمار کیا ہے لیکن جدت پسند مفسرین کی طرح کہیں کہیں اس سے مراد نسل انسانی بھی لی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں داستان آدم کے ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اور آدم کے لفظ سے بھی یقیناً نوع انسانی مراد ہے اگرچہ عوام الناس اس کو باوا آدم کے نام سے ایک خاص انسان کا نام جانتے ہیں اور یہی صحیح ہے کہ آدم سے مراد نسل انسانی ہے''(۷۴)

(۵) قادیانی مرزائی کو احمدی کہنا درست نہیں

اثری صاحب کا یہ تفسیری امتیاز ہے کہ وہ قادیانی مرزائیوں کو احمدی کہنے کی مخالفت کرتے ہیں،اس بارے میں اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں

''ان لوگوں کو احمدی کہلانے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی کسی کو''احمدی'' کہہ کر غیر مسلم کہا جاسکتا ہے تف ہے ان لوگوں پر جنہوں نے قادیانیوں کو''احمدی'' مان لیا اور پھر''احمدی'' کہہ کر ان کو غیر مسلم کہا۔۔جب انہوں نے اپنا نام احمدی رکھا تھا تو مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ ان کو احمدی تسلیم ہی نہ کرتے اگر معاملہ عدالت میں گیا تھا تو مسلمانوں کا موقف ہی یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ان لوگوں کو احمدی کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ مسلمان نہیں اور کسی غیر مسلم کو احمدی کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے''(۷۵)

(۶) عابد کا ایک اور مفہوم

قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ (۷۶)

اثری ترجمہ(اے پیغمبر اسلام!) آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس (رحمٰن) کا انکار کرنے والا ہوں''(۷۷)

ebooks.i360.pk

’’یعنی عابدین سے مراد انفین مراد ہے یعنی میں سب سے پہلے انکار کرتا ہوں اور اِن کَانَ مَا کَانَ کے معنوں میں ہے اور بعضوں نے کہا العابدین عَبَدَ یَعبُدُ سے نہیں بلکہ عَبِدَ یَعبُدُ سے ہے جس کے معنی انکار کرنے کے ہیں‘‘(۷۸)

(٦) احی وامیت کا ترجمہ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْ حَآجَّ إِبْرَاهِيْمَ فِيْ رِبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ قَالَ أَنَا أُحْيِيْ وَأُمِيْتُ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ فَإِنَّ اللهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (۷۹)

اثری صاحبؒ کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں أُحْيِيْ وَأُمِيْتُ کا ترجمہ بالکل منفرد کیا گیا ہے:

اے پیغمبر اسلام! کیا تم نے اس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں حجت کی تھی اور یہ حجت اس لئے کی تھی کہ اللہ نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو مخلوقات کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو اس نے جواب میں کہا **میں خود بخود زندہ ہوا ہوں اور خود بخود ہی مروں گا یعنی میرا زندہ** کرنے والا اور مارنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر ابراہیم نے کہا اچھا اگر ایسا ہی ہے تو اللہ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اس کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔ یہ بات سن کر وہ بادشاہ جس نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا تھا ہکا بکا ہو گیا اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ظالموں پر کبھی کامیابی اور فلاح کی راہ نہیں کھولتا‘‘ ۸۰)

(۷) ابابیل سے مراد؟

’’ابابیل کا واحد ابالہ ہے اور یہ وہ پرندہ ہے جو مرداروں کو کھانے کے لئے خود بخود ہی اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایسے پرندوں کو چیل اور گدھ کہتے ہیں اور عربوں کے ہاں ان کو ابابیل کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن اردو میں ایک چھوٹے پرندے کو جو چڑیا کے برابر ہو یا اس سے ذرا بڑا ہو ابابیل کہتے ہیں اس لئے ہمارے مترجمین نے وہ ابابیل مراد لے لئے ہیں لیکن اس کی کوئی سند عربی زبان میں نہیں ملتی‘‘(۸۱)

(۸) حبل کا مفہوم

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوْا إِلاَّ بِحَبْلٍ مِّنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ (۸۲)

عام ترجمہ:

ebooks.i360.pk

یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) اُن سے چمٹ رہی ہے بجز اس کے کہ یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں

اثریؒ ترجمہ:

''ان لوگوں پر ذلت کی مار پڑی جہاں کہیں بھی یہ پائے گئے یعنی یہود۔ ہاں یہ کہ اللہ کے عہد سے یا لوگوں کے عہد سے کہیں پناہ مل گئی ہو'' (۸۳)

تفسیر:

حبل کا ترجمہ عہد کیا ہے اور اس کی وضاحت یوں بیان کرتے ہیں:

''حبل من الناس سے مراد ان کی وہ جماعتیں ہیں جو معاہدوں کے ذریعے امن حاصل کر لیں چونکہ معاہدے لوگوں ہی سے ہوں گے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اس لئے کہ حبل بمعنی عہد و ذمہ ہی ہے'' (۸۴)

(۹) مکر کا مفہوم

سورہ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ اللّهُ وَاللّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (۸۵)

عام ترجمہ:

اور وہ (یعنی یہود قتل عیسٰی کے بارے میں ایک) چال چلے اور اللہ بھی (عیسٰی کو بچانے کیلئے) چال چلا اور اللہ خوب چال چلنے والا ہے

اثری ترجمہ:

اور بنی اسرائیل نے عیسٰیؑ کے خلاف مکاریاں یعنی خفیہ تدبیریں شروع کر دیں اور اللہ نے ان کی خفیہ تدبیروں کو بالکل موثر نہ ہونے دیا اور اللہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو مکاروں کی مکاریوں کا اثر زائل کر دے'' (۸٦)

تفسیر:

''مکر اللہ کے الفاظ کے متعلق سمجھ لینا چاہئے کہ عربی زبان مین ایک قاعدہ مشاکلت کا ہے یعنی کسی فعل کی سزا یا جواب کو بجنسہ اس فعل کے لفظ سے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس طرح دا میں مطلق کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا مثلاً۔۔کوئی کسی کو ٹھگ لے اور وہ اس سے انتقام لے لے تو عربی میں پیرایہ ادا یہ ہوگا کہ اس نے فلاں کو ٹھگا لیکن اس فلاں نے اسے ٹھگ لیا، حالانکہ ظاہر ہے اس فلاں نے تو صرف ٹھگنے کی سزا ہی اس کو دی۔'' (۸۷)

ebooks.i360.pk

(۱۰) رفعِ طور

حضرت موسیٰ ؑ کے دور میں بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے کوہ طور پر کھڑا کیا اوران سے میثاق لیا گیا جس کا ذکر سورہ بقرہ اور سورہ اعراف میں ہوا ہے اس کی کیفیت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُواْ مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُواْ قَالُواْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُواْ فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ بقرۃ(۸۸)

جب ہم نے تم سے عہد (کر) لیا اور کوہِ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا) کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس کو زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو تا کہ (عذاب سے) محفوظ رہو۔

اثری صاحبؒ کا ترجمہ وتفسیر:

''اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا اور کوہ طور کی چوٹیاں تم پر بلند تھیں یعنی تم ان کے نیچے کھڑے تھے''(۸۹)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہاڑ ان کے سروں پر وقتی طور پر بلند کر دیا گیا تھا۔مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے اس کو دیکھ رہے تھے کہ پہاڑ ان کے سروں پر ہے یعنی ان کے کھرے ہونے کی جگہ ایسی تھی کہ وہاں اس طرح نظر آرہا تھا ۔حدیث میں ہے ''فرفعت لنا صخرۃ'' جس کے معنی سب کو معلوم ہیں کہ ''ظھرت لابصارنا'' یعنی چٹان ہمیں نظر آنے لگی۔یہاں بھی یہی مراد ہے کہ وہ اپنے سامنے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے۔اگر وہ بات ہو جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے کہ پہاڑ کو بلند کر کے ان کے سروں پر لایا گیا اور پھر اس کے نیچے ان سے عہد لیا گیا کہ انہون نے مان لیا اور عہد کر لیا تو ٹھیک ورنہ پہاڑ گرا کر ان کا کام تمام کر دیا جائے گا تو اس طرح کا معجزہ بنانے والوں کو یہ خیال نہ رہا کہ ایک طرف تو ہم معجزہ بنا رہے ہین اور دوسری طرف جبر واکراہ سے عہد لے رہے ہیں''(۹۰)

عربی گرامر وزبان کی رُو سے اس مفہوم کی گنجائش ہے،مولانا مودودیؒ نے بھی تقریباً اسی طرح کا مفہوم لکھا ہے:

''اس واقعے کو قرآن میں مختلف مقامات پر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل میں یہ ایک مشہور ومعروف واقعہ تھا،لیکن اب اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنا مشکل ہے۔بس مجملاً یوں سمجھنا چاہئیے کہ پہاڑ کے دامن مین میثاق لیتے واقت ایسی خوفناک صورتحال پیدا کر دی گئی تھی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ان پر آن پڑے گا''(۹۱)

ebooks.i360.pk

(۱۱) تسخیر اور تسبیح جبال وطور

حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک طاقتور بادشاہ اور نبی تھے۔ طالوت کی طرف سے جالوت سے لڑے۔ آپ ؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے آپ کو بادشاہی اور نبوت عطا کی۔ اللہ نے آپ پر زبور نازل کی۔ نہایت پرتاثیر آواز ''لحن داؤدی'' بخشی اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کریں۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آیا ہے۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ (۹۲)

اور ہم نے پہاڑوں کو داود کا مسخر کر دیا تھا کہ ان کیساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی (مسخر کر دیا تھا اور ہم ہی ایسا) کرنے والے تھے۔

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ (۹۳)

ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیرِ فرمان کر دیا تھا کہ صبح وشام ان کے ساتھ اللہ کا ذکر (پاک) کرتے تھے۔ ۱۸۔ اور پرندوں کو بھی جمع رہتے تھے سب ان کے فرمانبردار تھے۔

اثری تفسیر:

اثری صاحب نے سورہ انبیاء میں محولہ آیت کی تفسیر میں جبال وطیر سے حقیقی مفہوم ہی مراد لیا ہے یعنی پہاڑ و پرندے مسخر کئے گئے اور حضرت داؤدؑ کے ساتھ تسبیح میں شریک ہوجاتے تھے، بلکہ سورہ الانبیاء کی تفسیر میں تسبیح پر کافی تفصیلاً روشنی ڈالی ہے اور یہ چابت کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے تو پہاڑ اور پرندوں کی تسبیح پر تعجب کیسا؟

لیکن سورہ ص کی تفسیر میں مجاز کی طرف جھک گئے ہیں اور منکرین حدیث معجزات کا رنگ اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر گزشتہ آیت مین الجبال سے مراد بڑے بڑے انسان مراد لئے جائیں تو اس جگہ الطیر سے مراد وہ روحانی انسان بھی مراد لئے جاسکتے ہیں'' (۹۴)

(۱۲) قربانی کے وقت حضرت اسماعیل ؑ کی عمر

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (۹۵)

تو ہم نے ان کو ایک نرم دل کے لڑکے کی خوشخبری دی۔ جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔

ebooks.i360.pk

اس واقعہ کی تفسیر میں حضرت اسماعیلؑ کی عمر کے متعلق لکھتے ہیں:

''قرآن کریم نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی عمر تو نہیں بتائی کہ اس وقت کتنی تھی لیکن جو ارشاد فرمایا کہ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

پھر جب بیٹا باپ کے ساتھ دوڑنے لگا اور چھوٹے موٹے کاموں میں شریک ہونے لگا اور ذمہ داری سنبھالنے کے قابل ہوا، اپنی رائے پیش کرنے کے قابل ہوا اور عقل وفکر سے کام لینے لگا اور دین ودنیا کی سمجھ اس کو آ گئی اس وقت یہ خواب دکھائی دیا۔''(۹۶)

(۱۳) اسماعیلؑ ذبح ہوئے ہیں لیکن ان کے ذبح سے مراد کچھ اور ہے

اثری صاحبؒ فرماتے ہیں:

''مفسرین نے جو تفسیر بیان کی اس میں یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہا السلام کی قربانی پیش کر دی لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی منظور تھا کہ اسماعیلؑ ذبیح نہ ہو لہٰذا اس کو ذبح ہونے سے بچا لیا گیا گویا اسماعیلؑ ذبیح نہ ہوئے۔ جبکہ ہمارے خیال کے مطابق بلاشبہ اسماعیلؑ ذبیح ہوئے اور اسی لئے آپؑ ذبیح کہلائے اور آپؑ کا ذبیح ہونا یہی ہے کہ کہ باپ کی فرمانبرداری مین وطن سے بے وطن ہوئے اور یہی آپؑ کا ذبیح ہونا تھا اس لئے یہ کہنا کہ آپؑ ذبح ہونے سے بچ گئے بالکل صحیح نہیں ہے''(۹۷)

(۱۴) ضرب بالعصاء کے مطالب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں عصا یعنی لاٹھی کے متعدد معجزات اور مختلف مواقع پر استعمالات کا ذکر ملتا ہے اور عصاء کے ذریعے ضرب کے الفاظ بھی کئی ایک واقعات میں ملتے ہیں جیسے بارہ چشموں کے جاری ہونے میں اور دریا میں راستہ بنانے میں وغیرہ۔

لیکن منکرین معجزات ان واقعات کو فطری اور معمول ثابت کرنے کیلئے تاویلیں کرتے ہی رہے ہیں ۔

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً(۹۸)

عمومی ترجمہ:

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے (اللہ سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

ebooks.i360.pk

اثری ترجمہ:

''اور پھر وہ واقعہ بھی یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تھا اور ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنی لاٹھی سے فلاں فلاں چٹان پر ضرب لگاؤ تو یقیناً پانی موجود پاؤ گے''(۹۹)

اثری تفسیر:

''اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ

اپنی لاٹھی کے ساتھ اس پتھر پر چل۔ یا اپنی لاٹھی فلاں فلاں پتھر پر مار۔ اپنی جماعت کو ساتھ لے کر فلاں پتھر کی طرف چل یا فلاں پتھر پر چل۔ تینوں معنی صحیح ہیں اور تینوں ہی سے ایک مفہوم بیان ہوتا ہے۔''(۱۰۰)

آ گے لکھتے ہیں:

''عصا کے معنی لاٹھی کے تو ہوتے ہیں لیکن اصلی معنی اس کے اجتماع یعنی اکٹھا ہونا ہیں بلکہ عصا کو اسی لئے عصا کہتے ہیں کہ اس کو پکڑنے کیلئے ہاتھ کی انگلیوں کو اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔(اصمعی) اس لئے عصا کے معنی جماعت کے عام ہیں ۔۔اگر معنی ہوں کہ ''اپنی لاٹھی سے پتھر پر مار'' تو مفہوم ہوگا کہ ان لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نشان لگا دے یہاں سے ذرا یہ پتھروں کو ادھر ادھر کریں گے تو چشمہ جاری ہو جائے گا اور وحی الٰہی کی روشنی میں انہوں نے نشان زدہ جگہوں کو کچھ ہی کھودا تھا کہ پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔

اگر یہ معنی ہوں کہ ''اپنی جماعت یعنی بنی اسرائیل کے ساتھ فلاں پتھر تک چل وہاں چشمے جاری ہیں'' تو جب گئے تو چشموں کو جاری پایا''(۱۰۱)

(۱۵) خضرؑ کا لڑکے کو قتل کرنا

موسیٰؑ اللہ کے ایک بندے جنہیں خضر کہا جاتا ہےؑ ان کی معیت میں سفر پر تھے انہوں نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا

فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَاماً فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُّكْراً(۱۰۲)

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکا ملا تو (خضر نے) اسے مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو (ناحق) بغیر قصاص کے مار ڈالا (یہ تو) آپ نے بُری بات کی۔

اثری صاحبؒ لفظ غلام کے معنی لڑکا نہیں کرتے اور تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں:

''غلام کا لفظ بلاشبہ چھوٹے بچہ سے لے کر جوان بلکہ بوڑھے تک بولا جاتا ہے۔ اس جگہ مفسرین نے عام طور پر اس کو بچہ ہی قرار دیا ہے لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی۔۔ یہ نوجوان ایسا تھا کہ اس کے والدین تو نہایت شریف اور مومن لوگ تھے لیکن اس کو صحبت نے ایسا خراب کیا کہ اس کا کوئی چال چلن بھی درست نہ تھا اور اس بات کا ڈر عوام تو عوام حکومت

ebooks.i360.pk

تک کے لوگوں کو تھا کہ اس کی وجہ سے اس کے والدین کو بھی پریشان ہونا پڑے گا اور کسی وقت بھی وہ وقت آ سکتا ہے کہ ناکردہ گناہ میں اس کے والدین کے ساتھ کوئی عمل ہو جائے۔ وہ تو جو کچھ کرتا ہے کر کے بھاگ جاتا ہے لیکن اس کے والدین تو صاف گرفت میں ہیں'' (۱۰۳)

(۱۶) بنی اسرائیل میں قتل کا ایک واقعہ

مشہور واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک قتل ہو گیا مگر قاتل کا پتہ نہ لگا، آخر شبہ نے تہمت کی شکل اختیار کر لی اور اختلاف باہمی کی خوفناک صورت پیدا ہو گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب یہ واقعہ پیش ہوا تو انہوں خدائے تعالیٰ کی جانب رجوع کیا اور عرض کیا کہ اس واقعہ نے قوم میں سخت اختلاف رونما کر دیا ہے، تو خود علیم وحکیم ہے میری مدد فرما۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ پہلے ایک گائے ذبح کریں اور اس کے بعد گائے کے ایک حصہ کو مقتول کے جسم سے مس کریں، پس اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اس کو زندگی بخش دیں گے اور یہ معاملہ واضح ہو جائے گا۔ اور وحی الٰہی کے مطابق معاملہ کو سرانجام کیا، خدا کے حکم سے وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے تمام واقعہ من وعن بیان کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس حیرت زا ''خدائی نشان'' نے حقیقت کو واشگاف کر دیا تو قاتل کو بھی اقرار کئے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا اور اس طرح نہ صرف قاتل ہی کا پتہ چل گیا بلکہ مختلف اسباط اور خاندانوں میں اختلاف پیدا ہو کر جو سخت خانہ جنگی اور خوں ریزی کی صورت رونما ہو چلی تھی اس کا بھی خوش اسلوبیکے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔

قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۱۰۴)

اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ تو ہم نے کہا کہ اس بیل کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

اثریؒ تفسیر:

اثریؒ صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کی عبارت پر پھر غور کرو قرآن کریم نے فرمایا کہ

وَاللهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ

اس آیت میں مُخْرِجٌ تھا جس کے مقابلے میں اللہ نے يُحْيِي اللهُ فرمایا اور اس جگہ تَكْتُمُونَ تھا جس کے

ebooks.i360.pk

مقابلے میں اللہ نے الْمَوْتَی کا لفظ فرمایا۔جس سے پوری وضاحت ہوگئی کہ یُحْیِیُ اللّٰہُ سے ظاہر ہونا قاتل کا اور الْمَوْتَی سے نامعلوم یا غیر ظاہر ہونا قاتل کا مراد ہے نہ کہ مقتول کا زندہ ہونا۔''(۱۰۵)

(۱۶) جن انسان بھی ہوتے ہیں؟

اثریؒ صاحب کے نزدیک الفاظ جنّ ،جنات اور جانّ جو کہ آگ سے تخلیق کردہ ایک مخلوق کے لئے استعمال ہوئے ہیں لیکن ان کے مفہوم میں وسعت پائی جاتی ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''جنّ کے معنوں میں بہت وسعت ہے اس لئے کہ ''جنّ'' ہر اس مخلوق کو کہا گیا ہے جو آنکھوں سے پوشیدہ ہو،اور عام طور پر دیکھنے سے نظر نہ آئے۔جنّ کا اطلاق تمام حشرات الارض پر ہوتا ہے۔۔جنّ کا لفظ ان جانوروں پر بولا گیا ہے جو پالتو ہیں۔۔جن کا لفظ خاص ان طاقتوں اور قوتوں پر بولا جاتا ہے جن کی پیدائش آگ قرار دی گئی ہے۔''(۱۰۶)

ایک اور مقام پر انسانوں ہی کو جنّ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جن کے لغوی معنی پوشیدہ رکھنے کے ہیں اور ایک غیر مرئی مخلوق کو بھی جنّ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن جو مخلوق مکلف ہے اور اس کے باوجود اس پر لفظ جنّ کا اطلاق ہوتا ہے وہ انسانوں ہی کی ایک دوسری قسم ہے''(۱۰۷)

(۱۷) سیدہ مریمؑ نبی تھیں

حضرت مریم علیہا السلام کے چونکہ غیر معمولی واقعات قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اس لئے ہر دور میں کچھ علماء کرام کا یہ خیال رہا ہے کہ وہ بھی اللہ کی ایک نبی تھیں۔ایسا ہی کچھ اثریؒ صاحب کا خیال ہے آپ فرماتے ہیں:

''سیدہ مریمؑ کی نبوت کے متعلق قرآن کریم کی نصوص زیادہ واضح ہیں یہی وجہ ہے کہ امام شعرانی،ابن حزم اور قرطبی رحہم اللہ کے درمیان سیدہ مریم کے علاوہ نبیات کی فہرست میں خاصا اختلاف نظر آتا ہے (فتح الباری ج۶ کتاب الانبیاء)اور سیدہ مریم ؑ کی نبوت کے متعلق تمام مثبتین نبوت کا اتفاق ہے''(۱۰۸)

ebooks.i360.pk

حوالہ جات (باب چہارم)

۱۔ العنکبوت۲۹:۲۴
۲۔ الانبیاء:٦۸تا۷۱
۳۔ الصفٰت۳۷:۹۷تا۹۹
۴۔ اثریؒ ،مولانا عبد الکریم تفسیر عروۃالوثقیٰ،سن اشاعت ۱۹۹۴ء،المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، ج ٦،ص۱۲٦
۵۔ ایضاً ج٦،ص۱۳۰
٦۔ ایضاً ج۷،ص۴۸٦
۷۔ طٰہٰ۲۰:۱۷تا۲۴
۸۔ تفسیر عروۃالوثقیٰ ج۵،ص۳٦۷
۹۔ محولہ بالا
۱۰۔ ایضاً ج۵،ص۳۹۷
۱۱۔ مریم۱۹:۱٦تا۳۰
۱۲۔ تفسیر عروۃالوثقیٰ ج۲،ص۱۷۴
۱۳۔ ایضاً ج۲،ص۱۸٦
۱۴۔ بنی اسرائیل۱۷:۲۳
۱۵۔ مریم۱۹:۱۴
۱٦۔ مریم۱۹:۳۲
۱۷۔ التحریم٦٦:۱۰تا۱۲
۱۸۔ الاحزاب۳۳:۵
۱۹۔ آل عمران۳:۵۹
۲۰۔ تفسیر عروۃالوثقیٰ ج۲،ص۲۱۲
۲۱۔ ایضاً ج۲،ص۲۱۲
۲۲۔ آل عمران۳:۱۱۰
۲۳۔ یوسف۱۲:۸۴

ebooks.i360.pk

۲۴۔ یوسف ۱۲: ۹۳
۲۵۔ یوسف ۱۲: ۹۶،۹۵
۲۶۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۴،ص ۸۴۷
۲۷۔ ایضاً ج ۴،ص ۸۹۷
۲۸۔ ایضاً ج ۴،ص ۹۱۷
۲۹۔ الصفٰت ۳۷: ۱۳۹ تا ۱۴۴
۳۰۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۷،ص ۲۳۷
۳۱۔ الانبیاء ۲۱: ۸۸،۸۷
۳۲۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۵،ص ۵۰۵
۳۳۔ ایضاً ج ۷،ص ۲۷۷
۳۴۔ المشکوٰۃ ج ۴، حدیث: ۵۱
۳۵۔ حافظ نذر احمد، ماہنامہ ''الحرم'' میرٹھ (جنوری ۱۹۵۹ء) ماخوذ از ''دیواریں اور غاریں''
۳۶۔ مولانا ارسلان بن اختر میمن، مقامات انبیاءؑ کا تصویری البم۔۔ص ۲۶۰-۲۶۷
۳۷۔ النمل ۲۷: ۱۶، ۱۷
۳۸۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۶،ص ۸۶۷
۳۹۔ ایضاً ،ج ۶،ص ۳۷۱۲
۴۰۔ النمل ۲۷: ۲۰، ۲۱
۴۱۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۶،ص ۸۷۲ تا ۸۷۵
۴۲۔ النمل ۲۷: ۱۹، ۲۰
۴۳۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۶،ص ۸۶۷
۴۴۔ ایضاً ج ۶،ص ۸۶۹
۴۵۔ النمل ۲۷: ۳۸ تا ۴۲
۴۶۔ ایضاً ج ۶،ص ۸۸۱
۴۷۔ سورہ ص: ۳۴
۴۸۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۶،ص ۲۰۴
۴۹۔ سورہ ص ۳۸: ۴۱ تا ۴۴

ebooks.i360.pk

۵۰۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۷ ص ۱۷۷

۵۱۔ ایضاً ، ج ۷، ص ۲۷۷

۵۲۔ محولہ بالا ج ٦، ص ۲۲۸

۵۳۔ یوسف: ۱۲: ۷۰ تا ۷۲

۵۴۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۴، ص، ۷۷۰

۵۵۔ ایضاً ج ۴، ص، ۷۷۰

۵٦۔ ایضاً ج ۴ ص ۷۷۸ تا ۷۸۰

۵۷۔ مولانا وحیدالدین خان، تذکیر القرآن، دار التذکیر لاہور، ۲۰۰۹، ص ٦۳۲ ۔ ٦۳۳

۵۸۔ البقرہ ۲: ۱۰۲

۵۹۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۱، ص ۴۲۵

٦۰۔ المائدہ ۵: ۲۷ تا ۳۱

٦۱۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۳، ص ۱۳۹

٦۲۔ ایضاً ج ۳، ص ۱۲۹

٦۳۔ ایضاً ج ۳، ص ۱۳۲

٦۴۔ ایضاً ج ۳، ص ۱۴۳

٦۵۔ ابوداؤد، رقم ۱۵۲۳

٦٦۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۷، ص ٦۴۹

٦۷۔ ایضاً ج ۷، ص ٦۴۹

٦۸۔ ایضاً ج ۱، ص ۸۲

٦۹۔ ایضاً ج ۱، ص ۹۰

۷۰۔ البقرہ ۲: ۴۹

۷۱۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۱، ص ۲۸۴

۷۲۔ ایضاً ج ۱، ص ۲۳۲

۷۳۔ ایضاً ج ۱، ص ۳۳۳

۷۴۔ ایضاً ج ۱، ص ۲۲۹

۷۵۔ ایضاً ج ۷، ص ۳۹۲

ebooks.i360.pk

۷۶۔ الزخرف ۴۳:۸۱

۷۷۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۸،ص ۲۳۲

۷۸۔ ایضاً ج ۸،ص ۲۳۷

۷۹۔ البقرہ ۲:۲۵۸

۸۰۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ا،ص ۸۶۶

۸۱۔ ایضاً ج ۹،ص ۱۰۸۱

۸۲۔ آل عمران ۳:۱۱۲

۸۳۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۲،ص ۳۳۷

۸۴۔ ایضاً ج ۲،ص ۳۴۲

۸۵۔ آل عمران ۳:۵۴

۸۶۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۲،ص ۲۲۱

۸۷۔ ایضاً ج ۲،ص ۲۲۴

۸۸۔ البقرہ ۲:۹۳

۹۸۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ا،ص ۳۳۲

۹۰۔ ایضاً ج ا،ص ۳۳۳

۹۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، تفسیر سورہ الفاتحہ والبقرہ۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور جولائی ۱۹۸۲ء، ص ۸۳،

۹۲۔ الانبیاء ۲۱:۷۹

۹۳۔ سورہ ص ۳۸:۱۸، ۱۹

۹۴۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۷،ص ۵۸۷

۹۵۔ الصفٰت ۳۷:۱۰۲

۹۶۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۷،ص ۶۸۷

۹۷۔ ایضاً ج ۷،ص ۶۸۹

۹۸۔ البقرہ ۲:۶۰

۹۹۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ا،ص ۳۰۲

۱۰۰۔ ایضاً ج ا،ص ۳۰۳

۱۰۱۔ ایضاً ج ا،ص ۳۰۴

ebooks.i360.pk

۱۰۲۔ الکھف ۱۸: ۷۴

۱۰۳۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۵،ص ۵۵۰

۱۰۴۔ سورہ البقرہ ۲: ۷۲، ۷۳

۱۰۵۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ ج ۱،ص ۳۷۳

۱۰۶۔ ایضاً ج ۳،ص ۵۵۱

۱۰۷۔ ایضاً ج ۹،ص ۴۹۶

۱۰۸۔ ایضاً ج ۵،ص ۶۳۱

ebooks.i360.pk

تفسیر عروۃ الوثقیٰ از مولانا عبدالکریم اثریؒ کے تفردات کا علمی جائزہ

An Analysis of the Uniques of Molana Abdul Kareem Asri in the Tafseer Urwa Tul Wusqa

خلاصۃ البحث

قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رُشد و ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے اور یہ کتاب ہمارے لئے مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب کے اندر قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل رکھ دیا ہے اور ان سے نبرد آزما ہونے کی راہنمائی فراہم کر دی ہے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے لے کر آج یک ہر دور میں اہل علم مفسرینؒ اس کی گتھیوں کو سلجھاتے اور مشکل مقامات کو حل کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر دور میں مفسرین کرام نے خصوصی ذوق اور ماحول کے مطابق اس کی خدمت کی اور تفسیر کے مخصوص مناہج اور اصول اپنے سامنے رکھے۔

لیکن تفسیر وہی حجت ہوگی جو نبی کریم ﷺ سے صراحتاً ثابت ہو یا صحابہ کرامؓ اسے نقل کریں تفسیر قرآن کا آغاز رسول کریم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو چکا تھا۔ قرآن کی زبان چونکہ عربی ہے اور اس وقت جو لوگ موجود تھے عربی ان کی مادری زبان تھی اس لئے انہیں قرآن کے معانی و مطالب معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی البتہ جہاں زیادہ اجمال ہوتا یا کسی کو قرآن فہمی میں کوئی مشکل پیش آتی تو آپ ﷺ اس کی تشریح فرما دیتے۔ قرآن نے اپنی تفسیر خود بھی کی اور نبی اکرم ﷺ بھی قرآن کے اولین مفسر و شارح تھے۔ زبانی تفسیر کے علاوہ آپ ﷺ نے اپنے عمل میں بھی ان آیات کو سمویا۔

لیکن امام جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک آپ ﷺ نے قرآن کے کچھ حصہ کی تفسیر بیان فرمائی تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کے اس حصے کی تفسیر بیان نہیں کی تھی جس کا تعلق کلامِ عرب کی معرفت و ادراک کے ساتھ ہے۔

اس لئے کہ قرآن خود ان کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر تمام تفاسیر، خوہ وہ لغت عرب یا نظم قرآن کو بنیاد بنا کر کی گئی ہوں یا اپنے اجتہاد سے تفسیر کی گئی ہوں ہر ایک کے لئے حجت نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان میں صحت و سقم دونوں کا برابر امکان موجود ہے۔ انہیں علمی نکات تو کہا جا سکتا ہے لیکن حتمی طور پر مراد الٰہی کی مہر نہیں لگائی جا سکتی۔

ہر دور کے ہر مفسر نے اپنے ذوق اور رجحان کے تحت قرآن کی تفسیر کی ہے اور اس وقت تک متعدد رجحانات کی تفاسیر لکھی جا چکی ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں:

ebooks.i360.pk

''یہ تعین تو قطعی طور پر کرنا ممکن نہیں ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کل کتنے رجحانات پیدا ہوئے۔ اس لئے کہ جب تک ذہن انسانی کام کرتا رہے گا نئے نئے رجحانات پیدا ہوتے رہیں گے۔۔ جب تک انسان روئے زمین پر موجود ہے اور قرآن کے ماننے والے موجود ہیں وہ قرآن مجید کے نئے نئے مطالب اور معانی پر غور کرتے رہیں گے اور یوں علم تفسیر کے نئے نئے اسالیب، نئے نئے مناہج اور نئے نئے رجحانات سامنے آتے رہیں گے۔''

اس ساری بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ:

۱۔ قرآن کی تفسیر اللہ کا حق ہے، جو کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ قرآن کریم کی ترسیل بھی تھی اور اپنے عمل میں بھی قرآن کو سمو دیا کر تعلیم ارشاد فرمائی۔

۳۔ قرآن مجید کے واحد شارح اللہ تعالیٰ ہیں، ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اللہ کی مراد تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں گویا ہمارے لئے قرآن کے واحد مفسر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۴۔ تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کی تفاسیر بھی ہمارے لئے حجت ہیں کیونکہ انہوں نے براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید پڑھا اور سمجھا تھا۔

۵۔ جن آیات کی تفسیر مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے مروی نہیں تو کسی مفسر کے تدبر کو علمی نکات کے طور پر استفادہ کے لئے لیا جا سکتا ہے۔

تفسیر میں تفردات صاحب علم کا حق ہے اس کا احترام کیا جانا چاہئے۔ لیکن کسی تفرد کو جمہور کی رائے کے علی الرغم سوسائٹی پر مسلط کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ فکری انتشار اور ایک نئے مکتب فکر کے قیام کا سبب بنتا ہے ۔

ebooks.i360.pk

اشاریہ قرآنی آیات

نمبر شمار	آیات	سورت	صفحہ نمبر
1	وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءكُمْ وَفِيْ ذَلِكُم بَلاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ	البقره ۲:۴۹	۱۴۹
2	وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ	البقره ۲:۶۰	۱۶۰،۱۶۱
3	وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ★فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِيْ اللّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيْكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ	البقره ۲:۷۲	۱۱۶۲
4	وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُواْ مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُواْ	البقره ۲:۹۳	۱۵۸
5	وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِيْنُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـكِنَّ الشَّيْاطِيْنَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ ۔۔ الخ	البقره ۲:۱۰۲	۱۴۶،۱۴۷،۱۴۸
6	مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْ	البقره ۲:۱۰۶	۸۴
7	وَلِلّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّهِ إِنَّ اللّهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ	البقره ۲:۱۱۵	۸۷

ebooks.i360.pk

8	قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔۔الخ	البقرہ ۲: ۱۴۴	۱۰۰،۹۱
9	كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ	البقرہ ۲: ۱۸۰	۹۰
10	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ	البقرہ ۲: ۱۸۳	۹۱
11	أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ	البقرہ ۲: ۱۸۷	۹۱
12	وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ۔۔الخ	البقرہ ۲: ۲۴۰	۸۴
13	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَآجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رِبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ۔۔۔الخ	البقرہ ۲: ۲۵۸	۱۵۱
14	وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ	آل عمران ۳: ۷	۴۸
15	أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللّهِ وَأُبْرِئُ الأكْمَهَ والأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى۔۔۔الخ	آل عمران ۳: ۴۹	۱۲۰
16	وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ اللّهُ وَاللّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ	آل عمران ۳: ۵۴	۱۵۲

ebooks.i360.pk

17	ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلاَّ بِحَبْلٍ مِّنْ اللّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّهِ	آل عمران ۳: ۱۱۲	۱۵۱
18	يُوصِيكُمُ اللّهُ فِي أَوْلاَدِكُمْ۔۔الخ	النساء ۴:۱۱	۸۱،۸۷
19	وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَاناً فَتُقُبِّلَ مِن أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔۔الخ	المائدہ ۵:۲۷ تا ۳۱	۱۴۵
20	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُون	المائدہ ۵:۱۰۵	۱۰۰
21	فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَـذَا إِلاَّ سِحْرٌ مُّبِين	المائدہ ۵:۱۱۰	۱۲۴
22	الَّذِينَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ	الانعام ۶:۸۲	۵۱
23	خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِين	الاعراف ۷:۱۹۹	۹۶
24	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ۔۔الخ	الانفال ۸:۶۵	۸۵
25	الآنَ خَفَّفَ اللّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْف۔۔الخ	الانفال ۸:۶۶	۸۵
26	فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ	التوبہ ۹:۵	۹۶۔۹۷
27	خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	التوبہ ۹:۱۰۳	۲۷

ebooks.i360.pk

28	فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ۔۔الخ	یوسف ۱۲: ۷۰ تا ۷۲	۱۴۹
29	وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَى عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ	یوسف ۱۲: ۸۴	۱۲۶
30	اذْهَبُوا بِقَمِيصِيْ هَـٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ	یوسف ۱۲: ۹۳	۱۲۶
31	وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّيْ لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ۔۔۔الخ	یوسف ۱۲: ۹۵ تا ۹۶	۱۲۶
32	وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً	بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳	۱۱۸
33	فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا لَقِيَا غُلَاماً فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُّكْراً	الکہف ۱۸: ۷۴	۱۵۶
34	وَبَرّاً بِوَالِدَيْهِ	مریم ۱۹: ۱۴	۱۱۸
35	وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَاناً شَرْقِيّاً★فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَاباً۔۔۔۔الخ	مریم ۱۹: ۱۶ تا ۳۰	۱۱۶
36	وَبَرّاً بِوَالِدَتِيْ	مریم ۱۹: ۳۲	۱۱۸
37	وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى★ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِيْ۔۔الخ	طٰہٰ ۲۰: ۱۷ تا ۲۴	۱۱۴
38	قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ★قُلْنَا يَا نَارُ كُونِيْ بَرْداً وَسَلَاماً عَلَى إِبْرَاهِيمَ	الانبیاء ۲۱: ۶۸ تا ۷۱	۱۱۲
39	وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ	الانبیاء ۲۱: ۷۹	۱۵۴

ebooks.i360.pk

40	وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَک ۔۔الخ	الانبیاء ۲۱: ۸۸،۸۷	۱۲۳
41	وَلَا يَأْتُونَکَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاکَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيراً	الفرقان ۲۵:۳۳	۴۶
42	وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ	النمل ۲۷:۱۶	۱۲۸
43	حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِي النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ	النمل ۲۷:۱۸	۱۳۳
44	وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ	النمل ۲۷:۲۰	۱۳۵
45	قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ★ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِن۔۔الخ	النمل ۲۷:۳۸ تا ۴۰	۱۳۸
46	فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِکَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ	العنکبوت ۲۹:۲۴	۱۱۷
47	إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ	لقمان ۳۱:۱۳	۵۱
48	ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ	الاحزاب ۳۳:۵	۱۱۸
49	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَکَ أَزْوَاجَکَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُکَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْکَ۔۔الخ	الاحزاب ۳۳:۵۰	۸۲

ebooks.i360.pk

50	لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيباً	الاحزاب ۳۳:۵۲	۸۲
51	وَالصَّافَّاتِ صَفّاً	الصفت ۳۷:۱	۵۳
52	قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَاناً فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ★ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْداً فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۔۔الخ	الصفت ۳۷:۹۷ تا ۹۹	۱۱۷
53	فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى ۔۔۔الخ	الصفت ۳۷:۱۰۲	۱۶۰،۱۵۹
54	وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ★ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ★ فَسَاهَمَ فَكَانَ ۔۔۔الخ	الصفت ۳۷:۱۳۹ تا ۱۴۴	۱۲۸
55	إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ★ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ	ص ۳۸:۱۹	۱۵۹
56	وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَداً ثُمَّ أَنَابَ	ص ۳۸:۳۴	۱۴۱
57	وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ★ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۔۔۔الخ	ص ۳۸:۴۱ تا ۴۴	۱۴۲
58	قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ	الزخرف ۴۳:۸۱	۱۵۵
59	أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا	محمد ۴۷:۲۴	۶۲
60	إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى	النجم ۵۳:۴	۸۰
61	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۔۔۔الخ	المجادلہ ۵۸:۱۲	۸۶

ebooks.i360.pk

62	أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوَاکُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيْعُوا اللهَ وَرَسُولَه۔۔الخ	المجادلہ ۵۸:۱۳	۸۷
63	يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ★ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً	المزمل ۷۳:۱،۲	۸۷
64	إِنَّ رَبَّکَ يَعْلَمُ أَنَّکَ تَقُومُ أَدْنَى مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَکَ وَاللهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔۔الخ	المزمل ۷۳:۲۰	۸۷
65	أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ	التین ۹۵:۸	۱۰۱
66	لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِیَ دِيْنِ	الکافرون ۱۰۹:۶	۱۰۰

ebooks.i360.pk

اشاریہ احادیث

نمبر شمار	احادیث	صفحہ نمبر
1	عَن عَائِشَةَ اَ نَّهَا قَالَت كَانَ فِيمَا اُنزِلَ مِنَ القُرآنِ عَشرُ رَضعَاتٍ مَعلُومَاتٍ يُحرِمنَ ثُمَّ نُنسِخَ بِخَمس مَعلومَاتٍ..	۸۴
2	مَن قَالَ فِي القُرآنِ بِغَيرِ عِلمٍ فَليَتَبَو اُ مَقعَدَه مِن النَارِ	٦٣
3	لَا وَصِيَّ لِوَارِثٍ	۸۷
4	عَن عُمَرَ اِنِّي سَمِعتُ رَسُولَ الله ﷺ يَقُولُ: مَن حَلَفَ بِغَيرِ الله فقدَ اَ شرَكَ۔	۱۴۸

ebooks.i360.pk

اشاریہ اعلام

نمبر شمار	شخصیات	صفحہ نمبر
1	ابن جریر طبری	48,57
2	ابن منظور	69
3	ابوحیان	58,48
4	ابوموسیٰ اشعری	55
5	امام ابن تیمیہ	72,63
6	امام ابوعبیدہ	50,179
7	امام احمد	56
8	امام شافعی	53
9	امام شرف الدین نوویؒ	86
10	امین الخولی	61
11	انتظام اللہ شہابی	132
12	انسؓ	90
13	ایچ ایم سعید	16
14	بن یامین	146,145
15	پروفیسر رفیق چوہدری	96
16	پرویز	114,110,109,63
17	حافظ سیوطی	74
18	حافظ صلاح الدین یوسف	37
19	حسن بصری	56
20	حضرت ابن عباس	55,59
21	حضرت ابی بن کعب	55

ebooks.i360.pk

22	حضرت جابر بن عبداللہ	131
23	حضرت سلیمان	133,135,136,137,138,139
24	حضرت عبدالرحمن بن عوف	72
25	حضرت عثمان غنیؓ	71,72
26	حضرت مجاہد	48
27	حضرت مریم	121,122,123,124
28	حمیرا جبیں	21
29	خالد مسعود	27
30	خان محمد شیرانی	27
31	خواجہ احمد الدین	43,39,82,130
32	ڈاکٹر حسن الدین	97,99
33	ڈاکٹر شمس البصر	113,97
34	ڈاکٹر طفیل ہاشمی	63
35	ڈاکٹر قمر زمان	63
36	ڈاکٹر محسن نقوی	27,26
37	ذیشان سرور	27
38	رحمت اللہ طارق	97
39	سر سید احمد خان	4,35,43,66,8182,111
40	سعید بن جبیرؒ	56,57
41	سید جمال الدین	90,32
42	سید رشید رضا	114,108,94
43	سید سلمان ندویؒ	37
44	سید شرف الدین	113،96
45	سید مناظر احسن گیلانی	93,109,112
46	سیدہ عائشہ	88

ebooks.i360.pk

39	شاہ اسماعیل	47
35	شاہ رفیع الدین	48
84،61،56,34	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	49
95	شیخ حسین علی	50
16	شیخ غلام علی	51
19,21	طاہرہ جبیں	52
21	عبدالعظیم	53
54,55,56,57	عبداللہ ابن عباس	54
54,55	عبداللہ بن مسعود	55
33،17,18,19,20	عبدالمنان کلیم	56
95	عبیداللہ سندھیؒ	57
18,17	عبیدہ پروین	58
14,36,93	علامہ ثناء اللہ امرتسری	59
64	علامہ زمخشری	60
15	علامہ سید محمد داؤد غزنوی	61
14	علامہ عبدالمجید	62
42,66	علامہ غلام احمد پرویز	63
14	علامہ محمد اسماعیل	64
48	علامہ محمد بن جریر الطبر ی	65
15	علامہ میر سیالکوٹی	66
58	علی بن حسن بن فضال	67
19	عمیرہ مریم	68
,22,15,14	عنایت اللہ	69
49	غلام احمد	70
49,74,53	غلام احمد حریری	71

ebooks.i360.pk

72	فخر الدین رازی	65,64,34
73	فرعون	119
74	فضل کریم	14,20
75	قاسم	58,19
76	قاضی باقلانی	66
77	قاضی محمد زاہد الحسینی	48,74
78	قتادہ	57,56
79	ماروت	146,148
80	مبشر احمد ربانی	18
81	محمد بن سہل التستری	58,64
82	محمد بن کعب	56
83	محمد علی لاہوری	39
84	محی الدین ابن عربی	64
85	مفتی عبد الرشید	17
86	مفتی محمد خان قادری	34
87	موسیٰ علیہ السلام	166,161,159,120,119
88	مولانا ابوالکلام آزاد	41,36,98
89	مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی	35
90	مولانا احمد علی لاہوریؒ	39
91	مولانا امین احسن اصلاحیؒ	38
92	مولانا تقی امینی	113,109,94
93	مولانا شبلی نعمانی	37
94	مولانا شبیر احمد عثمانی	37
95	مولانا عبد الکریم اثریؒ	1,2,14,26,28,42,92
96	مولانا غلام رسول مہر	36

ebooks.i360.pk

97	مولانا محمد امین	14
98	مولانا محمد رفیق	75،74،52
99	مولانا محمد یوسف بنوری	95
100	مولانا وحید الدین	166,145
101	مولوی فضل الٰہی	14
102	مولوی نور احمد	17
103	میر الطاف الرحمن	17
104	ہاروت	148,146

ebooks.i360.pk

اشاریہ اماکن

نمبر شمار	مقامات	صفحہ نمبر
1	اسلام آباد	27,19,14
2	بابل	149,146
3	بھارت	39
4	پاکستان	120،,38،27,15,14,2
5	پنجاب یونیورسٹی	15
6	ٹھٹھہ عالیہ	45,22,21,20,18,14
7	جہلم	18
8	چناب	14
9	دہلی	,36,15
10	راولپنڈی	19
11	شام	154,132,131,128
12	فیصل آباد	18
13	قصبہ کنجاہ	16
14	کراچی	74,38,19,18,17,16
15	گجرات	22,19,18,17,14
16	گوجرانوالہ	18,16,14
17	لاہور	166،114،,113,73,72,36,18,14
18	مصر	144
19	ہند	91,32,15,14

ebooks.i360.pk

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

ارسلان بن اختر میمن، مولانا، **مقامات انبیاءؑ کا تصویری البم**، مکتبہ ارسلان کراچی، س ن

الاندلسی، ابوحیان، محمد بن یوسف، غرناطی، **البحر المحیط**، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۳۰۴ھ

الافریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، نشر ادب الحوزہ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

البخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری دارالفکر، بیروت لبنان، نور محمد کارخانہ، آرام باغ کراچی، ۱۳۷۸ھ

الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور

اثریؒ، مولانا عبدالکریم، **مختصر المنار اردو**، انجمن اشاعت اسلام منڈی گجرات، سن اشاعت مارچ ۲۰۱۳ء

اثریؒ، مولانا عبدالکریم، **تفسیر عروۃ الوثقیٰ**، المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، سن اشاعت ۱۹۹۵ء

اثریؒ، مولانا عبدالکریم، **القرآن الکریم مترجم**، المکتبۃ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات، س ن

الحسینی، قاضی محمد زاھد، **معارف القرآن**، دارالارشاد اٹک، ۱۳۹۸ھ، بار چہارم

الرازی، امام فخر الدین، **التفسیر الکبیر**، داراحیا التراث العربی بیروت

الزرقانی، محمد عبدالعظیم، **مناہل العرفان فی علوم القرآن**، دارالکتاب العربی، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ

الزرکشی، امام بدرالدین محمد بن عبداللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، دارالفکر بیروت، لبنان، ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ

السرخسی محمد بن احمد بن ابی سھل، **اُصول السرخسی**، دارالمعرفت بیروت، س ن

السیوطی، جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**، ناشر مکتبۃ العلم لاہور

الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، **جامع البیان فی تفسیر القرآن**، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، س ن

الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، **المستصفی من علم الاصول**، موسسۃ الرسالہ، س ن

امین الخولی، **مقالہ تفسیر**، اردو دائرہ معارف الاسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

امینی، مولانا تقی، **احکام شریعہ میں حالات وزمانہ کی رعایت**، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، س ن

امینی، مولانا تقی، **اجتہاد**، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، س ن

امینی، مولانا تقی، **اسلامی کا تاریخی پس منظر**، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، س ن

آزاد، ابوالکلام، **ترجمان القرآن**، اسلامی اکادمی لاہور، س ن

ebooks.i360.pk

آلوسی ا، علامہ بغدادی، **روح المعانی**، داراحیاء التراث العربی بیروت، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان
بنوری، محمد یوسف، **یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن**، طبع مجلس علمی ڈھابیل ۱۴۱۴ھ
پرویز، غلام احمد، **قتل مرتد**، طلوع اسلام ٹرسٹ گلبرگ لاہور ، ۱۹۸۶ء
چشتی، خلیل الرحمٰن، **قرآنی سورتوں کا نظم جلی**، دارالکتب السّلفیہ اقراء سینٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، بار دوم، سن اشاعت ۲۰۱۲ء
حریری، غلام احمد، **تاریخ تفسیر و مفسرین**، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، بار ہفتم، ۲۰۰۰ء
حسن الدین احمد، ڈاکٹر، **احسن البیان فی علوم القرآن**، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، سن اشاعت ۱۹۹۴ء
دہلوی، محدث شاہ ولی اللہ، **الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**، بیکن بکس، لاہور، پاکستان
رداس قلعہ جی محمد، مترجم مولانا عبدالقیوم، **فقہ حضرت ابوبکر صدیق**ؓ، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، س ن
رفیق چوہدری، مولانا، پروفیسر **آسان علوم قرآن**، مکتبہ قرآنیات لاہور، س ن
سعید احمد اکبر آبادیؒ مولانا، فاضل دیوبند، **فہم قرآن**، ادارہ اسلامیات لاہور، سن اشاعت جنوری ۱۹۸۲ء
سلیم اللہ خان، مولانا، **کشف الباری**، مکتبہ فاروقیہ کراچی، سن اشاعت ۲۰۰۴ء
سندھی، مولانا عبید اللہ، **الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن**، مکتبہ اوراق لاہور، فروری ۲۰۰۵ء
سید احمد خان، سر، **مقدمہ اصول تفسیر القرآن**، دوست ایسوسی ایٹس لاہور، سن طباعت ۱۹۹۴ء
سید رشید رضا، **الوحی المحمدی**، ترجمہ سید رشید احمد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن
شمس البصر ، پروفیسر ڈاکٹر، **مقالات قرآن کانفرنس** ،کلیہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور
صارم، قاضی عبدالصمد، **تبیان الراسخ معروف بہ تاریخ التفسیر**، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی، سن اشاعت، ۱۳۵۵ھ
صبحی صالح، ڈاکٹر، مترجم، غلام احمد حریری، **علوم القرآن**،، ملک سنز پبلشرز فیصل آباد، اگست ۱۹۷۸ء
عبدہ، الشیخ محمد، **تفسیر المنار** طبع مصر، سن اشاعت ۱۹۹۰
علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر، **لباب التّاویل فی معانی التّنزیل (تفسیر الخازن)**، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
غازی، ڈاکٹر محمود احمد، **محاضرات قرآنی**، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اشاعت پنجم ۲۰۰۵ء
غلام اللہ خان، مولانا، **تفسیر جواہر القرآن**،، مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی، س ن
قاسمی، ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین، **ولادت عیسیٰؑ اور منکرین حدیث**، بیت الحکمت لاہور ، ۲۰۰۶ء
گوہر رحمٰن، مولانا، **علوم القرآن**، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، سن اشاعت اکتوبر ۲۰۰۳ء

ebooks.i360.pk

گیلانی، سید مناظر احسن، **تدوین فقہ واصول فقہ**، الصدف پبلشرز کراچی، سن اشاعت ۱۴۲۸ھ

گیلانی، مناظر احسن، **تدوین قرآن**، مکتبۃ البخاری کراچی، ۲۰۰۵ء

گیلانی، سید مناظر احسنؒ، **الدین القیم**، مکتبہ اسعدیہ کراچی، فروری ۲۰۱۰ء

محمد نعمان، مولانا، **قواعد التفسیر**، مکتبہ عمر فاروق کراچی، جنوری ۲۰۱۲ء

مودودی، ابوالاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، تفسیر سورہ الفاتحہ والبقرہ، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سن اشاعت جولائی ۱۹۸۲ء

مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، **رسائل ومسائل**، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۰۰ء

موسوی، علامہ سید شرف الدین، **اٹھو قرآن کا دفاع کرو**، دار الثقافہ الاسلامیہ کراچی

نعمانی، علامہ شبلیؒ، **علم الکلام اور کلام**، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۹ء

وحید الدین خان، مولانا، **تذکیر القرآن**، دار التذکیر لاہور، ۲۰۰۹

رسائل وجرائد

الحرم، ماہنامہ میرٹھ (جنوری ۱۹۵۹ء) از حافظ نذر احمد، دیواریں اور غاریں

طلوع اسلام، ماہنامہ، لاہور جولائی ۱۹۵۸ء، از علامہ غلام احمد پرویز

منہاج القرآن، ماہنامہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۲۱ء، حضرت عثمان کے فقہی اجتہادات تفردات از ڈاکٹر تبسم منہاس

ویب سائٹس

ttps://www.facebook.com/pages/Anjuman-Ashateislam/791502650865415?fref=nf

ebooks.i360.pk

Summary of Discussion

Quran Majeed is The Great Book, Which Allah has sent down for the guidance of humanity as a complete code of life and it is important for us. Allah Almighty who is going to solve all the problems until the massive is placed and has provided guidance to deal with them.

Since the Prophet Companions, Successors and their followers scholars commentators throughout the ages, making solutions to difficulties facing in their times. Each of exegetes in the special tastes and environment according to the principle of service and specific path and put forth its interpretation.

But the interpretation will only be lawful which would clearly proved by Prophet Muhammad(PBUH) whether the companions of the Prophet Muhammad (PBUH). As the language of the Quran is Arabic and this was the mother language of the people who were present at that time. So it was not difficult for them to know and understand the meaning of Quran. Where there is any difficulty in understanding the Quran, Prophet could have interpreted. The Quran has its own commentary and the Prophet himself was the first commentator. Beyond the oral commentary, Prophet (PBUH) have made its practical commentary as well.

But Imam Jalaluddin Suyuti near was mentioned with the explanation of some of the Prophet PBUH was not the interpretation of this part of the Arab belonging and understanding through the Word. Because The Quran was revealed in their own language. Other than this, all other commentaries, either based on Arabic dictionary or

ebooks.i360.pk

manage the order of the Quran base or based on their intellect, have no authority to everybody, as there is possibility of being right and wrong. These can be treated as knowledge points and can be added but is not meant as a final seal of God.

Every commentator of his era has its own tastes and trends of the texts and commentaries written by then have been several trends. Dr. Mahmood Ahmad Ghazi says:

It is not possible to accurately determine the total number of trends that were born in the Quran. For as long as the human mind will continue to work to create new trends As long as man exists on the face of the earth, and there are those who believe they will consider new interpretations and meanings of the Quran and it will come new styles of commentary, new meanings and new trends.

After the discussion, we came to the conclusion,

1. The interpretation of Quran is only mandatory to the Al Mighty Allah, none of other can do at its own.
2. The prophet ? was not bound to deliver the message of Allah but have to act upon it to set direction for us.
3. The only Interpreter of Quran is Allah, and without following the path of Rasool ? we could not reach to Al Mighty Allah. It means for us Prophet ? are the only interpreter of Quran.
4. After the interpretation of Prophet (PBUH) all other interpretations made by Followers(Sahaba) are also authorities for us as those Sahabas have directly taken the teachings of Quran by Prophet?.
5. The commentary of those verses that are narrated directly by

ebooks.i360.pk

the Prophet or the Companions can be taken to capitalize on the knowledge points to ponder as a commentator.

It is mandatory right for the man of knowledge to respect his personal or individual opinion or view in comminatory. But trying to impose his personal opinion on the majority in society, certainly will lead to chaos and intellectual formation of a new school of thought.

ebooks.i360.pk

An Analysis of the Uniques of Molana Abdul Kareem Asri in The Tasfeer Urwa Wusqa

Thesis for M.Phil Islamic Studies

(2014 - 2016)

Presented by:

Mehtab Hussain Shah

Roll No. 20

Supervised by:

Dr. Hafiz Muhammad Nasrullah

Assistant Director Modern

Center of Excellece

Faculty of Islamic Learning

The Islamia Unviersity of Bahawalpur

ebooks.i360.pk